سہ ماہی
نوری برکات بستی
خصوصی شمارہ
فیضانِ مفتی اعظم نمبر
مدیر نظام الدین نوری
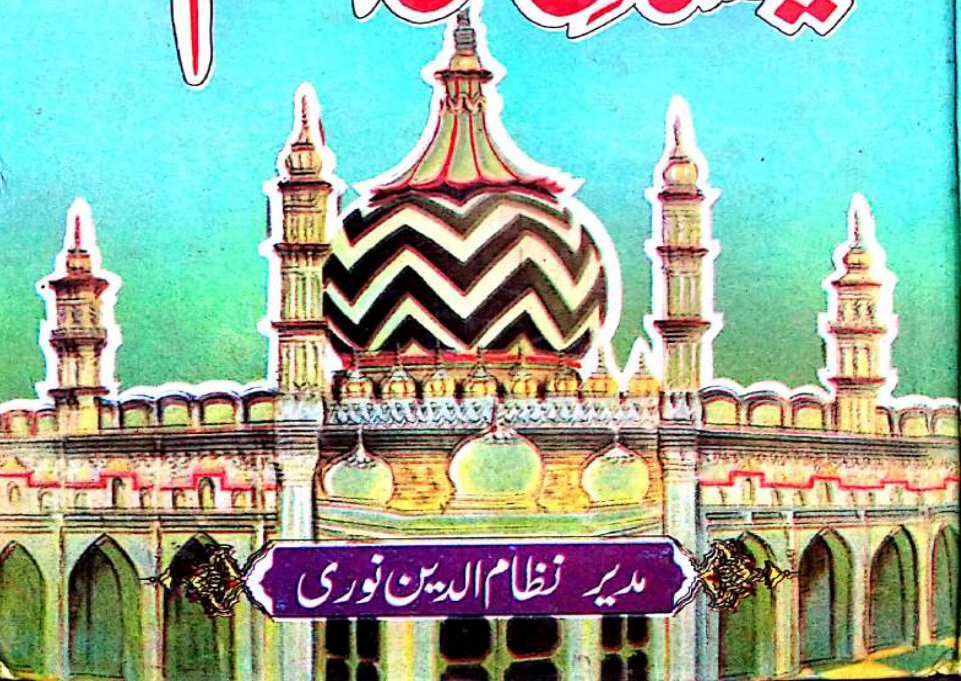
Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

١
سہ ماہی
نوری نکات بستی
خصوصی شمارہ
سر عرش ملا پہونچا قدم جب میرے سرور کا
زبان قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا
(حضور مفتی اعظم ہند)
بفیض حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہٗ
فیضان مفتی اعظم نمبر
مدیر
نظام الدین نوری
جلد ٦
شمارہ ٢١
ترسیل زر و خط وکتابت کا پتہ
نظام الدین نوری مہتمم ادارہ نوریہ رضائے مصطفےٰ
متصل ڈاکخانہ دکھن دروازہ پرانی بستی ضلع بستی یوپی الہند فون
اس شمارہ کی قیمت Rs. 40/
ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر نظام الدین نوری نے غازی پریس بستی سے طبع کرواکر دفتر
سہ ماہی نوری نکات ڈاکخانہ دکھن دروازہ پرانی بستی بستی سے شائع کیا۔ آر۔ این۔ آئی نمبر ٩٦/66735
تزئین وکتابت مختار احمد عاجز بستوی۔
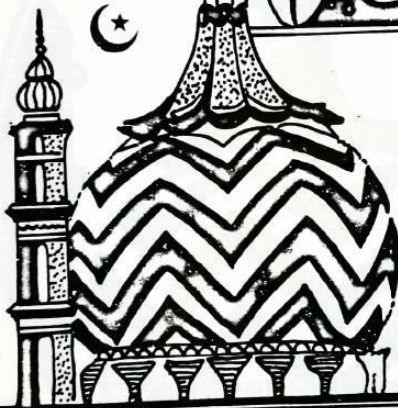
منظوم فہرست

مختار احمد عاجز بستوی

اس شمارے میں ہیں جتنے نام وہ منظوم ہیں
پڑھ کے خوش ہو جائیں وہ جو صاحب مرقوم ہیں

سب سے پہلے رقم پیغام نظام الدین ہے
اور وہ پیغام بس نام نظام الدین ہے

بیل بوٹوں سے مرصع دوسرا پیغام ہے
اس کے نیچے درج بدر القادری کا نام ہے

دن میں لکھا ہے نظام الدین نے یارات کو
اک گذارش آپ سے ہے پڑھ لیں "اپنی بات" کو

جب بھی بدر القادری آجاتے ہیں جذبات پر
توڑ دیتے ہیں قلم مضمون و حمد و نعت پر

مفتیٔ اعظم کی اونچی ذات بابرکات کا
نقشہ کیا کھینچا ہوا ہے قادری کے ہات کا

آپ کے مضمون کا نمبر عجب گیارا لگا
لکھنے میں مضمون کاتب کو بڑا پیارا لگا

ایک عالم ایسے ہیں نمبر میں جو شامل ہوئے
نام ہے عاصم، بڑی مشکل سے جو حاصل ہوئے

ڈاکٹر عاصم کے اس مضمون کی مدحت ہے کیا
مفتیٔ اعظم ہیں کیا مخلوق کی خدمت ہے کیا

آپ کے مضمون کو پڑھنے کی ہے چاہت اگر
پھر نظر کی سترہ پر ہی دبا دیجے گیئر

منقبت مضطر کی ہے اک درج آدھے پیج پر
لطف آئے گا پڑھی جائے اگر اسٹیج پر

منقبت ہے جس صفحہ پر وہ ہے اٹھائیسواں
ڈاکٹر عاصم کا مضموں ختم ہوتا ہے جہاں

وہ غلام یحییٰ انجم ایسا رکھتے ہیں دماغ
ان پہ کچھ لکھنا تو سورج کو دکھانا ہے چراغ

جس طرح کہتی ہے یہ تاریخ دنیا گول ہے
ویسے ہی ہر قول ان کا دوستو انمول ہے

صفحۂ انتیس پر ہے ان کا نام آیا ہوا
ان کی سرخی "زہد جس پہ نازاں تھا وہ پارسا"

"مفتیٔ اعظم کی تنقیدی بصیرت" پر نظر
ڈالنا ہے دوستو کار دماغ تیز تر

لکھے ہوں گے واقعی رکھ کر کتابیں بےشمار
چھوڑ کر حضرت سراج احمد معاش روزگار

صفحۂ پینتیس پر جوں ہی نظر دوڑائیں گے
نام و مضموں ایک سُندر دائرے میں پائیں گے

ایک مولانا علیمیؔ کے جو استاذ ہیں
ان کے بھی لکھنے کے کیا ہی دوستو انداز ہیں

جوں ہی چوالیس پر اپنی نظر ڈالیں گے ہم
مفتیٔ اعظم کے "علمی فائدے" پالیں گے ہم

منقبت مضمون دونوں پائیں گے ہم بے دروغ
ان کا قلمی اور تخلص نام ہے دونوں فروغ

"خاندان مفتیٔ اعظم کی فقہی جھلکیاں"
کر دیا مضمون میں مولانا اختر نے عیاں

آپ کے مضمون میں ہیں خوبیاں کیا کیا نہاں
پائیں گے ترپن صفحہ پر بالیقین و بے گماں

اک گدائے مفتیٔ اعظم نظام الدین ہے
گنبد خضریٰ کی اس کے منقبت میں بین ہے

رقم اکہتر پہ ہے یہ پیاری پیاری منقبت
پڑھ کے دل جس کو کہے گا یہ ہے جام معرفت

مفتیٔ اعظم کے جتنے نعتیہ اشعار ہیں
اس پہ مولانا شکیل احمد قلم بردار ہیں

لے کے اپنے ہاتھ میں سامان بخشش ڈائری
چاٹ ڈالا مفتیٔ اعظم کی پوری شاعری

تب کہیں جا کر ملے عشق نبی کے زمزمے
یہ بہتر پر ہے تو جا کے اٹھہتر تھمے

چاند کا فتویٰ دیا تھا مفتیٔ اعظم نے جو
آؤ پڑھ لیں خوبیاں رکھتا ہے کیا مضمون وہ

اس کے رد میں ایک عالم کی وضاحت درج ہے
اور نظام الدین بھائی کی وکالت درج ہے

• مفتیٔ اعظم کا کیا کردار ہے کیا ڈھنگ ہے
ان کے اس کردار میں اسلاف کا کیا رنگ ہے

روشنی ڈالی ہے اس مضمون پر فیضان نے
جامعہ امجدیہ رضویہ کی عالی شان نے

پڑ گیا مضمون کا نمبر بیاسی کیا کروں
ان کی قسمت تھی اسی نمبر کی پیاسی کیا کروں

• آ گئے اکیانوے پھر لئے بھائی نظام
مفتیٔ اعظم کی اونچی شان میں لاکھوں سلام

• بعدہ کیا ہے کلام نوری میں خو دیکھئے
"نفس کی پاکیزگی کا کیا ہے پہلو" دیکھئے

پندرہ صفحات پر ارشاد ہیں چھائے ہوئے
۹۲ نمبر وہ اس نمبر میں ہیں پائے ہوئے

• ایک سو آٹھ آرہا ہے جو صفحہ آگے سنو
یعنی "معروف ونہی" کیا چیز ہے اس کو پڑھو

• "ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
یہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی"

عالم محسن نظامی کا عجب انداز ہے
خوب ہی مذکورہ بالا شعر سے آغاز ہے

• ایک سو چودہ صفحے پر جو بھی کچھ تحریر ہے
فتویٔ تثویب پر تفسیر کی تفسیر ہے

مختصر مضمون لیکن مثل کوہ طور ہے
بالیقیں تحقیق اور تدقیق سے بھرپور ہے

• مفتیٔ اعظم فدا کار نبی تھے کس قدر
ڈالئے تخلیق بدر القادری پر اک نظر

ایک سو اٹھارہ نمبر جس گھڑی پا جائیں گے
آپ کو پھر مفتیٔ اعظم سمجھ میں آئیں گے

• جامعہ حنفیہ کے مولانا عالم نے لکھا
مفتیٔ اعظم کی حق گوئی و بے باکی ہے کیا

ایک سو چھبیس پر تخلیق یہ بل جائے گی
• پڑھتے ہی مضمون کو دل کی کلی کھل جائے گی

• جامعہ حنفیہ بستی کے ریاض احمد یہ ہم
کیا لکھیں اور کیا کہیں رکھتے ہیں وہ کیسا قلم

"فقہی عظمت" آپ کی تخلیق کا عنوان ہے
مفتیٔ اعظم کے نمبر میں جو ڈالے جان ہے

ایک سو اکتیس کا جو ہے صفحہ کھولیں ذرا
۱۳۴ تک مضمون پائیں گے لکھا

• مفتیٔ اعظم کی ہستی قابل دیدار تھی
جو جہان سنیت کی واقعی معمار تھی

واقعی عنوان بالا قابل تحسین ہے
ایک سو چھتیس پر ذات امیر الدین ہے

• مفتیٔ اعظم بھلا کب دین سے غافل رہے
وہ تو موجودہ صدی کے رہبر کامل رہے

ایسا مضموں لائے ہیں نمبر میں مولانا نبی
گنتی ہے اک سو بیالیس آپ کے مضمون کی

• "زر بکف گل پیرہن، رنگیں قبا، آتش بجام
ایک قطرہ سو طرح سے سرخرو ہوکر اٹھا"

جو لکھے مذکورہ بالا شعر ہیں احمد رضا
مفتیٔ اعظم کے حق میں ہے بہت ہی دلربا

چیدہ چیدہ علماء کی لے کر روایت آپ نے
مفتیٔ اعظم کی دکھلائی ہے طاقت آپ نے

گنتی ہے اک سو چھیالیس اس صفحے کی دوستو
دس صفحے پر مشتمل مضمون ہے پڑھتے رہو

• پھر نظام الدین بھائی کا حسیں عنوان ہے
یعنی حضرت مفتیٔ اعظم کا وہ فیضان ہے

دیکھیں اس کو سو میں ستاون صفحہ کو جوڑ کر
خوب پچھتائیں گے گر جائیں گے اس کو چھوڑ کر

• ہند کے مفتیٔ اعظم اور تحریک شدھی
یہ حسیں تخلیق ہے رحمٰن کی لکھی ہوئی

سو صفحے میں جوڑ لیں صفحات ہم ستر اگر
بالیقیں مل جائے گا مضمون بالا بے خطر

• تیری اس تخلیق میں عاجز جو ہوں گی خوبیاں
رکھ یقیں اس بات پر آئیں گی تجھ کو چھٹیاں

عبد الرحمٰن کے قلم سے [illegible]

خطیب البراہین

پیغام

حضرت علامہ الحاج صوفی نظام الدین صاحب مدظلہ، قادری شیخ الحدیث تنویر الاسلام امرڈوبھا

برادر دینی جناب نظام نوری صاحب !
ایڈیٹر نوری نکات بستی السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے زیر ادارت شائع ہونے والا سہ ماہی مجلہ " نوری نکات " شہزادۂ اعلیحضرت تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات وخدمات کو اجاگر کرنے کے لئے " فیضان مفتیٔ اعظم ـ نمبر " نکال رہا ہے آپ کا یہ کارنامہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے۔

دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب پاک صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اس رسالہ کو خوب سے خوب تر اور عوام اہل سنت کے لئے نافع تر بنائے اور آپ کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا جذبہ وحوصلہ عطا فرمائے۔ آمین ـــ میری پرخلوص دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں

فقط خلوص کار فقیر گدائے نوری
محمد نظام الدین قادری عفی عنہ
۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

پیغام :-

مبلغ اسلام حضرت العلام بدر القادری صاحب
اسلامک اکیڈمی۔ ھالینڈ

۸۶
۹۲

حضرت مدیر محترم سہ ماہی "نوری نکات" بستی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی ــــــــــــــ!

۳؍دسمبر ۹۷ء کا آپ کا کرم نامہ وقت پر مل گیا تھا۔ میں اپنی علالت اور کچھ دیگر مشغولیات کے باعث بر وقت جواب نہ حاضر کر سکا۔ لہٰذا معذرت خواہ ہوں۔

"فیضانِ مفتیٔ اعظم ۔ نمبر" کا پروگرام نہایت نورانی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اسے اپنے حلقہ میں فیضانِ سنیت بکھیرنے کا ذریعہ بنائے اور اس ولی کامل، مرد حق، دانائے راز ذات کے فیوض و برکات اس عالیشان نمبر کے ذریعہ قارئین تک پہونچیں۔ ہم اہل سنت نور اور روشنی کے سلسلوں سے وابستہ ہیں۔ ہمارا کام صداقت وحقانیت کا نور پھیلانا ہے۔ اپنے اسلاف کرام اور عظیم تاریخی شخصیات کی یادیں تحریر و تقریر کے ذریعہ تازہ کرتے رہنا زندہ قوموں کا طریقہ ہے۔ اس سے ملت میں عمل کی روح بیدار ہوتی ہے دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی مساعی کو کامیابی سے سرفرازی بخشے۔ آمین ـــــ اس دور افتادہ کی جانب سے حضرات اہلسنت کی خدمت میں بعد سلام، علالت ونقاہت سے رستگاری اور صحت یابی کی درخواست دعا پیش کر دیں۔

والسلام یکے از غلامانِ نوری
فقیر **بدر القادری** غفرلہٗ
۷؍شوال ۱۴۱۸ھ

اداریہ

اپنی بات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ رحمٰن ورحیم کا فضل وکرم ہے کہ حسب اعلان ادارہ نوری نکات کی خصوصی اشاعت "فیضان مفتی اعظم نمبر" آپ کے پیش نظر ہے ہیں نے اسے اپنے وسائل و ذرائع کے مطابق حتی الامکان بہتر سے بہتر شکل میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اہل نقد و نظر سے امید ہے کہ مطالعہ فرما کر اپنے نیک تاثرات سے نوازیں گے۔ ؎

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہونچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

(حدائق بخشش)

قارئین کرام ! بریلی کے ماہ مبین ــــــــ اہل سنت کے امین خاندان رضا علی کا ستارا ــــ علامہ نقی علی کا پیارا ــــ امام احمد رضا کا دلارا مرشد ہمارا ــــ کون ؟ ....

جن کے فتوی کا لوہا مفتی مانیں ــــ جن کے تقوی کو متقی جانیں
جن کے خلفاء ہزاروں میں ــــــ جن کے مریدین لاکھوں میں
جن کی تصنیف و تالیف لائق بیان ــــ جن کے مرشد قطب زمان شاہ نوری میاں ــــ جن کی ادا سنت مصطفیٰ ــــ جن کا نام مصطفیٰ رضا اور جن کے دینی و ملی فتوی و تقوی کا تذکرہ تحدیث نعمت کے طور پر کر کے ہم فیض حاصل کرتے ہیں ؎

بڑے دربار میں پہنچایا مجھ کو میری قسمت نے
میں صدقے جاؤں کیا کہنا مرے اچھے مقدر کا

(سامان بخشش)

قارئین کرام! سہ ماہی نوری نکات بستی کا یہ نمبر درحقیقت شہزادۂ اعلیٰحضرت کے شایان شان نہیں کیونکہ مفتی اعظم نمبر کے ضخیم ضخیم نمبر شائع ہو کر نذر ناظرین ہو چکے ہیں ــــ لیکن ــــ اگر میری اس کاوش کو اس ضعیفہ کی نظر سے دیکھا جائے جو چند ٹکے لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے گئی تھی تو آپ یقیناً یہ بات محسوس کریں گے کہ ادارہ نوری نکات کا "فیضان مفتی اعظم نمبر" قابل مبارکباد ہے، اس خصوصی اشاعت میں معروف و غیر معروف مقالہ نگاروں کے تحقیقی و فکر انگیز مقالے شامل ہیں جنھیں پڑھ کر آپ حضرات کا دل یقیناً باغ باغ ہو جائے گا۔ ؎

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یکرنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

پہلا مقالہ مبلغ اسلام حضرت علامہ بدر القادری صاحب کا ہے محترم قادری صاحب اسلامی ادب کے حوالے سے عالم اسلام میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں آپ صاحب طرز ادیب، صحافی کہنہ مشق شاعر کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ اختصاصی طور پر آپ کی کتاب اسلام اور امن عالم، ہندوستان اور مسلمان، اسلام اور جینی مذہب، یورپ اور اسلام، تذکرہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں ــــ نعتیہ مجموعات میں بادہ حجاز، جمیل الشیم وغیرہ ہیں۔ آپ کے دقیع مقالے ہند و پاک سے شائع ہونیوالے معیاری رسالوں کی زینت ہوتے ہیں۔ آپ مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد بحکم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ماہنامہ "اشرفیہ" کے مدیر اوّل ہوئے بعدہٗ مبلغ اسلام کی حیثیت سے ہالینڈ میں اسلامک اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل ہوئے، جہاں آپ کے دست مبارک پر سینکڑوں غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

دوسرا مقالہ ڈاکٹر علامہ محمد عاصم صاحب اعظمی کا ہے آپ نے اپنے مقالے میں حضور مفتی اعظم ہند کے اس فیضان کو اجاگر رکھنے میں بھرپور سعی کی ہے

جواب تک صیغہ راز میں تھا۔ آپ کا طرز تحریر بڑا اصول اور محققانہ ہوتا ہے آپ نے گورکھپور یونیورسٹی سے بی۔ اے ایم۔ اے کیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ ٹی۔ ایچ اور ایم۔ ٹی۔ ایچ کیا بعدہٗ پٹنہ یونیورسٹی سے اپنے منفرد موضوع "اردو حدیث نبوی کے تراجم و تشریحات ایک تحقیق اور تجزیہ" پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی تحقیقی تصنیفات میں چند یہ ہیں۔ حدیث نبوی چند مباحث، داستان حرم، تذکرۂ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ تذکرہ دانشوران گھوسی، فارسی ادب کی تاریخ وغیرہ۔

تیسرا مقالہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی دہلی کا ہے، محترم ڈاکٹر صاحب ایک بہترین قلم کار کہنہ مشق ادیب و محقق ہیں، آپ اہلسنت وجماعت کی مشہور مرکزی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے عربی میں ایم۔ اے ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر اپنا لوہا منوا چکی ہیں، سینکڑوں مقالے ہند و پاک کے اخبار و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی شخصیت مزید تعارف کی محتاج نہیں آپ کے متعلق مجھ کم علم کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

چوتھا مضمون ڈاکٹر سراج احمد قادری کا ہے، ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کے راستے پر چل کر حضور مفتی اعظم ہند کی تحقیقی و تدقیقی بصیرت کو روشن کیا ہے، آپ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد کے فاضل ہیں۔ آپ نے اودھ یونیورسٹی فیض آباد سے ایم۔ اے اور کانپور یونیورسٹی سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر علامہ حسن رضا خانصاحب کے بعد آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا مقالہ طبع ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ اور ارباب علم و دانش سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے، ڈاکٹر صاحب کو ان کی کاوش کے صلے میں "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی" نے امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس وقت آپ ڈی۔ آئی۔ جی آفس شہر بستی

میں اردو ترجمان کی حیثیت سے قیام پذیر ہیں۔

پانچواں مقالہ حضرت مولانا فروغ اعظمی صاحب کا ہے، مولانا صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند کی "افادات علمیہ" پر قلم اٹھایا ہے جو خود ان کی جودت طبع کا عکاس ہے۔ آپ مشرقی اتر پردیش کی ایک عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی کے ہر دلعزیز استاذ ہیں۔ عربی، فارسی علوم پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ آپ کو جدید عربی سے بے پناہ لگاؤ ہے، عربی زبان میں آپ کے متعدد مقالے شائع ہو چکے ہیں، آپ کی ادارت میں چند میگزین مذکورہ دارالعلوم سے اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ آپ نے بعض کئی کتابیں ترتیب دی ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک طباعتی مراحل سے نہ گذر سکیں۔

چھٹا مقالہ: "خانوادۂ مفتیٔ اعظم کی فقہی خدمات کو ہمارے نوجوان مقالہ نگار علامہ اختر حسین ایم۔ اے نے بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے" ان کے اس مقالے کو عوام و خواص دونوں طبقوں میں پسند کیا جائے گا، انہوں نے ضلع کی مشہور و معروف مرکزی درس گاہ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی سے فضیلت کی ڈگری حاصل کی اور لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا، جگہ جگہ ان کی تحریر و تقریر کا غلغلہ ہے، آج کل مادر علمی ہی کی آغوش میں رہ کر درس و تدریس کا شغل اپنائے ہوئے ہیں ویسے ان کا رجحان تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ ہے،

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ساتواں مقالہ مولانا شکیل احمد مصباحی اعظمی صاحب کا ہے، آپ نے "کلام نوری میں عشق رسول کے زمزمے تلاش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے آپ کا اسلوب نگارش اچھوتا اور دلکش ہے۔ آپ جامعہ حنفیہ کے ممتاز مدرس ساحر البیان، نقیب اور خوش الحان خطیب ہیں۔ علوم اسلامیہ کے علاوہ جونپور یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ایم۔ اے امتیازی ڈویژن سے پاس کیا اسوقت پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے کوشاں ہیں،

اللہ رحمن و رحیم کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

قارئین کرام!

فرداً فرداً سبھی مقالہ نگاروں کا تعارف پیش کرنا ضروری نہیں لیکن یہ "فیضانِ مفتیِ اعظم" ہے کہ فیضان المصطفیٰ جیسے دلنشین قلم کار شامل نمبر ہیں یعنی • مولانا ارشاد احمد مصباحی سہسرامی • شیخ الادب مولانا محمد محسن نظامی • مولانا تفسیر القادری قیامی • مولانا محمد عالم نوری • مولانا ریاض احمد برکاتی • مولانا امیر الدین شمسی • مولانا نبی بخش • مولانا احمد رضا بلرامپوری ـــــــ ادارہ ان تمام قلمکاروں کا شکر گذار ہے۔

ادارہ **نوری نکات** نہایت فخر کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ مبلغ اسلام علامہ بدر القادری صاحب اور شمس التحریر علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب نے سب سے پہلے اپنا قلمی تعاون پیش فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمایا ـــــ ادارہ ان کا بے حد ممنون و مشکور ہے۔

نمونہ اسلاف خطیب البراھین الحاج صوفی **محمد نظام الدین** قادری برکاتی نوری رضوی مدظلہ العالی نے اپنے دعائیہ کلمات سے نواز کر حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اللہ رحمٰن ورحیم موصوف کا سایہ تادیر قائم رکھے

پروف ریڈنگ وغیرہ میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی خامیوں سے انکار نہیں اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔ مضامین کی فراہمی وغیرہ میں مولانا شکیل احمد اعظمی برکاتی سرفہرست ہیں اور مولانا ڈاکٹر سراج احمد قادری مولانا ریاض احمد برکاتی، مولانا اختر حسین علیمی، صوفی قطب الدین چشتی شہزادۂ فقیہہ ملت مولانا انوار احمد قادری نیز امیر اللہ عزیزی سکریٹری جامعہ حنفیہ بستی اور انٹرنیشنل نامہ نگار مظہر آزاد وغیرہم ہمہ وقت ادارہ کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں ـــ اللہ رحمٰن ورحیم اپنے محبوب نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں ہم تمام لوگوں کو، راہ مستقیم پر چلنے والے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مجھے ایسے عمل کی دے توفیق
کہ ہو راضی تری رضا یارب (ذوق نعت)

علامہ بدرُ القادری صاحب مصباحی
مدیر اسلامک اکیڈمی ہالینڈ

زندگی کے گذرے ہوئے ماہ وسال کا کارواں جب تصورات کی راہوں پر جادہ پیما ہوتا ہے تو ان میں کچھ ایسے انمول لمحات جگمگاتے ستاروں کے مانند ملتے ہیں، جن کی تابانی ولمعانی ایسی پوری کائنات زیست پر پرتو فگن محسوس ہوتی ہے

سب کو بھولا، ان کا ملنا اور بچھڑنا یاد ہے
داستانِ زیست لمحوں میں سمٹ کر رہ گئی

دیدارِ اولیں

وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا ——— الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے طلبہ مئو جانے کی تیاریوں میں تھے۔ فرصت کا دن تھا، گرمیوں کا زمانہ، میں نے اپنے ہم وطن طلباء سے اس ہماہمی کا سبب دریافت کیا، معلوم ہوا مئو میں کسی حاجی صاحب کی دعوت پر شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار علم وفضل مفتیٔ اعظم ہند تشریف لائے ہوئے ہیں جن کی پیشانی کی سلوٹوں میں معرفت کا نور چمکتا ہے ——— تقویٰ وطہارت جن کے بدن کا لباس اور احقاق حق وابطال باطل جن کے عمامے کا طرہ ہے۔ وہ درحقیقت اسلامیان ہند کے لئے قابل فخر ہستی ہیں۔ مادر زاد ولی اللہ خاندانی عالم ظاہر وباطن ہیں۔

عرب وعجم میں ان کے والد گرامی مجدد ماۃ حاضرہ کے علمی فضل وکمال اور انقلاب آفریں مذہبی کارناموں کا ڈنکا بج رہا ہے۔ مفتی اعظم نائب امام احمد رضا ہیں۔ ان کے چہرے کی لمحہ بھر زیارت مدت العمر کی بے ریا عبادت سے بدرجہا بہتر ہے ——— آؤ تم بھی چلو

ان کی زیارت کرلو ، ایمان میں جلاء روح میں بالیدگی اور احساس و شعور میں علم کا ذوق نکھر پڑیگا.
بزرگوں کی نگاہ کرم سے کیا کچھ نہیں ملتا.

میں نے اپنے نگراں بزرگ بھائی مولانا حکیم حسام الدین صاحب گھوسوی سے اجازت لی پھر دار العلوم کے دفتر الحاج حضرت مولانا علی احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے اجازت طلب کی اور برادر کریم مولانا محمد قاسم قادری، مولانا عبد المجید نوری وغیرہ کے ہمراہ مئو کے لئے چل پڑا. کم عمر اور ناتجربہ کار تھا. آقائے نعمت حضور حافظ ملت کے زیر سایہ میں رہتا ضرور تھا مگر اہل اللہ کی بارگاہ کے آداب میں کیا جانوں؟ ان دنوں ہدایۃ النحو وغیرہ پڑھتا تھا ہم جماعت طلبہ بھی سبھی مجھ سے بڑے تھے. حافظ محمد امین جلال پوری، حافظ ...... مونگیری میری جماعت کے ذہین اور محنتی طلبہ تھے. میرے ہم ذوق کھلنڈرے طلبہ میں مولوی محمد اسرائیل دلیو ریادی میرے اچھے دوست تھے جو نئی نئی طرزیں لالا کر مجھ سے نظمیں لکھنے کی فرمائش کرتے تھے. اور میں شعر و ادب کی فضاؤں میں محو پرواز رہتا تھا.

اشرفیہ میری قلبی اور روحانی بالیدگی کا گہوارہ ہے. آج بھی یورپ کی دنیا میں دس سال کا زمانہ گذار لینے کے باوجود میں خواب کی دنیا میں پہنچ کر کبھی وطن مالوف گھوسی کی گلیوں اور کبھی اشرفیہ کی قدیم درس گاہ کے ارد گرد طواف کرتے رہتا ہوں. اشرفیہ کے ذکر پر خواہ مخواہ بھی جذبات میری مختصر داستان کو طولان بنا دیتے ہیں نہ جانے کیوں؟ پھر بھی اس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی ؎

بیانِ درد و محبت جو ہو تو کیوں کر ہو
زباں نہ دل کے لئے ہے نہ دل زباں کے لئے {ذوقؔ}

ہم سبھی احباب شوق کے پیروں سے اڑ کر مئو جا پہنچے. خوب اچھی طرح یاد ہے کہ مئو ریلوے کراسنگ روڈ کے پاس شارح بخاری فقیہ عصر، نائب مفتی اعظم علامہ مفتی شریف الحق امجدی دامت برکاتہم سے شرفِ ملاقات ملا. طلبہ کے سلام پیش کرنے پر حضرت کی رکشا، کی سب نے دست بوسی کی اور گھوسی کا باشندہ ہونے کے باوجود پہلی بار مجھے نائب مفتی اعظم ہند کی زیارت ہوئی اور یہ حسن اتفاق کیا کہنا کہ مفتی اعظم کی سرکار میں باریابی سے پہلے ان کے نائب سے ملاقات ہوئی. سرکار مفتی اعظم کے میزبان حاجی صاحب کے دولت کدے پر علماء کی بھیڑ

لگی ہوئی تھی اس بھیڑ میں میری نگاہوں نے پہلی بار اپنے مرشد طریقت کی زیارت سے شادکامی پائی۔ آقائے نعمت حضور حافظ ملت (علیہ الرحمہ) کے بعد یہ دوسری ایسی شخصیت تھی جو نگاہوں کی راہ سے میرے دل کے نہاں خانے میں اترتی چلی گئی۔ مخنی پیکر، گندمی رنگ۔ روشن وتابناک چہرہ، دمکتی پیشانی، جھکی جھکی نگاہیں، موتی لٹائے ہونٹ، روئی کے گالوں سے نرم نرم ہاتھ مصافحہ کو مل جائے تو آنکھوں سے مل کر، دل سے لگاکر بھی جی نہ بھرے۔ ؎

بعض اوقات کسی اور کے ملنے سے عدم
اپنی ہستی سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے

بچپن کا شعور ہی کتنا۔ دست بوسی کی۔ آنکھیں پھاڑے جب تک موقع ملا انھیں دیکھتا رہا۔ ملکوتی صفات سے مزین ایک ذات کے گرد منقول ومعقول کے ماہرین یا درسگاہ، فقہ وحدیث کے مسند نشین، خانقاہ وزرایا کے خرقہ پوش کیسے پروانہ وار نچھاور ہو رہے ہیں۔ میں اس وقت کچھ زیادہ تو سمجھ نہ سکا مگر حیرت واستعجاب نے یہ احساس ضرور دیا کہ اپنے اپنے فن کے ان عظیم فن کاروں، علمائے اعلام اور مشائخ کرام کا شہزادہ امام احمد رضا کے روبرو اس طرح سر آنکھیں بچھانا اور عقیدت واحترام میں بے خود ہونا بلا وجہ تو نہیں ہو سکتا ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ تھی سرکار مفتیٔ اعظم کے روئے تاباں کی پہلی زیارت جو مجھے نصیب ہوئی۔ میری عمر اس وقت ۱۲ / ۱۳ سال سے زیادہ نہیں تھی اس کے بعد برادر مکرم مولانا رضوان احمد شہید سے جو مفتیٔ اعظم کے مرید تھے نسبت رضوی ونوری کا نقش ذہن پر ثبت ہوتا رہا اور متعدد جلسوں اور کانفرنسوں کے مواقع پر اس آفتاب ولایت کی تابانیوں سے استفادے کا موقع ملتا رہا تاآنکہ اگست ۱۹۷۸ء میں ہالینڈ کا سفر درپیش ہوا۔ وہ سفر جس نے مجھے میرے ماحول، میری دنیا، میری جولانگاہ، میرے وطن اور میرے احساسات اور شعور کی رگوں میں نغمۂ تحریک بن کر گونجنے والی فضاؤں سے محروم کردیا ؎

بچھڑ گئے ہیں کہاں ہم سفر خدا جانے
نقوش پا بھی نہیں، گرد کارواں بھی نہیں

ہالینڈ میں کم و بیش دس ماہ کا پہلا قیام کرنے کے بعد وطن واپسی ہوئی تو روح کی کشش آستانہ عالیہ رضویہ پر لے گئی۔ میرے ساتھ ہالینڈ کے ایک معمر شخص اسحاق خدا بخش اور برادر کریم ڈاکٹر محمد قاسم قادری موسانوی بھی تھے۔ سرکار مفتی اعظم نے کرم فرمایا اور اپنے آنگن میں بلاکر شرف زیارت و بیعت سے نوازا اور میری خواہش اور طلب کے بغیر شہزادۂ گرامی علامہ اختر رضا خاں ازہری قبلہ سے خلافت نامہ منگواکر پر کرایا اور دستخط سے مزین فرماکر عنایت کیا۔

میں اس الطاف خسروانہ پر شرمندہ بھی تھا اور حیران بھی۔ ایک لاابالی، کھلنڈرا، غیر متوازن انسان، اعمال، اوراد اور معمولات تو الگ جس کے فرائض و واجبات بھی اگر رحمٰن و رحیم رب قبول فرمائے تو قابل قبول ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم۔ پھر بھی بزرگوں کا یہ فرمودہ میری تسکین کا ذریعہ بنا ؎

داد حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت، دادِ اوست

خلافت نامہ کے ساتھ خاص اندرون خانہ سے منگاکر اپنا استعمال کردہ ہلکے ہرے رنگ کا ایک رومال عطا فرمایا۔ رومال مبارک مولانا ڈاکٹر محمد قاسم قادری، الحاج محمد اسحاق خدا بخش اور مجھے مشترک عطا ہوا تھا۔ مگر کرم فرما دونوں رفیقوں نے اپنے حق سے دستبردار ہو کر مجھے ہی بخش دیا تھا۔ جو آج بھی میری گراں قدر متاع ہے۔

لباس عالم آخرت کا جز بنانے کے لئے بحفاظت رکھا ہوا ہے فقیر قادری کو اس نعمت گراں بہا کا حصول، سرکار مفتی اعظم کی غلامی میں داخلہ اور حصول خلافت ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ جون ۱۹۷۹ء کو ہوا فالحمد للہ الوہاب علیٰ نعمہ وکرمہ وفضلہ العظیم۔

دس سالہ قیام ہالینڈ کے دوران آفات ومصائب کے متعدد طوفان سامنے آئے ـــ مگر الحمد للہ میرے آقایانِ نعمت کا بے پایاں کرم ہے کہ ہر حال میں میری پشت پناہی فرماتے رہے اور ان حضرات کی پشت پناہی، عزم و ثابت قدمی، بلند حوصلگی اور بالآخر کامیابی کا ذریعہ بنتی رہی ہے ؎

اندھیری رات میں گر ان کی یاد ساتھ نہ دے
کہاں اٹھیں یہ قدم اور کہاں ملے منزل

ہالینڈ اور بلجیم کے اندر سلسلۂ عالیہ رضویہ کی اشاعت ہو رہی ہے ــــــ کئی خاندانوں کو بریلی شریف بھیج کر داخل سلسلہ کرایا گیا ہے بعض لوگوں نے حرمین طیبین کی سرزمین پر جانشین مفتیٔ اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری دامت برکاتہم کے دامن سے وابستگی حاصل کی ہے ــــــ اور ایک بار کے سفر ہالینڈ کے دوران جانشین مفتیٔ اعظم نے "قادریت و رضویت" کے انوار سے اس خطۂ تاریخ کو خود رونق بھی بخشی ہے۔ ؎

رہے یہ جاری قیامت تک ان کا فیض عام
جہاں میں پھولے پھلے باغ رضوی نوری بدرؔ

آخری دیدار

امسٹرڈم (I.C.N) اسلامک سینٹر نیدرلینڈ کی علمی تگ و دو نقطۂ عروج پر تھی اور وطن ہند میں بھی کئی ضروری کام میرے سفر کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسی دوران میرے مرشد طریقت کی کشش نے یہاں کے کاموں سے دل اچاٹ کر دیا اور یک بیک میں نے وطن کا رخت سفر باندھا۔ پہلے سیدھے گھوسی پہنچا پھر برادران گرامی مولانا محمد احمد مصباحی و مولانا عبدالمبین نعمانی کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہوا۔

نبیرۂ اعلیحضرت مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کے ذریعہ مرشد طریقت کی زیارت نصیب ہوئی ــــــ نقاہت حد سے زیادہ تھی اہل ارادت و محبت کا دن رات تانتا بندھا رہتا تھا۔ معالجین نے لوگوں سے ملنے جلنے پر پابندی لگا رکھی تھی ؏

خود راہ بنالے گا بہتا ہوا پانی ہے

کے مانند جانبازانِ مفتیٔ اعظم زیارت قدم بوسی حاصل ہی کر لیتے تھے۔ اس وقت حضرت پر اکثر استغراق کی کیفیت رہتی۔ زبان ہمہ دم محو ذکر رہتی۔ جب بھی ہوش میں آتے نماز کے بارے میں پوچھتے۔ مجھے نماز پڑھنی ہے۔ کیا میں نے نماز ادا کی؟ یا اللہ میری نماز! اس عرصہ میں مخلوق خدا شب و روز ٹوٹی پڑتی تھی۔ محلہ سوداگران میں مخلوق خدا کا تانتا لگا رہتا تھا ــــ شیخ و شاب۔ علماء فضلاء و عوام تمنائے دیدار لئے چلے آتے تھے۔ بنصف شب کے قریب ہم نے اس آفتاب ولایت کا دیدار کیا ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ان کے لرزتے لبوں کی دعائیں لیں۔ کسے خبر تھی یہ دیدار ہی ان کا آخری دیدار ہے اور اب اسی عالم میں نگاہیں ان کے جلووں سے محروم رہیں گی۔ دوسرے روز ہم لوگ مبارک پور لوٹ آئے۔

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۱ء کی تاریخ مسلمانان عالم، برصغیر کے لئے غم واندوہ کی یہ خبر لائی کہ شب میں ایک بج کر ۴۰ منٹ پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتیٔ اعظم کا وصال ہو گیا (اناّ للہ واناّ الیہ راجعون)

۱۵ محرم کو اپنی بیٹھک کے اندر نماز مغرب سے فارغ ہو کر اہل خانوادہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا کہ دارالعلوم اہلسنت شمس العلوم سے مولانا عاصم اعظمی، مولانا رضوان احمد شریفی کا فرستادہ حضرت کے وصال اور ۱۹ محرم — ۲ بجے نماز جنازہ کی خبر لایا۔ سنتے ہی بجلی سی گر پڑی، اوسان خطا ہو گئے۔ گھر میں جاکر والدہ ماجدہ کو خبر دی اور اجازت لے کر فوراً روانہ ہو گیا۔ بس سے اعظم گڑھ روڈ پہونچا تو شب کو ۱۰ بجے وہاں ہزاروں مشتاقانِ مفتیٔ اعظم کو آمادۂ سفر دیکھا — مبارک پور، محمد آباد، جین پور، گھوسی، خیر آباد، چریاکوٹ، شہر اعظم گڑھ اور دیگر قصبات و قریات کے مسلمان سواریوں کے انتظار میں سرگرداں نظر آئے۔

بہر حال ایک بس میں جگہ ملی اور ہم لوگ لکھنؤ جا پہونچے، برادران گرامی مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا عارف اللہ قادری، مولانا نصر اللہ قادری، مولانا قاری شفیق مبارک پوری، مولوی محمد محفوظ ہولندی اور راقم الحروف ہمراہ تھے لکھنؤ سے بھی مناسب وقت پر سواری مل گئی اور ۱۲ بجے تک ہم لوگ بھی سرزمین بریلی پر وارد ہو گئے — چند روز پہلے تو صرف محلہ سوداگران عشاقان مفتیٔ اعظم سے بھرا پڑا تھا — اور آج تو شہر بریلی کا وسیع وعریض دامن بھی انسانی سیلاب سے تنگ ہو رہا ہے ؎

یہ کس کے روئے منور کی جلوہ باری ہے

نظارہ کرتے کو پیر و جواں سبھی نکلے — بدر

لاکھوں سوگوار آنکھوں نے اس آفتاب ولایت کو زیر زمین چھپتے دیکھا تقویٰ اور پارسائی کا معیار اپنے کردار کے دامن میں رکھنے والا چلا گیا — مگر ایک روشن تاریخ چھوڑ کر — ایک شمع بجھ گئی مگر ہزاروں چراغ جلا کر —— انسانی قلوب واذہان میں ایمان و تقویٰ کے نور بکھیرنے والے مرتے کہاں ہیں وہ تو وفات پاکر زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

؎

تشنگان خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

"وہ عمدہ انسانی سماج کی تشکیل، باہمی امداد و اعانت اور خیر خواہی کے بنیادی اصولوں پر ہی ہوسکتی ہے جو معاشرہ کمزوروں کی حمایت، لاچاروں کی اعانت اور غم زدوں کی غمگساری کے جذبات سے خالی ہو تو وہ ترقی و خوشحالی کے مدارج طے کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوگا ـــــ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے اجتماعی معاشرتی تصورات میں ہر فرزند توحید کو باہمی امداد و اعانت غمگساری و مودت کی موثر تعلیم دی ہے۔"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من كان فى حاجته اخيه كان الله فى حاجته ومن خرج عن مسلم كربتة خرج الله عنه من كرب يوم القيامة. (بخاری و مسلم)

• جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہے گا اللہ اس کی حاجت پوری کریگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا تو خدا اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا۔"

من نفس عن مسلم کربتہ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربتہ من کرب یوم القیٰمہ ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والاٰخرۃ ومن ستر مسلماً سترہ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ فی عون العباد ما کان العباد فی عون اخیہ (ترمذی)

"رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کسی مسلمان کی کوئی دنیوی تکلیف اور پریشانی دور کرے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن کی تکلیف اور پریشانی سے اسے نجات دے گا اور جو قرض خواہ اپنے تنگدست مقروض کو اپنے قرض کی وصولی کے سلسلہ میں سہولت دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سہولت دے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اسکی پردہ پوشی کرے گا۔ اور جو کوئی بندہ جب تک اپنے کسی بھائی کی امداد و اعانت کرتا رہے گا اللہ تعالےٰ اسکی مدد کرتا رہے گا"۔

خیر الناس من ینفع الناس سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے۔

یہ وہ موثر تعلیمات تھیں جن پر عمل پیرا ہو کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے ایک ایسے سماج کی تشکیل کی تھی جو سراپا رحمت و مودت اور ہمدردی و غمگساری کا بے مثال مظہر تھا جس کا ہر فرد دوسرے افراد کی خیر خواہی اعانت اور ہمدردی کے لئے آمادہ رہتا تھا۔ انسان دوستی مسکین نوازی غریب پروری کی ذمہ داری خواص کے لئے بڑھ جاتی ہے اور خلقِ خدا کے لئے اس کے ایثار و خلوص اور مودت و محبت کا جذبہ امتیازی شخص کی علامت بن جاتی ہے۔

خدمتِ خلق

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید القوم فی السفر خادمھم فمن سبقھم بخدمۃ لم یسبقو بعمل الا الشہادۃ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قوم کا سردار سفر میں لوگوں کا خادم ہوتا ہے پس جو شخص خدمت کر کے ان پر سبقت لے جائے اس سے کوئی بھی شخص کسی بھی عمل کے ذریعہ بازی نہیں لے جاسکتا مگر یہ کہ شہادت کا رتبہ (بیہقی)

سربراہ قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کو سمجھے اوران کو آسانیاں بہم پہونچانے کی کوشش کرے بے کس ومجبور اور درماندہ انسانوں کی مدد وتعاون کرے۔ حاجت روائی مدد اور کارسازی صفتِ خداوندی ہے اس لئے خدمت کو فطرتِ الٰہیہ سے ایک قسم کی مشابہت حاصل ہے۔ اس لئے اس کی فضیلت ایک واضح حقیقت ہے۔ اس نقطۂ نظر سے جب ہم مقتدائے اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اسلاف کی طرح آپ کی زندگی کے بیشتر اوقات بندگان خدا کی اعانت، حاجتمندوں کی حاجت روائی اور درمندوں کے دلداری میں بسر ہوا کرتے تھے، مسند افتا رہو یا بیعت و ارشاد کی مجالس یا تعویذ نویسی کا شغل ہر مرحلہ میں لوگوں کی مشکل کشائی اور اعانت کے جلوے نظر آتے ہیں ــــــــ مسند افتاء پر بیٹھ کر لوگوں کے استفتاء اور استفسارات کے جوابات تحریر کرنا، دینی مشکلات کا حل کرنا اور انھیں منشائے شریعت سے آگاہ کرنا۔ پھر بیعت وارشاد اور تبلیغ واشاعتِ دین کے لئے ملک کے طول وعرض میں سفر کرنا، لوگوں کو روحانی قدروں سے آشنا کرنا، بدعات ومنکرات سے احتراز کی تعلیم دینا اور بھلائیوں کی ترغیب ودعوت بلاشبہ یہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے وہ عظیم علمی اور دینی کارنامے ہیں جن کے ذریعہ عام مسلمانوں کی خدمت بھی ہوتی رہی ہے لیکن خدمتِ خلق کا ہمہ گیر کارنامہ جو آپ نے تعویذات ونقوش کے ذریعہ انجام دیا وہ خدمتِ

خلق کے تعلق سے سب سے اہم ہے جس سے فائدہ اٹھانے والے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ وہ تمام برادران وطن بھی تھے جنکا اسلام سے کوئی بھی مذہبی تعلق نہ تھا۔ تعویذ کے طلب گاروں میں ہندو مسلم سکھ، عیسائی۔ مرد و زن ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگ ہوا کرتے تھے۔

سفر میں ہوں یا حضر میں جب بھی کوئی درد کا مارا حاضرِ بارگاہ ہوتا۔ اپنی مصیبتیں بیان کرتا اور چارہ گری کی استدعا کرتا، مفتیٔ اعظم ہند اسے تعویذ اور نقوش عطا فرماتے، زخموں پر تسکین کا مرہم رکھتے، مایوسیوں کے اندھیرے سے نکالتے اور مسرت و نشاط سے بہرہ مند کرتے۔ یہ شغل کسی مالی منفعت یا کسی ذاتی غرض سے ہرگز نہ تھا بلکہ خالصتاً لوجہ اللہ۔ خدا کے بندوں کی خدمت تھی۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کے اس جذبۂ خدمت نے بلا تفریق مذہب وملت سب کو آپ کا گرویدہ و شیفتہ بنا دیا تھا۔ بریلی شریف میں مقیم ہوں یا دوران سفر ہندوستان کے کسی شہر قصبہ یا قریہ میں اقامت گزیں ہوں یا رحلت و سفر کی حالت میں سواریوں پر ہوں، ہر جگہ درمندوں کا ہجوم پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع رہتا اور ہر دردمند شخص اپنی ضرورت پیش کرتا اور روحانیت کے تاجدار کی بارگاہ سے فیضیاب ہوکر خوش وخرم لوٹتا۔

؎ منعم بہ کوہ ودشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رخت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

ذیل میں راقم السطور ایک واقعہ نقل کرتا ہے جس کا تعلق حضور مفتیٔ اعظم ہند کی بے پایاں روحانی شخصیت سے ہے اور یہ جذبۂ خدمتِ خلق کی روشن دلیل ہے
میرے چھوٹے ماموں جناب امتیاز احمد صاحب جو عمر میں مجھ سے تقریباً ایک

سال بڑے ہیں ۶۲/۱۹۶۱ء کا ذکر ہے جب ان کی عمر بارہ تیرہ سال تھی. خبیث جنوں کے نرغے میں آگئے. ابتدا میں ایسا ہوتا کہ کبھی کانوں اور کبھی دانتوں میں شدید درد ہوتا پوری پوری رات بستر پر پڑے تڑپتے رہتے. تدبیریں الٹی ہوتیں اور دوائیں بے اثر ثابت ہوتیں پورا گھر ان کی جاں گسل تکلیفوں سے پریشان رہتا یہ آزار بائی ہی تھا کہ جنوں کے اثر سے ادھر ادھر بھاگنے لگے جب پکڑ کر لائے جاتے ہوش آتا تو انھیں پچھلی کیفیت یاد نہ رہتی۔

اسی طرح کے چند واقعات پیش آتے رہے کہ نانا جان مرحوم اور دوسرے اہلِ خانہ کو سحر یا جنوں کے اثر کا شبہ ہونے لگا پھر جھاڑ پھونک اور تعویزوں کا سلسلہ جاری ہوا بعض عاملوں کی کوششوں سے جن حاضر ہونے لگے یہ حضرات ان کو قابو میں لانے کی جد وجہد کرتے مگر ناکامی ہوتی۔

اب روز کا معمول ہوگیا تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد کچھوچھہ شریف کا چراغ جلایا جاتا ماموں جان ان کے سامنے بیٹھتے فوراً جن سوار ہوجاتے اور ایران وتوران کی باتیں کرتے اللہ ورسول کا واسطہ دے کر انھیں قائل کرنے کی کوششیں کی جاتیں مگر وہ کسی طرح مریض کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ اسی زمانے میں اوری کی جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ہوا جس میں علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ ایڈیٹر پاسبان، اور مولانا سید اسرار الحق صاحب صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ خصوصی مقرر کی حیثیت سے تشریف لائے تھے راقم السطور نے پہلی بار اسی جلسے میں ان دونوں بزرگوں کو دیکھا اور ان کی موثر و دلآویز اور پر جوش تقریریں

سماعت کیں، غالباً کچھ ہی دنوں کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کانفرنس دلی میں منعقد ہونے والی تھی جس کا خاص مدعا دلی اور اطراف دلی میں واقع سینکڑوں مساجد اور مقابر جن پر شرنارتھیوں کا ناجائز قبضہ تھا انھیں خالی کر کے ۱۹۴۷ء سے قبل کی پوزیشن پر لانا تھا۔

علامہ نظامی اور سید مولانا اسرار الحق صاحب نے عام مسلمانوں سے کانفرنس کے کام اور دلی چلنے کی خاص طور پر اپیل کی تھی۔ اسی دن کی شام کی بات ہے کہ میں نانا جان کے مکان پر موجود تھا بعد مغرب کچھوچھہ شریف کا چراغ جلایا گیا جس کے سامنے ماموں جان بیٹھے اس مجلس میں میرے چچا جناب محمد مصطفےٰ صاحب امجدی نانا جان جناب عبد الاحد صاحب راقم السطور اور دوسرے اہلِ خانہ موجود تھے۔ ایک مشہور عامل و معوذ نے پانی پر دم کر کے دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ جنوں کی سواری آئے تو ان سے کہا جائے کہ وہ پیچھا چھوڑ دیں اگر وہ شرافت کے ساتھ جانے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو آسیب زدہ کے چہرے پر رومال ڈال دیا جائے اور دونوں کانوں کو مضبوطی سے بند کر کے پانی کے چھینٹے مریض کے چہرے پر مارے جائیں اس اذیت سے جن پریشان ہوں گے اور پھر کبھی نہ آئیں گے۔

ہدایت کے مطابق عمل شروع ہوا ابتدا میں یکے بعد دیگرے دو جن آئے گفتگو ہوئی رخصت ہوئے آخر میں تیسرا سرکش جن آیا جس نے اپنا نام نور العین بتایا دیر تک مباحثہ و مکالمہ جاری رہا مگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہا تو چہرے پر رومال ڈال کر عامل کے دم کردہ پانی کے چھینٹے مارے جانے لگے جن شور مچاتا رہا چھوڑنے کی قسمیں کھاتا رہا جب اس نے کبھی نہ آنے کا وعدہ کیا تو پانی کا چھڑکاؤ بند کر دیا گیا اور رومال ہٹا لیا گیا اور ماموں جان

ہوش میں آ گئے، گھر والوں کو یک گو نہ مسرت حاصل ہوئی کہ اب جنوں کے آسیب سے مریض نے نجات پالی ہے مگر چند روز بعد یہ مسرت غارت ہو گئی اور شریر جنوں کا حملہ بڑی قوت و شدت کے ساتھ ہونے لگا۔ مریض کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی عاملوں کے تعویزات، پانی، چلے پھر شروع ہوئے درگاہوں میں حاضری دی جانے لگی مگر جن اپنی ضد پر اڑے رہے ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

ناناجان مرحوم لخت جگر کی تکلیفوں سے شب و روز متفکر رہتے اور ہر کس و ناکس سے التجائیں کرتے کہ وہ کسی ایسے عامل کا پتہ بتا دے جس کے جھاڑ پھونک سے فرزند خبیث جنوں کی گرفت اور ان کے شدید آزار سے نجات پا جاتے اسی پریشانی اور درماندگی اور بے کسی اور بے بسی میں دو تین سال کا طویل عرصہ گزر گیا ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا چھانے لگا۔ کسی معوذ کا تعویز کسی عامل کا عمل کارگر نہ ثابت ہوا

مایوسیوں کے اسی دور میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اوری تشریف لائے قیام حضرت مولانا مفتی حبیب الاسلام صاحب امجدی کے مکان پر ہوا (موصوف ناناجان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں)
مفتی صاحب ماموں جان کی حالت زار اور ان کے خانوادہ کی سالہا سال پرانی پریشانیوں سے بخوبی واقف تھے ناناجان نے جب مفتی صاحب کی وساطت سے فرزند کے حالت زار کا مختصراً تذکرہ بارگاہ مفتی اعظم ہند میں کیا اور تعویز کی درخواست پیش کی۔ حضرت نے قلمدان طلب فرمایا چند تعویزات تحریر فرمائے اور انھیں مریض کے گلے میں پہنانے اور بازو میں باندھنے کی ہدایت فرمائی دوسرے عاملوں کی طرح لمبا چوڑا چلہ یا دوسری

تدبیر کی کوئی ھدایت نہ فرمائی نانا جان نے ادب واحترام کے ساتھ تعویز لیا اور حکم کے مطابق ماموں جان کو تعویذات بنائے۔ اس کے بعد کیا ہوا نانا جان نے فرمایا

میں نے امتیاز احمد کے گلے میں تعویذ ڈال دیا حضور مفتی اعظم ہند ادری سے تشریف لے گئے پھر ایک رات خواب میں دیکھا کہ شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب تالاب کے کنارے فرش بچھا ہوا ہے کچھ لوگ خاموش بیٹھے ہیں ایک طرف کچھ کپڑا اور کنارے بالٹی میں پانی رکھا ہوا ہے ماحول یہ بتا رہا ہے کہ کسی کا انتقال ہو گیا ہے اور لوگ تجہیز وتکفین کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کس کا انتقال ہو گیا ہے ایک شخص نے جواب دیا نور العین، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ اس دینا سے رخصت ہو گئے ہیں (یہ تینوں نام ان خبیث جنوں کے ہیں جو ماموں جان کو برسوں سے مبتلائے آلام کئے ہوئے تھے) جب میں بیدار ہوا خواب پوری طرح یاد رہا یہ خواب ہی تھا یقین کیسے کر لیا جاتا کہ واقعی سچا بھی ہے لیکن دن گزرتے رہے اور امتیاز احمد کی صحت بحال ہونے لگی، جسمانی تکلیف اور جنوں کی سواری کا سلسلہ بند ہو گیا مجھے یقین آگیا کہ خواب سچا تھا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے تعویز کی برکت اور آپ کے روحانی تصرف سے جنوں کا خاتمہ ہو گیا

تقریباً ۳۵ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے بحمد ہ تعالےٰ ماموں جان زندہ سلامت ہیں مگر آج تک جنوں کے آسیب کا معمولی اثر بھی ظاہر نہ ہو سکا بے شمار عاملوں کے تعویذات چلے، جنوں کو جلانے، ہلاک کرنے، بند کرنے کی ساری تدبیریں جہاں رائیگاں ثابت ہوئیں روحانی دینا کے تاجدار کے چند نقوش نے مریض کو درد والم کی جاں گسل مشقتوں سے نجات دلادی۔

بظاہر یہ چند نقوش تھے جنکی حیرت انگیز تاثیر سے مدتوں کی کلفت و رنج سے صرف ایک شخص نے نجات نہیں پائی بلکہ خبیث جنوں کی ہلاکت کے سبب بے شمار ان کے شر سے مامون و محفوظ ہوگئے مگر حقیقتاً یہ حضور مفتی اعظم ہند کی روحانی قوت کا کرشمہ اور آپ کی ناقابلِ انکار کرامت تھی جو تعویذ کے پردہ میں اپنا کام کر گئی۔

اسی روحانی رمز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محقق عصر شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی مدظلہ العالی نائب مفتی اعظم ہند نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔

"حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا کچھ اللہ والے اپنی کرامتوں کو دوا اور تعویذ میں چھپاتے ہیں۔ د پھر سرکار سید حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص دعا کے لئے حاضر ہوا حضرت نے اسے ایک دعا کا نسخہ عنایت فرمایا۔ مدت کا مریض ایک خوراک میں ٹھیک ہوگیا حضرت نے اپنی کرامت دوا میں چھپالی"

یہی حال حضور مفتی اعظم ہند کا ہے کہ وہ اپنی کرامتوں کو تعویذ کے پردے میں چھپائے ہوئے تھے جس کی دلیل یہ ہے کہ وہی تعویذات بہت سے لوگ لکھتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔

(انوار مفتی اعظم ہند ص ۲۶۶)

ایک اور واقعہ

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی مسکین نوازی اور کرم گستری کا ایک واقعہ حضرت مولانا مفتی عزیز الحسن صاحب قبلہ خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند نے اس طرح بیان فرمایا:

۶۵-۱۹۶۴ء کا ذکر ہے۔ تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم مالیگاؤں تشریف لائے جب

میں دارالعلوم اشرفیہ مالیگاؤں میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی فرائض انجام دے رہا تھا۔ دارالعلوم اشرفیہ میں قیام فرمایا۔ صبح کا وقت تھا۔ ایک وسیع کمرے میں حضرت رونق افروز ہیں۔ عقیدت مند زائرین اور ضرورت مند لوگ مودب بیٹھے ہوئے ہیں، ہر شخص اپنی اپنی پریشانی اور ضرورت بیان کر رہا ہے۔ حضرت تعویذ عطا فرماتے اور دعا کرتے جاتے۔ اسی دوران ایک خستہ حال دیہاتی جس کے جسم پر پھٹا پرانا لباس ہے اور چہرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہیں بدحواسی کے عالم میں حضرت کے قریب پہونچا سلام عرض کیا، حضرت نے سر اوپر اٹھایا سلام کا جواب دیا اس شخص نے دست بوسی کی۔ حضرت نے خیریت دریافت فرمائی اس نے انتہائی لجاجت اور دل گرفتگی کے ساتھ عرض کیا:

"حضور میں غریب آدمی ہوں دو جوان بیٹیوں کی شادی کرنی ہے۔ تعویذ مرحمت فرمائیں تاکہ شادی کے سلسلے میں اخراجات کا انتظام ہو جائے۔"

حضرت نے نرمی سے فرمایا تم غریب ہو تمہیں تعویذ ضرور ملے گا۔ کچھ دیر بیٹھو۔ پھر حضرت تعویذ نویسی میں مصروف ہو گئے۔ چند آدمیوں کو تعویذ عطا فرمانے کے بعد دیہاتی شخص کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ پورے کمرے پر نگاہ ڈالی کہیں نظر نہ آیا۔ دریافت فرمایا۔ وہ غریب کہاں گیا؟ تلاش کیا جائے۔ لوگ یہ سنتے ہی باہر نکلے مدرسہ کے اردگرد تلاش کرنے لگے، دکانوں اور چائے خانوں میں گئے مگر وہ کہیں نظر نہ آیا حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور اس آدمی کا پتہ نہیں چلا کہاں گیا۔ حضرت نے فرمایا وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے جاؤ تلاش کرو۔ بار بار یہی جملہ دہراتے رہے۔ حاضرین پریشان ہو گئے۔ چونکہ وہ ایک اجنبی شخص تھا شہر کا باشندہ ہوتا تو اسے کوئی پہچاننے والا مل جاتا اس کے گھر جا کر لایا جا سکتا تھا مگر اس اجنبی غریب کو تلاش کر لانا سخت دشوار تھا اور حضرت کا پیہم اصرار وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے اسے تلاش کرو لوگوں نے دور دور تک تلاش کیا مگر اسے نہ ملنا تھا نہ ملا لوگ حیران ــــ اور ــــ حضرت کا مسلسل اصرار۔

مالیگاؤں کے ایک قریبی قصبہ کے چند معزز اشخاص حضرت کو اپنے وہاں لے جانے کے لئے حاضر ہیں۔ دیر ہوتی جارہی ہے وہ عرض کرتے حضور وقت زیادہ ہو گیا ہے گاڑی

حاضر ہے تشریف لے چلیں لیکن حضرت فرماتے ہیں "وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے لاسے تلاش کرو" اس طرح کافی وقت گذر گیا مضافاتی قصبہ کے لوگوں نے گذارش کی کہ حضرت چلنے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر کار میں بیٹھتے ہوئے فرمایا وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے کار روانہ ہوئی تمام ارادت مند رخصت ہوئے۔ مدرسہ کے اساتذہ اور ذمہ دار اس واقعہ سے حیران تھے الٰہی وہ کون شخص تھا جس نے حضرت کو پریشان کر دیا اور حضرت بار بار اسے یاد کر رہے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ ہوا ہو گا کہ مدرسہ کی طرف کار آنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ باہر آئے وہی کار جس پر حضرت سوار ہو کر گئے تھے مدرسہ کے دروازہ پر آکر رکی، اور حضرت نے کار سے باہر آکر فرمایا وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے اسے تلاش کرو یہ کہتے ہوئے مدرسہ میں داخل ہوئے اور قیام گاہ کے کمرے میں جاکر اپنی نشستگاہ پر بیٹھ کے بار بار فرماتے ہیں وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے حاضرین دم بخود ہیں پریشان ہیں۔ ابھی چند ہی منٹ گذرے ہوں گے کہ وہی خستہ حال دیہاتی حاضر ہوا۔ حضرت نے اسے دیکھا تبسم ہو کر فرمایا "تم آگئے"۔ پھر قرطاس وقلم سنبھالا چند نقوش تحریر فرمائے اور اسے عطا فرما دیئے اس کے بعد مضافاتی قصبہ کے معززین کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس دیہاتی شخص سے پوچھا تم کہاں چلے گئے تھے حضرت کو اور ہم سب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ جواب دیا میں بھوپڑپٹی کا رہنے والا ہوں، ایک غریب آدمی ہوں یہاں سے گھر چلا گیا تھا اب واپس آیا ہوں۔

بعد میں مضافاتی قصبہ کے معزز افراد سے حضرت کی اتنی جلد مراجعت کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے وہاں ناشتہ حاضر کیا گیا حضرت نے اسے ہاتھ نہ لگایا فرمانے لگے "وہ غریب ہے اسے تعویذ دینا ہے" اسی جملے کی تکرار کرتے رہے۔

آخر میں فرمایا ہمیں مالیگاؤں لے چلو کس کی مجال تھی انکار کرتا فوراً ہی ہم کار میں بٹھا کر یہاں لائے، راستہ میں بھی حضرت کی زبان پر وہی جملہ بار بار آتا رہا۔

خدمتِ خلق اور مفلس نوازی کا وہ جذبۂ خیر تھا جس نے آپ کو ایک انجانے غریب کے لئے اس درجہ مضطرب کر دیا تھا اور اس وقت تک سکون نہ حاصل ہوا جب تک اس غریب کو تعویذ عطا نہ فرمایا۔ اللہ کے قدسی صفات بندے مخلوقِ خدا کے زخم دل سے پریشان وغم زدہ کے

زخم پر مرہم رکھ کر ہی سکون ومسرت پاتے ہیں ان کا مقصد حیات دردمندوں کی غمگساری اور شکستہ حالوں کی چارہ سازی ہے۔ یہی طرز عمل رضائے الٰہی کے حصول اور دائمی راحتِ قلب وجگر کا سرچشمہ ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی عبقری شخصیت سے خیر وصلاح کے چشمے پھوٹے آپ کی پوری زندگی دوسرے انسانوں کی خیر خواہی و خدمت کے لئے وقف تھی وہ سفر میں ہوں یا حضر میں ہر حال میں خدمت خلق کے جذبات سے سرشار اور اس کے لئے مستعد رہتے تھے ان کی یہ ہمہ گیر خدمت کسی ذاتی غرض یا خارجی دباؤ کا نتیجہ نہ تھی انھوں نے اسے شہرت ونا موری یا دنیاوی مفاد کے حصول کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا بلکہ اسے ایک مقدس فریضہ سمجھ کر انجام دیتے رہے انھوں نے اس کے ذریعے خدا کی رضا طلب کی اور اسی سے صلہ کی امید وابستہ رکھی۔

میری قیمت تو ہے خاکِ کفِ پائے نوری

عالیجناب مضطر اعظمی صاحب

اللہ اللہ رے توقیر ادائے نوری — جان و دل ہوش وخرد سب ہیں فدائے نوری

سونے، چاندی کے ترازو میں نہ تولو مجھ کو — میری قیمت تو ہے خاکِ کفِ پائے نوری

میری سانسوں میں جو خوشبو ہے تو حیرت کیا ہے — دل کی آبادی میں چلتی ہے ہوائے نوری

چاند تاروں کا سپاہی کو سلام آتا ہے — میں قلم جب بھی اٹھاتا ہوں برائے نوری

اس سے پینے کا چلن سیکھیں سلاطین جہاں — ہے وہ میخانۂ تہذیب گدائے نوری

دھوپ خورشیدِ قیامت کی ہے لرزاں لرزاں — سایہ افگن ہے مرے سر پہ ردائے نوری

کفر والحاد کے سانپوں کو نگل جائے گا — آپ دید۔ بکفے میداں میں عصائے نوری

شب کے سناٹے میں رونے کی صدائیں کیسی — کوئی دیوانہ تڑپتا ہے برائے نوری

ہر نفس میں یہ دعا مانگ رہا ہوں مضطر
یا الٰہی مجھے لگ جائے دعائے نوری

مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے بیشمار خوبیوں سے نوازا تھا روحانی و جسمانی ہر اعتبار سے وہ قدرت خداوندی کا بہترین شاہکار تھے علم و فضل کی بے بہا دولت کے ساتھ خالق کائنات نے حسن و جمال کا انھیں وہ انمول خزانہ عطا کیا تھا جس کی نورانی شعاعوں سے کفر کی تاریکی چھٹتی اور ایمان کا اجالا پھیلتا دیکھا گیا۔ کئی لوگ صرف آپ کا دیدار کرتے ہی وارفتگیٔ شوق کے ساتھ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے ___ علم اور فقیری دونوں دو چیزیں ہیں ان دونوں کا اجتماع اگر کسی انسان میں ہو جائے تو وہ بڑا اہم انسان تصور کیا جاتا ہے۔

ایسے کمیاب مگر اہم لوگوں میں حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کی شخصیت علم و کمال اور فقر و غنا کا حسین سنگم تھی۔ قلم اٹھایا تو علوم و فنون کے دریا بہہ گئے۔ میدان عمل میں آئے تو ملت اسلامیہ کے لئے قابل تقلید نمونہ بن گئے۔ اللہ کی مرضی کے لئے جینا اور اس

"زہد جس پہ نازاں تھا وہ پارسا"

کی رضا جوئی میں زندگی کی سانس سانس کا محاسبہ کرنا مفتیٔ اعظم ہند میں دیکھا گیا۔ متقی و پرہیزگار کی داستان سے کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن اس صدی میں تقویٰ و طہارت کو جن چند مایۂ ناز شخصیات پر ناز تھا ان میں ایک آپ بھی تھے۔ زاہد و عابد تو بہت دیکھے گئے لیکن " زہد جس پہ نازاں تھا وہ پارسا "
اہل علم نے آپ کی فقاہت کا لوہا مانا، عوام نے آپ کے زہد و اتقاء کو معیار شرافت جانا، بہر حال علم ہو یا عمل ہر اعتبار سے آپ کی ذات بابرکات عوام و خواص دونوں کے لئے متنعم تھی۔

شریعت مطہرہ سے سر موانحراف کرنا تو درکنار کسی کو کرتے ہوئے دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے ؏
" ٹوک دو گر غلط کرے کوئی " ان کی زندگی میں ہر طرح رچا بسا تھا۔ تصنع اور ظاہری بناوٹ سے قطعی گریز کرتے جو کچھ دل میں ہوتا وہی زبان پر لاتے، دوسرے نام نہاد علماء سے مفتیٔ اعظم ہند کا رویہ قطعی مختلف تھا۔

واعظاں پند و نصیحت بر سر منبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

کے مزاج قطعی مخالف تھے جو ایسا کرتا اس کی اصلاح کرتے، اتباع شریعت میں ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ بسر ہوتا، تبلیغ وہ دوسروں ہی کو نہیں کرتے بلکہ وہ خود اپنے آپ کو عملی نمونہ بنا کر پیش کرتے ان کا قدم کبھی شریعت کے خلاف نہیں اٹھا، خلوت و جلوت میں ان کا عمل یکساں تھا اتباع شریعت میں ذاتی نفع و نقصان کا خیال ہرگز نہ فرماتے تمام شرعی امور کو بحسن و خوبی انجام دینے کی کوشش کرتے وہ چھوٹی چھوٹی باتیں جنھیں معمولی سمجھ کر علماء صرف نظر کر جاتے ہیں مفتیٔ اعظم ہند اس پر سختی سے کاربند تھے " زنان خانہ میں عورتیں زیارت کے لئے حاضر ہیں انتظار ہو رہا ہے جب آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منھ کھلے تھے آپ نے فوراً آنکھیں بند کرلیں اور فرمایا نقاب ڈالو نقاب ڈالو پھر عورتوں نے نقاب ڈال لیں پھر بہت دیر تک ان عورتوں پر لعن طعن کرتے رہے ـــــ اللہ اکبر شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو۔

احتیاط کا یہ عالم کہ علاج و معالجہ میں بھی تقویٰ اور اتباع شریعت کا بھرپور خیال رکھتے انگریزی دواؤں سے آپ گریز کرتے کیونکہ اس کے اجزاء میں بہت سی ایسی چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کا استعمال شرعی اعتبار سے مناسب نہیں ہوتا اسی وجہ سے آپ انگریزی علاج کو ناپسند فرماتے زندگی کے آخری ایام میں اعزہ کے اصرار پر آپ نے انگریزی علاج شروع کیا تو جب تک ہر دوا کے بارے میں

پوچھ کر اطمینان نہ کر لیتے استعمال نہ فرماتے یہی وہ تقویٰ شعاری تھی جس کے سبب عوام و خواص سب کی نگاہیں آپ کی طرف لگی تھیں لوگ پروانہ آپ کے قدموں پر نثار ہوتے اس دور میں جتنے صاحب سلسلہ تھے آپ ہی کے حلقۂ ارادت سے وابستہ تھے۔ مرید ہونے والوں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ لوگ جوق در جوق پروانہ وار آپ کے دامن ارادت سے کیوں وابستہ ہوتے اس سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

ھجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اہل تقویٰ ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کا زیادہ ڈر غالب رہتا ہے۔ مفتئ اعظم ہند دراصل وہ علم و فضل پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و اتقاء کے بھی عظیم منصب پر فائز تھے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تصویر کشی مناسب نہیں سمجھتے تھے کسی جرم کا ارتکاب کرکے کسی نفع کے حصول کے آپ ہرگز روادار نہیں تھے۔ تصویر نہیں کھنچوائی۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا حکومت ہند کو بھی آپ کے ارادہ و منشاء کا احترام کرنا پڑا، بغیر تصویر کھنچوائے پاسپورٹ بنا حج کے لئے تشریف لے گئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

زندگی بھر اتباع احکام الٰہی کرتے رہے اتباعِ سنت میں زندگی کا ہر لمحہ بسر ہوا ان کے جائز ارادوں کی تکمیل کیونکر نہ ہوتی ان کی استقامت علی الحق نے دنیا کے قانون بدل دیئے تصویر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور اسی شان سے حاضری ہوئی کہ دامن عصمت پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا۔

مفتئ اعظم ہند بڑے باپ کی اولاد تھے، امام احمد رضا کی علمی عبقریت کا ڈنکا ہر چہار دانگ عالم میں بج رہا تھا ان کی عظمت و جلالت کے اعتراف کے لئے یہی کیا کم تھا لیکن آپ نسبی جاہ و حشم پر عز و افتخار کے قطعی مخالف تھے۔ "پدرم سلطان بود" کے نہیں بلکہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تصویر تھے۔ آپ کے اطوار و کردار، بود و باش، رفتار و گفتار، نشست و برخاست سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا علم ہوتا تھا۔ کوئی ادا ایسی نہیں جو سنت مصطفٰے علیہ التحیۃ

والثناء، کے مخالف ہو، ان کی ذات سے اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے شرعی مسائل معلوم ہوتے تھے، ان کے طور طریقوں کو دیکھ کر زندگی کے صحیح طریقوں کا علم ہوتا تھا۔ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی فرماتے ہیں :

" میں نے مفتیٔ اعظم کو زندگی کے تمام شعبوں میں دیکھا ہے مگر ہر جگہ ہر وقت سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پایا" مبارکپور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "جمعہ کا دن تھا راجہ مبارک شاہ کی مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، باہر دھوپ کی شدت تھی مفتیٔ اعظم ہند ایک صاحب کے ساتھ اندر تشریف لائے اور لوگوں کے پیچھے صف میں بیٹھ گئے یہ تھا مفتیٔ اعظم ہند کا عمل۔ آج ہم دھوپ کی شدت کی تاب نہ لاکر لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے جگہ کی تلاش میں آگے بڑھ جاتے ہیں اور گنجائش نکال کر وہاں بیٹھ جاتے ہیں جب کہ شریعت کے بموجب کسی کی گردن پھلانگ کرکے آگے بڑھنا صرف فعل غیر مناسب ہی نہیں بلکہ ارتکاب جرم بھی ہے یہ مسئلہ تو سب پڑھتے ہیں مگر پڑھنے کی حد تک عمل کتنے لوگ کرتے ہیں ؟

مفتیٔ اعظم ہند کی ذات گرامی ان لوگوں میں سے تھی جو خود بھی عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرواتے تھے بالفاظ دیگر ان کی ذات گرامی دوسروں کے لئے مینارۂ ھدایت تھی اور وہ بھی اس طرح کہ تصویر کھینچنا کھنچوانا تو کجا جس گھر میں تصویر لگی ہوتی اس میں بیٹھنا تو درکنار داخل ہونا بھی پسند نہیں فرماتے۔

احمد آباد اپنے ایک عقیدتمند کے یہاں دعوت طعام میں تشریف لے گئے صاحب خانہ کے دروازے تک پہنچ کر آپ کے قدم رک گئے، صاحب خانہ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر بات کیا ہے اور آپ کے قریب پہنچ کر گھر کے اندر تشریف لے چلنے کی درخواست کی، حضور مفتیٔ اعظم ہند نے فرمایا : "تمہارا مکان صنم خانہ بنا ہوا ہے" یہ سنتے ہی وہ تیزی کے ساتھ اندر گئے اور دیوار پر لگی ہوئی ساری تصاویر ہٹائیں تب کہیں جاکر حضور مفتیٔ اعظم گھر کے اندر داخل ہوئے۔ زھد و پارسائی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔ ابھی اس مکان میں داخل بھی نہیں ہوئے مگر من جانب اللہ انہیں یہ احساس پہلے ہی ہو گیا، ان کے اسی زہد و اتقاء کو دیکھ کر محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے ممبئی میں فرمایا تھا :

آج کل دنیا میں جن کا فتویٰ سے بڑھ کر تقویٰ ہے ایک شخصیت مجدد مائۃ حاضرہ کے فرزند

دلبند کا پیارا نام مصطفےٰ رضا ہے جو بے ساختہ زبان پر آتا ہے اور زبان سے بیشمار برکتیں جنم لیتی ہیں نورچشم اعلیٰحضرت راحت دل خستگاں مفتیٔ اعظم بنام مصطفےٰ شاہ زمن اور حضور مفتیٔ اعظم ہند کے ایک شرعی فتویٰ پر آپ محدث اعظم ہند نے ہی یہ تحریر فرمایا تھا :

"هٰذا القول العالم المطاع وما علينا الا الاتباع "

یہ ایک ایسے عالم کا قول ہے جن کی اطاعت لازمی ہے۔ (استقامت مفتیٔ اعظم ہند نمبر ۱۹۸۳ ص۵۵)

محدث اعظم ھند اور دوسرے ارباب فضل وکمال اس قدر اہم باتیں لکھنے پر اس لئے مجبور ہوئے تھے کہ ان کا ہر لمحہ شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر صحیح اترتے ہوئے دیکھا تھا اور بار بار دیکھا تھا اسلئے مفتیٔ اعظم ہند کے بارے میں ایسے جملے یہ حضرات بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

مفتیٔ اعظم ہند اتباع شریعت میں بڑے اطمینان وسکون کامظاہرہ فرماتے نماز کا اھتمام ہر حالت میں یکساں فرماتے۔ سفر ہو یا حضر نماز کی ادائیگی اطمینان وسکون کے ساتھ کرنے کی عادت تھی۔

ایک بار کا ذکر ھے کہ آپ ناگپور سے تشریف لے جارہے تھے راستہ میں کسی اسٹیشن پر گاڑی رکی مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا ساتھ میں معتقدین کی ایک جماعت تھی نماز کی ادائیگی کے لئے سب لوگ ٹرین سے اتر پڑے، ٹرین اپنے وقت پر چل پڑی۔ کچھ بدعقیدہ لوگوں نے پھبتیاں کسیں کہ میاں گاڑی میں سامان آپ کا اور آپ کے ہمراہیوں کا گاڑی پر تھا، نماز سے فراغت کے بعد دیکھا تو پلیٹ فام سے ٹرین جاچکی تھی لوگوں کے سامان اسی گاڑی پر تھے سب لوگ بے حد متردد تھے مگر مفتیٔ اعظم ہند بہت مطمئن تھے۔ ابھی سب لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ سامان کا کیا ہوگا؟ اتنے میں دیکھا کہ گارڈ صاحب بھاگے چلے آرہے ہیں اور ان کے پیچھے پچاسوں مسافر دوڑتے آرہے ہیں۔ گارڈ نے کہا۔ "حضور گاڑی رک گئی ہے" حضرت نے فرمایا: "کیا انجن خراب ہوگیا ہے"؟ آخر حضرت ڈبے میں بیٹھے، انجن بدلا گیا اور اس طرح ۴۵ منٹ تاخیر کے بعد گاڑی چلی۔

(مولانا عبد المجتبیٰ مشائخ قادریہ ص۵ دہلی ۱۹۸۹ء)

حضور مفتیٔ اعظم ہند کشور ولایت کے تاجدار تھے۔ شریعت وطریقت کے تابعدار تھے، اپنے ہوں یا بیگانے سب کے لئے ان کی شخصیت ضیاء بار تھی، ہندو مسلمان سب کے لئے ان کا دربار کھلا رہتا تھا۔ اس تقویٰ وتقدس کو دیکھ کر ہر شخص ان کی بارگاہ میں آتا اپنی عرضی پیش کرتا مفتیٔ اعظم تعویذ دے کر

دعاؤں سے نوازتے اس دعا اور تعویذ میں نہ جانے کتنی تاثیر ہوتی کہ دعا کرانے اور تعویذ لینے والوں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا، یہ خدمت ان کی قوم کے لئے مفت تھی اس پر کبھی کسی قسم کی اجرت کے طالب نہیں ہوئے، آپ کی بارگاہ پر لگی بھیڑ میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔

روحانی حسن و جمال کے ساتھ جسمانی حسن و جمال کا عالم یہ تھا مشتاقان دیدار گلی کوچوں میں بھیڑ لگائے کھڑے رہتے اگر اس راستہ سے آپ کے آمد کی خبر ہوتی تو نگاہیں فرشِ راہ کر لیتے، اور جب تک نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو جاتے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے، علماء و فضلا آپ کی خدمت میں حاضری اپنے لئے باعثِ عز و افتخار تصور کرتے، کیونکہ مفتیٔ اعظم صرف تعویذ نویس ہی نہیں بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنی مثال آپ ہونے کے ساتھ علم و دانش کے بھی آفتاب تھے۔ ہزاروں علماء کو سند خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا تھا، آپ کی مقبولیت دیدہ وروں کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں تھی جس طرح پردہ فرمانے سے پہلے ظاہری حالت میں لاکھوں انسانوں کے دلوں کو سرور بخش رہے تھے ٹھیک اسی طرح آج لاکھوں نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ چاہنے والے آپ کے مزار پُرانوار سے اپنی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخش رہے ہیں۔

مفتیٔ اعظم جب تک زندگی کے قید و بند میں تھے عبقری ضرور تھے لیکن نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد جب آپ کی شخصیت کو ریسرچ و تحقیق کا موضوع بنایا گیا تو وہ حقائق نگاہوں کے سامنے آئے جنھیں نہ تو دیکھا گیا اور نہ ہی سنا گیا۔ آپ کی شخصیت پر مختلف جہتوں سے ریسرچ و تحقیق کرکے یہ ثابت کر دیا گیا کہ مفتیٔ اعظم ان باکمال افراد میں سے ہیں جو اپنے کارناموں کے سبب پہلے بھی زندہ تھے اور آج بھی زندہ ہیں بلاشبہ وہ خورشید ھدایت تھے اور خورشید ڈوبتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ ؎ جہاں میں مردِ حق ہیں صورتِ خورشید جیتے ہیں

اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

مفتیٔ اعظم ہند کی تقویٰ و پارسائی ضرب المثل تھی، تقویٰ کا یہ معیار تو کجا علماء میں کم دیکھا۔ ایکبار آپنے وضو فرمایا کتھا بالکل مختصر چھینگلی کے ناخن میں لگا رہ گیا آپ نے امامت کی پھر ہاتھ کی چھینگلی کو دکھاتے ہوئے فرمایا: چھینگلی کے ناخن میں پان کا کتھا لگا رہ گیا ہے پھر سے وضو کروں گا اور پھر سے نماز ہوگی۔

اسی تقویٰ ہی کے نتیجے میں سینکڑوں کافر آپ کی نورانی شکل و صورت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

وو سنہ ۱۹۹۲ء میں مَیں نے ایک مضمون قلمبند کیا تھا جس کا عنوان تھا " اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی " جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ پاکستان کے سالنامہ مجلہ "معارف رضا" میں اشاعت پذیر ہوا تھا جو کافی مقبول بھی ہوا تھا۔ اس کی مقبولیت ھی کی بناء پر جناب حضرت قاری محمد احمد صاحب مھتمم مدرسہ ضیاء القرآن شاھی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ نے اس کو کتابی صورت میں شائع کر کے ملک و بیرون ملک تقسیم کیا تھا "

میں نے اپنے اس مضمون میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور ان کے اقوال سے ایسی غیر مشروع روایتوں اور واقعات کو یکجا کیا تھا جو اپنی ساخت کے اعتبار سے اسلامی اور شرعی معلوم ہوتے ہیں مگر نفس الامر میں وہ ہفوات کا درجہ رکھتے ہیں اور پھر ان واقعات اور کہانیوں کی حقیقت حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیحی بصیرت کی روشنی میں واضح کیا تھا کہ عند الشرع ان کی حقیقت کیا ہے ؟

یہ چونکہ اسلامی ادب یا شرعی امور میں من گھڑت واقعات، کہانیوں اور روایتوں کا اختلاط آج کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ فتنہ ایک زمانۂ دراز سے چلا آرہا ہے اور اس سلسلے میں اپنے زمانے کے ہر جید عالم دین نے اپنی سی کوشش کر کے تنقیحاتی تحریک کو ارتقائی فروغ عطا کیا ہے چنانچہ حضرت شیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" کو ایسی ہی گڑھی ہوئی حدیثوں، روایتوں اور کہانیوں کی تنقیحات کا سرچشمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

تنقیح و تدقیق کے موضوع پر کام کرنے کے طریقے اس کی صورتحال مختلف ہوسکتی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے سابقہ مضمون کے تناظر میں پیر و مرشد حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی یکتائے روزگار تصنیف "فتاویٰ مصطفویہ" سے ایسی غیر مشروع روایتوں کو چھانٹ نکالا ہے جو عند الشرع لغو و مہمل کا درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے جب درج ذیل روایت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کتنا دقیع اور بصیرت افروز جواب مرحمت فرمایا ملاحظہ ہو:

از ترسائی علاقہ کاٹھیاوار مرسلہ مسلمانان اہلسنت بہ توسط حضرت مولانا مولوی محمود جان صاحب جامجودھپوری ۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۴۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) .. ..

(۲) زید اکثر اوقات نماز میں اپنے وعظ میں یہ قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک ورم کر گئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پتھر کو آگ پر گرم کر کے ورم کو اس پتھر سے سینکتے تھے۔ پتھر نے بارگاہ رب العزت جل وعلا میں عرض کی کہ الٰہی تیرا رسول مجھے اپنے فائدہ کے لئے آگ پر بار بار گرم کرتا ہے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ میں تیرا بدلہ لوں گا۔ چنانچہ فرشتوں نے اللہ عزوجل کے حکم سے اس پتھر کو جبل احد کی طرف پھینک دیا۔ جنگ احد کے دن اسی پتھر کو حبشی نے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھینکا جس سے حضور کا دندان مبارک شہید ہو گیا اس سے حضور علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسے بے علم شخص کو ہمیشہ کے لئے امام رکھنا باوجود اس کے کہ قوم آسودہ حال ہے وہ بہتر سے بہتر دوسرا امام رکھ سکتی ہے مگر پھر بھی زید کو امامت سے علیحدہ کیا نہیں جاتا آیا ان لوگوں پر مواخذہ شرعی ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے وعظ کہلانا کہ جس سے گمراہی پھیل رہی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: یہ قصہ بھی نرا من گھڑت ہے کہیں یہ روایت نہیں۔ نہ ہرگز کسی طرح معقول

اللہ اکبر۔ ہر کافر پتھر سے یہ اور ہزارہا طرح اور نفع لے سکے مگر اللہ کا حبیب و محبوب اگر اسے اپنی عنایت سے نوازے تو وہ الٹا شاکی ہو اور اللہ عزوجل اپنے محبوب کیلئے پتھر سے کام لینے کو نہ روا ٹھہرائے۔ بدلہ کسی ظلم کا لیا جاتا ہے تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر پر ظلم کرنے والے ٹھہرے۔ والعیاذ باللہ کیسا دریدہ دہن ہے جلد بتائیے کہ اس نے یہ قصہ کہاں سے کس معتمد و معتبر کتاب سے اخذ کیا ہے ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وہ ہرگز ثبوت نہ پیش کر سکے گا۔ وہ مفتری علی الرسول ہے، سخت جھوٹا کذاب جری و بے باک ہے۔

اس حدیث کا مصداق ہے مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُعْتَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ

(فتاویٰ مصطفویہ جلد دوم مکتبہ رضا ۳۱۹ گھیر شیخ مٹھو بریلی ص ۱۰۹)

یونہی جب درج ذیل کتابوں کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ علمائے دین مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کیا فرماتے ہیں؟

"شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب : شہادت نامہ جس میں تمام ترصحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے جیسے آئینۂ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نور نامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات افترات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستانِ امیر حمزہ از سرتاپا کذب و بہتان افترا و طوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جابجا صحابۂ کرام پر تبرا کیا ہے اس کا پڑھنا حرام، حرام۔ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی مصطفویہ جلد سوم مکتبہ رضا گھیر شیخ مٹھو بریلی ص ۲۴۰)

اور جب آپ سے جعدہ بنت اشعث کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا تھا یا نہیں؟ نیز "سوانح کربلا" مصنفہ حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت کی توضیح کس طرح ہوسکتی ہے۔ تو حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے جعدہ کی زہر خورانی اور سوانح کربلا کے مصنف کی عبارت کی توضیح جو اپنی خداداد تنقیحی بصیرت کی روشنی میں مرحمت فرمائی وہ لائق صد تحسین ہے جسے پڑھ کر دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں اور عش عش کے کلمات زبان سے بے ساختہ نکل پڑتے ہیں ملاحظہ ہو سوانح کربلا کی عبارت:

"مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت

امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعے یا معتبر حوالے کے لکھ دیا ہے۔

(سوانح کربلا۔ علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رضوی کتاب گھر بھیونڈی صـ ۶۴)

اب ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ مصطفویہ سے وہ پورا اقتباس۔

مسئلہ: از بمبئی کھوکھا بازار مکان ۲۴ دوسرا مالا پوسٹ ۳ جناب حافظ سید نورالحق صاحب قاسمی برکاتی قادری ۲۹ محرم الحرام ۵۳ھ

حضور والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک استفتاء حاضر کرتا ہوں اس کی وجہ سے یہاں بحث بے چینی ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاتلہ آپ کی زوجہ جعدہ ہے کیا اس کا ثبوت ہے یہاں علماء کی جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک وہ جس کے چند افراد کہتے ہیں کہ جعدہ کا زہر دینا ثابت نہیں اس لئے خواہ مخواہ الزام نہیں لگا سکتے اور ثبوت میں سوانح کربلا پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بناء پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی لکھا ہے کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا امام کی (قرین) کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں ملخصًا۔

دوسرا گروہ جس میں بمبئی کے تمام مولوی خواہ شہادت نامہ پڑھنے والے ہوں یا فاضل سب کہتے ہیں کہ بلاشک جعدہ اور ثبوت میں وہی مورخین کی روایات۔ جب کہا گیا کہ قتل مومن بالعمد کا الزام بغیر ثبوت کسی پر لگانا کب درست ہے تو جواب دیا کہ پھر تو معلوم ہوا کہ امام کو زہر دیا ہی نہیں گیا۔ آپ کی شہادت ہی نہیں ہوئی ورنہ قاتل کا نام بتاؤ غرضیکہ ایسی ہی باتیں ہو رہی ہیں۔ ارشاد فرمائیں کہ جعدہ نے زہر دیا ہے یا نہیں۔ شرعًا جعدہ کو قاتلہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں

(بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب)

الجواب: عزیز محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں مکان پر موجود نہ تھا الیسی کے بعد اب جواب حاضر کرتا ہوں تکلیف انتظار ہوئی۔ جعدہ کی طرف قتل امام عالیمقام کی نسبت کو علماء اعلام ائمہ

کرام نے مقرر رکھا ہے تو وہ محض بے سروپا حکایت نہیں کہ کسی مورخ نے یونہی اپنے ظن وتخمین سے اختراع کی ہو اور قیاسی ڈھکوسلوں سے گڑھ لی ہو اور پھر عوام میں مشہور ہوئی ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو علماء وائمہ ہرگز اسے قبول نہ ٹھہراتے مقرر نہ رکھتے اپنی تصانیف میں خود جودہ کی جانب نسبت نہ کرتے بلکہ وہ یقیناً اسی زمانہ سے مشہور و مستفیض خبر کی حیثیت سے منقول ہوئی اس لئے علماء وائمہ نے اس کا اعتبار فرمایا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے استفسار کہ کس نے آپ کو زہر دیا اس کے کچھ منافی نہیں شہرت و استفاضہ کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی وقت شہرت ہوجانا ضرور نہیں خصوصاً ایسا معاملہ جس کے اخفا کی شدید کوشش کی جائے ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت امام حسین کو اس کی اطلاع نہ ہو پھر ہوئی ہو یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہوگئی ہو مگر مزید اطمینان کے لئے دریافت فرماتے ہوں یا یہ کہ یہ استفسار محض دریافت منشاء کے لئے ہو کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا منشاء ہے۔ معاملہ سخت نازک تھا ادھر برادر محترم کی جان ادھر جعدہ زوجۂ امام تھیں اگر قصاصاً قتل کی جائے تو اپنے برادر محترم اور خود اپنی اور گھر بھر کی عزت۔ ممکن کہ قاتل معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت کا منشاء اس نازک مسئلہ میں دریافت کرنا ہو اس لئے یہ ذکر یوں چھیڑا کہ استفسار فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر اگر نظر کی جائے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے خیال مبارک میں زہر دینے والا ہے اور حضرت کسی مصلحت سے اس سے بدلہ لیئے جانے پر رضامند نہیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے جواب میں فرمایا اللہ اشد نقمۃ ان کان الذی اظن والا یقتل بی و اللہ بریٔ۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا یا اخی قد حضرت وفاتی ودنا فراقی لک وانی لاحق بربی واجد کبدی تقطع وانی لعارف من این دھیت فانا اخاصمہ الی اللہ تعالیٰ فبحقی علیک لا تکلمت فی ذالک بشیٔ واقسم علیک باللہ ان لا تریق فی امری محجمۃ دم۔ نیز ایک روایت میں ہے، یا اخی سقیت السم ثلث مرات لم اسقہ مثل ھٰذہ المرۃ فقال من سقاک قال ما سؤالک عن ھٰذا اترید ان تقاتلھم اکل امرھم الی اللہ (صواعق محرقہ)[1]

پہلی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو کسی کی طرف گمان ہے لہٰذا محض گمان پر نہیں فرمانا چاہتے

---

[1] صواعق محرقہ ص ۱۴۱ مطبوعہ استنبول۔

کہ فلاں نے زہر دیا فرماتے ہیں اگر وہ ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میرے خوں بہا بری کیوں قتل ہو مگر دوسری اور تیسری روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو معلوم ہے کہ قاتل کون ہے زہر کس نے دیا ہے۔ زہر بھی ایک بار نہیں تین بار دیا گیا ہے کہاں تک زہر دینے والا ایسی صورت میں پوشیدہ رہ سکتا، فرماتے ہیں۔ برادرم میں اس آفت کے پرکالے کو بیشک خوب پہچانتا ہوں میں اس سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا۔ تمہیں میرے حق کی قسم اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرۂ خون نہ بہانا۔ ان دونوں روایتوں میں توفیق کی صورت ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ ہر روایت کو ایک ایک وقت پر محمول کیا جائے کہ جس وقت تک یقین نہ تھا محض گمان تھا وہ فرمایا اور جب یقین ہو گیا تو یہ فرمایا کہ میں خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت کا قسمیں دے دے کر انتقام سے روکنا بلکہ اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو قسم دے کر منع فرمانا جو کچھ کہہ رہا ہے ظاہر ہے حضرت جانتے ہیں کہ برادر خورد کے علم میں بھی قاتل ہے یہ سوال محض دریافت منشاء کے لئے ہے یا یہ کہ یہ بات چھپی رہنے والی نہیں اگر برادر خورد کو اس وقت اس کا علم نہیں تو اب ہوا اور اب ہوا لہٰذا قسمیں دے کر ارادۂ انتقام سے روکا، اگر جعدہ قاتلہ نہ ہوتی تو قسمیں دینے کی حاجت نہ ہوتی اتنا بلیغ اہتمام منع نہ فرمایا جاتا اگر کوئی اور قاتل ہوتا جو اہلبیت سے نہ ہوتا اور حضرت اس سے دنیا میں انتقام نہ چاہتے تو بس اتنا فرماتے کہ اللّٰہ اشد نقمۃ اکل امرہ الی اللّٰہ۔ یہ قسمیں نہ دی جائیں یہ قسم دے کر اس معاملہ میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے ہی کو منع نہ فرماتے جو علماء جعدہ کی جانب قتل امام کی نسبت سے راضی نہ ہوں نہ ہوں نہ نسبت کنندہ علماء کو ان پر کسی طعن کا موقع ہے نہ انھیں ان پر جعدہ کی جانب نسبت نہیں کرتے اور وہ اپنے زعم میں اسے احتیاط جانتے ہیں کہ قتل وہ بھی قتل امام حسن جرم اشد و اعظم ہے اور بے قطع کسی مسلم کی جانب ایسے جرم کی نسبت جائز نہیں اور جو نسبت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ صحیح ہے مگر شہرت اور علماء و ائمہ کا قول ایسی چیز نہیں جو نظر انداز کی جا سکے وہ ائمہ بھی جانتے تھے کہ بے قطع کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی جانب نہیں کی جا سکتی تھی انہوں نے اس نسبت کو قبول کیا، برقرار رکھا خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا ہمارے لئے وہ قدوہ ہیں آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر رہے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو جب تو نسبت کرنا جائز جانیں ورنہ حرام۔ یوں تو یزید ہی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مظالم و قتل و غارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بدنہاد

اور شمر مردود اور نحس ابن سعد اور ان کے ہمراہیان کسی پر کوئی الزام نہ رکھا جا سکے سب کو یہی کہہ دیا جائے کہ خارجیوں کا یہ پروپگنڈہ ہے انہوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے حکام و عمال سے منسوب کر دیا۔ یا کوئی رد الفق نے خود دھوکے دے دے کر بلایا اور قتل و غارت کیا اور ان لوگوں سے منسوب کر دیا۔ سوانح کربلا میں جو یہ لکھا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا۔ اور یہ لکھا کہ اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط سمجھے۔ رہا یہ کلمہ کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا الخ بہت گراں ہے ہمارے ائمہ و علماء یہی فرماتے آئے اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا۔ یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علماء (ان کے) عدم اعتناء و قلت تدبر کا الزام ہوگا ہی۔ ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں ہمارے پیش نظر تو ائمہ و علماء اہلسنت کی تصانیف ہیں جن میں جعدہ ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا ہے کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں۔ صواعق محرقہ امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھئے وہ لکھتے ہیں:[1]

کان سبب موتہ ان زوجتہ جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیہا یزید ان تسمہ ویتزوجہا وبذل لہا مائة الف درہم ففعلت فمرض اربعین یوما فلما مات بعثت الی یزید تسالہ الوفاء بما وعدہا فقال لہا انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا۔ تاریخ الخلفاء[2] امام جلال الدین سیوطی میں ہے توفی الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالمدینہ مسموما سمتہ زوجتہ جعدة بنت الاشعث بن قیس دس الیہا یزید بن معاویة ان تسمہ فیتزوجہا ففعلت فلما مات الحسن بعثت الی یزید تسالہ الوفاء بما وعدہا فقال انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا۔ سر الشہادتین۔ جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی میں ہے سبب موتہ ان زوجتہ جعدة بنت الاشعث بن قیس سمتہ باغواء یزید بن معاویہ وکان یزید ضمن لہا ان یتزوجہا ففعلت فمرض الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اربعین یوما ثم مات فبعثت جعدة الی یزید تسالہ الوفاء بما وعدہا فقال انا لم نکن نرضاک للحسن افنرضاک لانفسنا۔

انہوں نے تو اس کے بعد یہاں تک لکھا فصارت فمن خسر الدنیا والاخرة ذالک ہو الخسران المبین۔ آئینہ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن رحمۃ اللہ علیہ میں بھی یہی لکھا ہے۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنی ہی بار سنی ہوئی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] صواعق محرقہ ص ۱۴۰ مطبوعہ استنبول [2] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۲ مطبوعہ اشرفی بکڈپو۔

(فتاویٰ مصطفویہ جلد سوم۔ مکتبہ رضا ۳۱۹۔ گھیر شیخ مٹھو، بریلی ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴)

نیز جب اسی طرح کا سوال فقیہ ملت قاضی شرع ضلع بستی وسنت کبیر نگر سے کیا گیا تو آپ نے بھی اپنی سی سعی اور علمی بصیرت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا۔ مگر جو فقہی بصیرت اور تنقیحی روحانیت حضور مفتیٔ اعظم کے یہاں جلوہ فرما ہے وہ دوسروں کے یہاں نہیں ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ فیض الرسول سے وہ اقتباس۔

مسئلہ: از قاضی الطیعوالحق عثمانی علاؤالدین پور ڈاکخانہ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

"سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دینا یہ مورخین کی زیادتی ہے اس سلسلے میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی آپ کے نزدیک صحیح ہے جیسا کہ آپ نے فتاویٰ ۲۰۶ محررہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ میں تحریر فرمایا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ "آئینۂ قیامت" استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہے جس کی صحت روایت کی تصدیق اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے جس میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کو دی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف صحیح ہے کیونکہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کی تصدیق کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے ذیل میں "آئینۂ قیامت" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: اس خبیث (یزید پلید) کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا جعدہ زوجہ امام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گا وہ شقیہ بادشاہ کی بیگم بننے کی لالچ میں شاہانِ جنت کا ساتھ چھوڑ کر سلطنت عقبیٰ سے منھ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہوئی۔ کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا، پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا یہاں تک کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کے اعضائے باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔" انتخاب شہادتین مع "آئینۂ قیامت" ص ۱۱ مطبوعہ انتظامی پریس کانپور۔

آئینۂ قیامت کے بارے میں سرکار اعلیٰحضرت قدس سرہ کی مصدقہ عبارت یہ ہے۔ عرض۔ محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے سننا چاہیے یا نہیں؟ ارشاد۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی کتاب جو عربی میں ہے وہ یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب "آئینۂ قیامت"

میں صحیح روایات ہیں۔ باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہتر ہے۔
(الملفوظات شریعت جلد دوم ص۹۱ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن روایتوں میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دی گئی ہے کیوں صحیح نہیں؟ اور اس روایت میں کیا سقم ہے؟ ظاہر فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف جو کی گئی ہے اس کے قابل اعتماد نہ ہونے کی وجوہات وہی ہیں جن کو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفصیل کے ساتھ سوانح کربلا میں تحریر فرمایا ہے یعنی اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں۔ اور کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہو سکتی ہے بعد کو ویسی تحقیق مشکل ہے۔ اور حال یہ ہے کہ حضرات حسنین کے صاحبزادوں میں سے کسی کو جعدہ کی زہر خورانی کا ثبوت نہیں پہنچا اسی لئے کسی نے اس سے مواخذہ نہیں کیا۔ پھر اس میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر ایک بدترین تبرّا بھی ہے کہ ان کی بیوی نے غیر سے سازباز کی۔ لیکن چونکہ عام طور پر مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ہی کی طرف کی ہے اور یہی مشہور بھی ہے اس لئے حضرت حسن خاں صاحب علیہ الرحمہ نے جعدہ ہی کی طرف اس واقعہ کو منسوب کر دیا۔ رہا "ملفوظ" میں "آئینہ قیامت" کی تصحیح کا سوال تو اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملفوظ ان کے وصال فرما جانے کے بعد اپنی یادداشت اور دوسرے لوگوں کے بیان پر مرتب کیا گیا ہے اور "فتاویٰ رضویہ" جلد ششم ص۱۰۷ میں ہے کہ بحال احتمال کبیرہ گناہ کی نسبت کسی مسلمان کی طرف جائز نہیں اور جب کہ جعدہ کے زہر کھلانے پر یقین نہیں بلکہ صرف احتمال ہے کہ بقول حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے محتاط بغیر صحیح روایت کے اس واقعہ کی نسبت جعدہ کی طرف مان لیں کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ انہوں نے اس نسبت کی تصحیح نہیں فرمائی ہے زیادہ سے زیادہ آئینہ قیامت کی تصحیح فرمائی ہے اور کسی ایک روایت کے قابل اعتماد نہ ہونے سے پوری کتاب کا اعتماد نہیں ختم ہو جائے گا ورنہ ہدایہ وغیرہ جو محققین کے نزدیک معتمد ہیں وہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ جائیں گی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی ۶ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم۔ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ص۶۶۴، ۶۶۵

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہٗ العزیز ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء ، ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز ایک ایسی عبقری شخصیت کا نام ہے جنھوں نے اپنے دور میں رشد و ہدایت تبلیغ و دعوت اور اصلاحِ امت کا فریضہ کچھ اس طرح انجام دیا کہ جس سے قرونِ اولیٰ کے ان مردانِ حق خاصانِ خدا، اولیائے کرام اور مصلحین و مبلغین اسلام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جن کا نفس نفس اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی میں گذرا اور ان کا ہر ہر عمل خدمتِ دین اور ہدایتِ مسلمین کے جذبے کا مظہر رہا، مفتیٔ اعظم ہند علم و عمل کا پیکر اور طہارت و تقویٰ کا سراپا تھے اور وہ سب کے لئے یہی پسند بھی کرتے تھے کہ ہر عالم و عامی مسلمان دین کی تعلیمات سمجھے اور سمجھ کر سچا اور باعمل مومن بن کر زندگی گذارے، وہ ایمان و عقیدہ اعمال و اخلاق اور حقوق و معاملات ہر ایک شعبے میں انحراف و کجروی اور بے اعتدالی کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور اس پر فوراً ٹوکتے اور مخلصانہ اصلاح فرماتے، خواہ سامنے کوئی بھی ہو۔ اپنا ہو یا غیر، مسلم ہو یا غیر مسلم، ہم عقیدہ ہو یا بدعقیدہ، عالم ہو یا عامی، امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت۔

مفتیٔ اعظم ہند تقریر و خطابت کے عادی نہ تھے مگر اپنے رسوخِ علم اور غایتِ فضل و کمال کی وجہ سے مرجعِ عوام ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے علماء فضلائے عصر بھی آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور اپنے دور میں سند اور اتھارٹی سمجھے جانے والے یہ معاصر علماء فقہا تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ، نحو، صرف اور معانی و بیان وغیرہ علوم و فنون کے ہر طرح کے علمی و فنی اشکالات اور فقہی مشکلات ان کے سامنے پیش کرتے تھے اور مفتیٔ اعظم ہند انھیں چٹکی بجا کر حل فرما دیتے اور

اپنے افادات و اصلاحات سے نوازکر مطمئن فرماتے، کسی کو کوئی خلافِ شرع کام کرتے یا کہتے پاتے تو از خود تنبیہات فرماتے، دورانِ تقریر و شعر خوانی شرعی چوک، غلطی اور بے احتیاطی پر بر وقت گرفت فرماتے، وہ زبان و بیان کا بھی خاص خیال فرماتے اور حسب ضرورت اصلاح فرماتے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

مفتیٔ اعظم کے علمی افادات سے استفادہ کرنے والوں میں دارالافتاء کے ممتاز مسند نشین درسگاہ کے باکمال و مشہور ترین اساتذہ و مدرسین، خانقاہ کے مرشدین، اسٹیج کے خطباء و مقررین اور اعلیٰ درجے کے دانشوران و مفکرین شامل ہیں۔

آپ کے افادات جہاں آپ کے فتاویٰ اور دیگر درجنوں تصنیفات میں بکھرے ہوئے ہیں وہیں آپ کے افادات دارالافتاء، درسگاہ، نجی محفلوں اور سیرت کے جلسوں میں سامنے آئے، جن کا بڑا حصہ اب تک قید تحریر میں نہیں آسکا ہے، مفتیٔ اعظم کے فیض یافتگان میں سے بیشتر حضرات ابھی باحیات ہیں انھیں چاہئے کہ بلا تاخیر توجہ دے کر ان افادات کو ضبط تحریر میں لائیں ورنہ یہ عظیم علمی سرمایہ ضائع ہوجائے گا۔

مفتیٔ اعظم ہند کے دو نامور خلفاء اور میدان افتاء و تدریس کی مایۂ ناز بالغ نظر شخصیات استاذی خال معظم، نائب مفتیٔ اعظم، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم القدسیہ اور استاذی بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی اور بعض دیگر حضرات نے کچھ افادات کا ذکر کیا ہے، ہم ان بزرگوں کے حوالے سے ان افادات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

علومِ خمسہ

مفتی محمد اعظم صاحب ٹانڈوی شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف و مفتی رضوی دارالافتاء فرماتے ہیں:

ایک بار جب کہ میں رضوی دارالافتاء میں بیٹھا مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کیونکہ مجھے یہ کتاب پڑھانے کو دی گئی تھی ـــــــ حدیث جبرئیل میں جہاں قیامت کو ان پانچ علوم میں بتایا گیا ہے جنھیں بے بتائے کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے ـــــ میں اس حدیث کو کئی بار پڑھا چکا تھا، علوم خمسہ طلبہ کو سمجھا چکا تھا بمالہ وماعلیہ ـــــ لیکن مجھے خود سمجھانے کے باوجود حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے اس حدیث کو سمجھنے کا شوق ہوا۔ میں نے حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے

دریافت کیا کہ حضور! اس حدیث میں پانچ علوم کے مخلوق کو علم ذاتی نہ ہونے کی تخصیص کی۔ تو پانچ ہی کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟ حالانکہ کسی چیز کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے ارشاد فرمایا، "آپ نے کہا کہ علوم خمسہ کی تخصیص کی گئی — یہاں تخصیص کہاں ہے؟ میں متنبہ ہوا اور سمجھ گیا کہ حضرت نے مجھے اس بات پر تنبیہ کی کہ آپ کو تخصیص نہیں کہنا چاہئے تھا کہ تخصیص علم معانی وبیان میں خاص صورت میں ہوتی ہے، خاص کلمات کے ذریعہ، مثلاً نفی اور استثناء کے ذریعہ اور کلمۂ اِنَّمَا کے ذریعہ اور تقدیم وغیرہ کے ذریعہ اور یہاں ایسی کوئی صورت نہیں — مجھے یہاں تخصیص نہیں بولنا چاہئے تھا — اس کے فوراً بعد حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمایا: یہ کہئے علوم خمسہ کی تخصیص بالذکر کی گئی ہے — اس تنبیہ سے میں نے حضرت مفتیٔ اعظم کے مبلغ علم کی بلندی اور تعمق نظر وفکر کو خوب سمجھ لیا اور میں نے اندازہ لگالیا کہ حضور مفتیٔ اعظم کا درس نظامی پر گہرا مطالعہ ہے، اگرچہ مفتیٔ اعظم کہلاتے ہیں مگر مدرس اعظم بھی ہیں۔ پھر حضرت نے وہ بتایا جو میں جاننا چاہتا تھا حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمایا: — "بیشک عالم کے کسی ذرے کا علم مخلوق کو بے عطائے الٰہی حاصل نہیں کہ علم ذاتی خاص ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ — حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پانچ چیزوں کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں اور ان پانچ کے سوا معاذ اللہ علم ذاتی مخلوق کو ہے۔ اصل میں پانچ کی تخصیص، ذکر کے ساتھ، اس لئے کی گئی کہ اس زمانے میں کاہن، قائف اور ساحر وغیرہ ان پانچ چیزوں کے علم کا دعویٰ کیا کرتے تھے اور وہ گمراہ تھے — اس قابل نہیں تھے کہ اللہ عزوجل انہیں ان چیزوں کا علم عطا فرمائے — جب انہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا نہیں اور وہ ان علوم کے جاننے کے مدعی تھے تو ان کے دعویٰ سے نکلتا تھا کہ انہیں ان چیزوں کا علم ذاتی ہے، تو قرآن وحدیث میں ان کا رد کیا گیا کہ اللہ رب العزت کے بے بتائے یہ جو دعوے کر رہے ہیں وہ غلط اور باطل ہے — ان علوم کو بھی وہی جانتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بتائے۔ اور یہ کاہن وغیرہ نہیں جانتے — یہ ہے وجہ تخصیص بالذکر کی"۔

یہ ایک حدیث خاص حضرت نے مجھے سمجھائی اور پتہ نہیں کتنی بار فتاویٰ سناتے اور دکھاتے وقت تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کے مطالب سمجھائے اور بتائے۔[1]

---

[1] مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۴۶، ۴۷

مقاماتِ اِنَّ مکسورہ

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے استاذ مولانا عبد الخالق رضوی کا بیان ہے، ۱۹۷۳ء میں ایک روز بعد نماز عشاء میں، مولانا بلال احمد رضوی اور مولانا محمد ہاشم یوسفی، رضوی دار الافتاء میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں تبرکاً بخاری شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے ـــــ حضرت مفتی اعظم نے بخاری شریف کی حدیث "اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کمال شفقت سے پڑھائی، عبارت پڑھتے وقت حضرت کا رعب علمی کچھ اس طرح غالب آیا کہ زبان سے اِنَّمَا کے بجائے "اَنَّمَا" نکل گیا۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّمَا نہیں اِنَّمَا ہے اِنَّمَا متعدد مقامات پر آتا ہے۔

(۱) القول مصدر سے جتنے افعال مشتق ہوں جیسے قَالَ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ

(۲) اسم موصول کے بعد جیسے جَاءَ رَجُلُ الَّذِیْ اِنَّہٗ قَائِمٌ

(۳) ابتدائے کلام میں جیسے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(۴) جس کی خبر میں لام تاکید آئے جیسے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

(۵) جوابات قسم میں جیسے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

سورج اپنے دائرہ میں چلتا ہے

ایک مرتبہ شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جونپوری مصنف "قانون شریعت" اور صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی مصنف "بشیر القاری" رحمہما اللہ المولیٰ اور کچھ دوسرے علماء کرام کی موجودگی میں بارگاہ مفتی اعظم میں چاند سورج وغیرہ کے متعلق گفتگو کے دوران حضرت مفتی اعظم نے فرمایا:

" زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں ـــــ اور ـــــ چاند سورج چلتے ہیں۔

اس پر علامہ میرٹھی نے عرض کیا:

قرآن مجید میں ہے "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا" یعنی سورج چل رہا ہے، اپنے مستقر میں۔ تَجْرِیْ سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے اور مُسْتَقَرٍّ لَّھَا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا۔ یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوں گی۔"

اس پر حضرت مفتی اعظم ہند نے فوراً جواب دیا:

" حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا " وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ "

توکیا وہ زمین کے ایک حصے پر ٹھہرے رہتے ہیں؟ چلتے نہیں تھے؟ ــــــ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا، چلتا ہے مگر اپنے دائرۂ حرکت میں"۔ [۱]

مقولۂ عرب میں مِنْ کا مطلب

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی، مفتیٔ اعظم کی ایک علمی مجلس کا حال یوں بیان فرماتے ہیں: ـــــــــــــــ

شرح مأۃ عامل میں عربی کا ایک مقولہ ہے "اَلنَّارُ فِی الشِّتَاءِ خَیْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جاڑے میں آگ اللہ اور رسول سے بہتر ہے اور ظاہر ہے یہ معنی کفری ہے۔

شرح مأۃ عامل میں یہ جواب دیا کہ "مِنْ" یہاں پر قسمیہ ہے۔ تو اب معنی یہ ہوں گے کہ اللہ و رسول کی قسم جاڑے میں آگ بہتر ہے ــــ مگر اس توجیہہ پر بھی یہ اشکال ہے کہ اللہ کی قسم کھانا تو جائز ہے ــــ مگر رسول کی قسم کھانا جائز نہیں ــــ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں مذاکرہ ہوا ــــ سب نے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے پھر آخر میں حضرت مفتیٔ اعظم رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا ــــ حضرت نے ایسا جواب دیا جس سے اس جملہ کی صحیح توجیہہ بھی ہوگئی اور اشکال بھی اٹھ گیا حضرت نے فرمایا کہ: "اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آپ لوگ روزمرہ کے محاورے میں بولتے ہیں ــــ یہ بات من جانب اللہ ہے اسی طور پر اس جملہ کو سمجھئے"۔

حضرت کے ارشاد سے صاف ہوگیا کہ "مِنْ" یہاں قسمیہ نہیں ہے کہ وہ اشکال ہو جو گذرا، نہ تفضیل بتانے کے لئے۔ جیسا کہ اس جملے میں ذہن کو دھوکہ ہوتا ہے ــــ بلکہ مِنْ یہاں ابتداء غایت کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے:

"اللہ و رسول کی جانب سے آگ جاڑے میں بہتر ہے"۔ [۲]

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ممتاز خلیفہ اور کثیر الاستفادہ تلمیذ

---

[۱] مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۴۸-۴۹

[۲] مفتیٔ اعظم ہند از عبد النعیم عزیزی ص ۴۲-۴۳ بحوالہ مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۶۸۔

[۳] مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۶۸، ۶۹

ہیں جنھیں گیارہ سال سے زائد رضوی دار الافتاء میں مفتیٔ اعظم کے زیرِ نگرانی فتویٰ نویسی اور علمی استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہے، وہ مفتیٔ اعظم کے افادات کے چند نمونے بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

توفبہا

ایک دفعہ میں نے لکھا تھا " توفبہا " فرمایا " فبہا " کے ساتھ " تو " کا کیا جوڑ؟ [۱]

ظاہر ہے کہ لفظ " تو " لفظ " فبہا " کے حرف " فاء " ہی کا ترجمہ ہے اگر فاء کے ساتھ " تو " بھی جوڑا جائے تو ایسے ہی ہوا جیسے آبِ زمزم کا پانی۔

مہر کی تانیث

حضرت مفتیٔ صاحب قبلہ آگے بیان فرماتے ہیں:

ہمارے اعظم گڑھ کے عرف میں " مہر " کو مؤنث استعمال کرتے ہیں، اس وجہ سے میں نے مہر کے لئے تانیث کا صیغہ استعمال کر دیا فوراً تنبیہ فرمائی۔ [۲]

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند ایک اچھے مدرس و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے مقبول اور کامیاب خطیب بھی ہیں، تقریری جلسوں میں بارہا اسٹیج پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب کو تقریر کرنے کا اتفاق ہوا ہے، اور ساتھ میں سفر بھی فرمایا ہے، نیز بریلی شریف اور مبارکپور میں فیض صحبت بھی اٹھایا ہے، بحر العلوم نے اپنی یادداشت سے مفتیٔ اعظم ہند کے کچھ افادات کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عمل" کا استعمال

لفظ "عمل" کا استعمال اللہ تعالیٰ کیلئے شرع میں کہیں بھی وارد نہیں، قرآن میں جہاں کہیں بھی لفظ "فعل" کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں جیسے سورۂ بروج میں:

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور سورۂ حج میں اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ وغیرہ

گیا کے ایک جلسے میں حضرت بحر العلوم کی زبان سے لفظ "عمل" کا استعمال ہو گیا تو مفتیٔ اعظم ہند نے بحر العلوم سے فرمایا:

" رات آپ نے تقریر میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عمل" کا استعمال فرمایا، اگر کہیں قرآن و حدیث میں یہ لفظ آیا ہو تب تو اس کا بولنا صحیح ہوگا ورنہ نہیں، اس امر کی تحقیق کر لیجئے گا۔"

---

[۱] انوار مفتیٔ اعظم ص ۲۵۸ [۲] ایضاً ص ۲۵۸

بحر العلوم لکھتے ہیں: آج پندرہ بیس سال ہو گئے اور میں اس سلسلے میں غور کرتا رہتا ہوں، مجھے تو کوئی ایسا محلِ استعمال نہ ملا۔ (مفتیٔ اعظم نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی ص۳۲ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مسلمان بدنصیب نہیں ہوتا

بحر العلوم ہی کا بیان ہے:

مغربی یوپی کے کسی علاقے میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا کہ "بدنصیب مسلمان آج کل رات میں بارہ بجے تک سنیما دیکھتے ہیں اور دن میں دس بجے تک سوتے ہیں، یک بیک (مفتیٔ اعظم ہند نے) بازو سے میری طرف پوری طرح مخاطب ہو کر کہا، نہایت بلند آواز میں، بے حد بیزاری کے ساتھ، گویا مجھ پر پھٹ پڑے۔

"مولانا! میں اس کو مان نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بدنصیب ہو، آپ اس کو بدنصیب نہ کہئے، کچھ اور کہہ لیجئے حق یہ ہے کہ جس امت کے نگہبان رسول عربی ہوں، وہ بدقسمت کیسے ہو سکتی ہے"۔ (مفتیٔ اعظم ہند نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی ص۳۲ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

طوفان گذر جائے گا

بحر العلوم لکھتے ہیں:

اور (مفتیٔ اعظم کا) زبان و بیان کی اصلاح کا انداز تو بے حد دلچسپ اور پرلطف ہوتا تھا، ایک دفعہ لوگوں نے آپ کے سامنے کہنا شروع کیا! طوفان (ایکسپریس) ایک بجے آرہا ہے، ایک بجے طوفان آرہا ہے" کئی بار اس جملے کو سن چکے تو فرمایا۔ "سبحان اللہ بولنے کا کیا انداز ہے" طوفان آرہا ہے" "طوفان آرہا ہے"، میاں! کہنا ہی ہے تو یوں کہو "ایک بجے بریلی اسٹیشن سے طوفان گذر جائے گا"۔

بحر العلوم دونوں جملوں "طوفان آرہا ہے" اور "طوفان گذر جائے گا"، کے فرق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں! "سبحان اللہ بات وہی ہے، لیکن پہلے جملے کا ظاہر بے حد بھیانک ہے اور دوسرے کا ظاہر و باطن یکساں خوشگوار، تھوڑے سے تصرف نے قبیح کو حسن بنا ڈالا"۔

(مفتیٔ اعظم نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی ص۳۲ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

بلا کا حافظہ

مفتیٔ اعظم زبان و بیان کی لطافت کا خیال رکھنے کے ساتھ بزرگوں کی شان میں حد درجہ محتاط بھی تھے وہ یہ بھی نہیں پسند فرماتے تھے کہ کوئی ایسا جملہ بھی استعمال کیا جائے جس میں ظاہر ہی کے اعتبار سے سہی کوئی نقص یا بے ادبی کا ادنیٰ سا شائبہ تک موہوم ہوتا ہو، اگرچہ اس جملے کا استعمال مقام مدح وستائش میں عام اور رائج ہو، مثلاً "بلا کا حافظہ"۔

حضرت بحر العلوم لکھتے ہیں: فتاویٰ رضویہ جلد سوم شائع ہوئی تو آپ (مفتیٔ اعظم ہند) کی

خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک نسخہ لے کر حاضر خدمت ہوا، خیال ہوا کہ اس کا پیش لفظ سنا دیا جائے، پیش لفظ میں ایک جگہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی قوتِ حافظہ کے بارے میں تحریر تھا، "حافظہ اس بلا کا تھا"

بحر العلوم آگے فرماتے ہیں! پوری زندگی ہم نے اس جملے کو بار بار مقام مدح میں سنا اور پڑھا اور یہاں بھی موقع استعمال موقع مدح ہی تھا سن کر حضرت نے فرمایا:

"واہ واہ" آپ نے حضرت کے حافظے کی تعریف فرمائی ہے یا تنقیص کی ہے، آپکا حافظہ بلا کا تھا، یہ بلا کون سی چیز ہے،،

حضرت بحر العلوم اس اصلاح و تنبیہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے وہ اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، تب مجھے احساس ہوا، حضرت (مفتیٔ اعظم ہند) زبان وبیان کا بھی کس درجہ لطیف ذوق رکھتے تھے اور اس کی باریکیوں پر کیسی مہارت تامہ حاصل تھی، الغرض آپ کی بارگاہ میں شرعی لغزش ہو یا اخلاقی ولسانی سب پر پوری دار وگیر ہوتی اور اعلانِ حق اور امر بالمعروف کا پورا پورا حق ادا کیا جاتا۔ (مفتیٔ اعظم نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی ص۳۲ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

فاسق کے پیچھے نماز صحیح مگر مکروہ تحریمی ہے

ایک بنارسی مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ہر فاسق وفاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ (حدیث)

تو جب حدیث پاک سے ثابت ہے، تو نماز واجب الاعادہ کیوں؟ اور دوسرے یہ کہ جس مکروہ تحریمی سے اعادہ واجب ہوتا ہے، وہ کون مکروہ تحریمی ہے؟ خارج نماز یا داخل نماز؟

حضرت مفتیٔ اعظم، اس الجھن کے ازالے کیلئے حدیث کے مفہوم اور اس فقہی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے افادۃً یوں رقمطراز ہیں۔

"جواز بمعنی صحت بھی ہوتا ہے اور بمعنی حل بھی، فاسق ومبتدع جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یعنی صحیح ہو جاتی ہے، مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ فرض گردن سے اتر جاتا ہے اور ناجائز ہے، یعنی ان کے پیچھے پڑھنا انھیں امام بنانا، رد المحتار میں فرمایا جاز ای مع کراھۃ التحریم، وہ حدیث جس کا مولوی صاحب نے ذکر کیا یہ ہے صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، علامہ سید عبد الرؤف مناوی قدس سرہٗ تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی شرح یں فرماتے ہیں: صَلُّوا جوازاً خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ ای فاسق فان الصلوٰۃ خلفہ صحیحۃ، لکنہا مکروھۃ (مفتیٔ اعظم ہند آگے فرماتے ہیں) نماز جب کسی

مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہو تو واجب الاعادہ ہوتی ہے، كُلُّ صَلٰوةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا، جب بحالت نماز ایک گناہ کا ارتکاب کیا تو نماز اس کی ایک ناجائز امر پر مشتمل ہوئی، کراہت کے لئے اشتمال کافی ہے، وہ مکروہ خارج ہو یا داخل۔ (فتاویٰ مصطفویہ ج ۲ ص ۴۵) ؏؏

منقبت حضرت مفتی اعظم ہند

از: فروغ احمد اعظمی مصباحی، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

مفتیٔ اعظم فقیہِ اعظمِ ہندوستاں
وصف سے عاجز قلم ہے اور قاصر ہے زباں

بوالحسین نوری و مارہروی کے لاڈلے
نورِ چشمِ اعلیٰ حضرت تاجدارِ سُنّیاں

فقہ و فتویٰ، زہد و تقویٰ اور ہدایت کے امام
وارثِ علمِ نبوت مظہرِ غوثِ زماں

کم غذا تھے اور تھے کم خواب اور کم گو بہت
تم میں تھیں موجود خاصانِ خدا کی خوبیاں

عالم و عامی شہنشاہ و گدا، ہر ایک ہی
بہرِ کسبِ فیض آتے تھے تمہارے آستاں

وہ بہارِ بوستانِ قادریت تھے فروغ
ان کی خوشبو سے معطر اور معنبر تھا جہاں

اہمیت فقہ اسلامی

فقہ اسلامی مذہب اسلام کا وہ عظیم الشان علمی وآئینی ذخیرہ ہے اور بیش قیمت سرمایہ ہے جس کی اہمیت وافادیت اور عظمت ورفعت کا تذکرہ کلام ربانی، حدیث نبوی اور کتب اسلامی وغیرہ میں جا بجا دکھائی دیتا ہے بلکہ اکناف عالم میں اس سے بہتر آئین آج تک کسی آئین ساز کو پیش کرنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی، فقہ اسلامی ہی وہ اصول وقانون ہے جو انسان کے جملہ شعبہ ہائے زندگی میں درپیش مسائل کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ علامہ سید ظہیر احمد زیدی تلمیذ صدر الشریعۃ سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقمطراز ہیں:

"احکام فقہ کی خصوصیت یہ ہیکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے، افعال و اعمال انسانی کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلہ اجنبی سے متعلق صراحتًا حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ وہ حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن ومعاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر وصالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔

بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور رہے اور انہوں نے اس کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔ (آداب الافتاء ص۱۰)

علم فقہ کی اہمیت وافادیت اسی بنا پر ہے کہ فقہ اسلامی بین الاقوامی سطح پر اپنی اہمیت و جامعیت کا اعتراف اپنوں اور غیروں سب سے کرا چکا ہے دنیا کے کسی قانون ساز ادارہ نے آج تک ایسا کوئی جامع اور مکمل دستور زندگی نہ پیش کیا ہے اور نہ کرسکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ مدون و مرتب قانون کسی انسان کی ذہنی پیداوار کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کا مصدر و ماخذ سرچشمۂ ہدایت کلام ربانی اور ارشادات نبی کریم علیہ السلام ہیں، اور اس کی تدوین و ترتیب کرنے والے بزرگ فضل و کمال کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کے فہم و ذکاء، تیقظ و بیدار مغزی، دقت نظر اور فراست کاملہ کا اعتراف سب نے کیا ہے۔

فقہائے اسلام

ملت اسلامیہ کے جس طبقے نے مکمل تندہی، حاضر دماغی مشقت وجانفشانی خداداد صلاحیت و بصیرت اور کدو کاوش سے قرآن وحدیث سے ہزاروں کلیات و جزئیات کا استخراج فرمایا، اسے اکناف عالم میں نہایت ذمہ داری و دیانت داری سے پھیلایا اسی فیروز بخت طبقہ کو تاریخ اسلام اور زبان شرع میں فقہاء کے مقدس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقدس جماعت نے آغاز اسلام سے لیکر آج تک اپنی اپنی ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، قوت استدلال اور فکر سلیم کے ذریعہ قوم وملت کی رہنمائی کی اور ان کی دینی ضرورتوں کو پوری کیا اور کر رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تاقیامت کرتی رہے گی۔

مفتی نقی علی خاں بریلوی

ہندوستان میں تیرہویں صدی کے فقیہ اعظم

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ خاک ہند کی خمیر علم وفضل، فکر وفن، حکمت وکمال سے گندھی ہوئی ہے۔ اس خاک سے ہر قرن اور ہر زمانے میں علم وحکمت کے ایسے پیکر ابھرے جنھوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے تاریک دلوں میں حکمت و دانائی کا چراغ روشن کئے اور تفسیر وحدیث، منطق، فلسفہ، فقہ واصول فقہ غرضیکہ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں جس کا اعتراف تاریخ کے ہر ہر ورق میں نظر آتا ہے۔

ہندوستان کا علاقہ جسے آج کل "اترپردیش" کہا جاتا ہے اس کی مردم خیز سرزمین سے بڑے بڑے نامور علماء وفضلا، ادباء وشعراء اور محققین ومورخین پیدا ہوئے ہیں جن کی دینی، علمی، مذہبی اصلاحی، سماجی اور سیاسی خدمات کو تاریخ میں نمایاں مقام ملا ہے۔

شہر بریلی اسی صوبہ اتر پردیش کا وہ مشہور مقام ہے جہاں تیرہویں صدی میں چند ایسی شخصیتیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں جن کے گیسوئے علم و حکمت سے ایک جہاں معطر ہے جنہیں دنیا خاندان رضا کے نام سے جانتی ہے اس خاندان کے نفوس قدسیہ نے سیاسی، سماجی، اصلاحی، تبلیغی، مذہبی اور دینی خدمات میں وہ نقوش قائم کئے ہیں جو تا قیامت تابندہ و درخشندہ رہیں گے، خصوصًا فقہ و افتاء میں ان کی عظیم خدمات کے سامنے تو آج عرب و عجم سبھو دنیاز لٹا رہے ہیں۔

مفتی نقی علی خاں کے والد ماجد

جب ہم تاریخ روہیل کھنڈ کا مطالعہ کرتے ہیں تو علمی دنیا میں وہاں ایک سے بڑھ کر ایک صاحب فضل و کمال دکھائی دیتے ہیں مگر تیرھویں صدی کے وسط میں فقہی میدان میں جن شخصیات کا نام سر فہرست نظر آتا ہے ان میں ایک امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز ہیں جنہوں نے اپنی ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، عقل سلیم اور خداداد فقہی صلاحیت و لیاقت سے اقران و امثال پر فوقیت حاصل کی اور مکمل چونتیس [۳۴] برس تک اپنی فقیہانہ بالغ نظری سے قوم کو مستفیض فرمایا، مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری صاحب رقمطراز ہیں۔

" تیرھویں صدی ھجری میں امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے جد امجد امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہٗ م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء نے ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں بریلی کی سرزمین پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی اور ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا کارگراں قدر بحسن و خوبی انجام دیا۔ "

(مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۴۳)

مولانا رحمان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" مولانا رضا علی خاں ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم سے علوم درسیہ حاصل کرکے بعمر ۲۳ سال ۱۲۴۷ھ میں سند فراغت حاصل کرکے اماثل و اقران کے منظور نظر اور مشہور اطراف زمانہ ہوئے۔ بالخصوص علم فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔" (تین برگزیدہ شخصیتیں ص ۸)

مفتی نقی علی بریلوی قدس سرہٗ

تیرہویں صدی ہی میں ایک دوسرا عبقری فقیہ جغرافیۂ ہند پر اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مرجع فتاویٰ بن جاتا ہے جسے دنیا امام المتکلمین مفتی نقی علی

خاں بریلوی قدس سرہٗ کے نام سے جانتی ہے۔ ادیب شہیر مولانا یٰسین اختر مصباحی مدظلہ العالی ارقام فرماتے ہیں:

"امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ جمادی الآخرہ یا رجب سنہ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خاں بریلوی قدس سرہٗ سے حاصل کی دقت نظر اور اصابت فکر میں یکتائے روزگار تھے بے پناہ فہم و فراست کے مالک تھے۔" (دبستان رضا ص ۱۲)

مولانا سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

"مفتی نقی علی خاں دقت نظر اور اصابت فکر میں یکتائے روزگار تھے بے پناہ فہم و فراست اور زیرکی و دانائی کے مالک تھے (چند سطر بعد) آپ نے مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد سنہ ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علماء و فقہاء سے اپنی علمی صلاحیت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہو گئے۔" (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۴۲)

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جو دقت نظر، وحدت فکر، فہم صائب اور رائے ثاقب ان کو عطا فرمائے تھی معاصرین میں نظر نہیں آتی۔"

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۶)

مولانا رحمٰن علی خاں لکھتے ہیں:

"عمر گرانمایہ خود باشاعت سنت وازالۂ بدعت بسر بردہ یعنی تمام زندگی سنت و شریعت کی نشر و اشاعت اور بدعات و خرافات کے ختم کرنے میں گذاری۔" (تذکرۂ علماء ہند ص ۲۴۴)

مقتدائے عرب و عجم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ مفتی نقی علی صاحب کی فکر رسا کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"جو دقت انظار، وحدت افکار، فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انھیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔" (جواہر البیان فی اسرار الارکان ص ۲۰۶)

فقہ وعقائد میں معتمد کامل

مفتی نقی علی خاں قدس سرہ بلاشبہ ایسے فقیہہ نکتہ رس اور فقید المثال مفتی تھے جنھوں نے گذشتہ مسائل کو نکھارنے کے ساتھ ساتھ ان کی نوک وپلک کو بھی درست کیا اور پیچیدہ مسائل کی زلفوں کو بھی سنوارا مفتی صاحب کو تعمق نظر، دوراندیشی اور غیر معمولی ذہانت وذکاوت، وسعت مطالعہ استحضار کلیات وجزئیات میں امتیاز حاصل تھا شارع علیہ السلام کے احکامات وارشادات کے مزاج اور روح تک پہنچنے کا ذوق سلیم بھی انھیں میسر تھا وہ بلاشبہ تیرھویں صدی میں چرخ تفقہ کے ایسے بدر کامل تھے جن کی نوری شعاعوں کی برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا آپ کی فقیہانہ صفات اور محققانہ کمالات سے آپ کا فقیہہ اعظم ہونا آفتاب نیم روز کی مانند واضح ہے اپنی تحریر کردہ عبارت کی توثیق میں مجدد عرب وعجم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے قلم حقیقت رقم سے نکلی ہوئی وہ عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جو حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کی فقاہت کے تعلق سے آپ نے ارقام فرمائی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

”ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔

اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد الاقدس سرہ الماجد حاش للہ نہ اس لئے کہ وہ میرے والد ووالی ولی نعمت تھے بلکہ اس لئے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق، میں نے اس طبیب صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر ودقیق ومعضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔ خادم کمینہ کو مراجعت کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے۔ ظاہراً حکم یوں ہونا چاہئے جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا“

(الفتاویٰ الرضویہ ج ۱۲ ص ۱۳۰، ۱۳۱)

مذکورہ سطور کے ایک ایک لفظ سے شمس وامس کی مانند یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ

مفتی نقی علی قدس سرہ بلاشبہ تیرہویں صدی میں ہندوستان کے فقیہ اعظم تھے جن کی فقہی بصیرت اور تفقہ فی الدین کی نظیر ان کے معاصرین میں نہیں ملتی ہے۔

خاتم الفقہاء

مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کو پروردگار عالم نے تحقیق وتدقیق اور فقہی تبحر کے کس اعلیٰ مقام سے نوازا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان کے لئے خاتم اجلۃ الفقہاء جیسا عظیم لفظ منتخب کیا ہے چنانچہ جب مفتی صاحب کا وصال پر ملال ہوا تو امام احمد رضا نے ان کی تاریخ وفات نکالتے ہوئے فرمایا :

(خاتم اجلۃ الفقہاء ۱۲۹۷ھ (حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص۸۸)

جامع علوم نقلیہ وعقلیہ

حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ صرف فقہ واصول فقہ پر ہی دستگاہ کامل نہیں رکھتے تھے بلکہ مختلف علوم ومعارف کے گنجینہ اور پیکر تھے۔ امام احمد رضا نے فرمایا ہے کہ اپنے والد محترم سے میں نے ۲۱ علوم وفنون حاصل کئے ان سارے علوم کو شمار کرانے کے بعد فرماتے ہیں :

فہذہ احدی وعشرون علما اخذت جلہا بل کلہا عن امام العلماء خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد (الاجازات المتینۃ ص۳۲)

سلطان عقل

رب کائنات کی عظیم نعمتوں میں سے یہ بھی ایک لائق صد رشک نعمت ہے کہ پروردگار کسی کو عقل وشعور، فہم وفراست، ذکاوت ذہانت ہوش وخرد اور زیرکی ودانائی کی دولت بے بہا سے نواز دے مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کو پروردگار نے اس نعمت عظمیٰ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا یہی سبب ہے کہ مفتی صاحب کی سخن فہمی وزیرکی اور دانشمندی کے سبھی مداح تھے بلکہ عقل وشعور اور فکر وفن کا بادشاہ کہتے تھے چنانچہ مولانا حسنین رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور احباب میں سلطان عقل مشہور تھے (سیرت اعلیٰحضرت ص۵۲)

مرجع فتاویٰ

مفتی صاحب کی فقہی بصیرت اور علمی رسوخ کا تذکرہ ماسبق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا کوئی امر دشوار نہیں رہ جاتا ہے کہ مفتی صاحب بلاشبہ بزم علماء ومحققین کے صدر نشین تھے علماء کرام آپ کو اپنا معتمد اور مستند عالم بے بدل سمجھتے تھے فقہی عبقریت کی بنا پر اپنے زمانے کے مرجع فتاویٰ تھے چنانچہ مولانا حسنین رضا صاحب لکھتے ہیں :

مولانا نقی علی خاں صاحب بھی اپنے وقت کے مرجع فتاویٰ تھے۔ (سیرت اعلیٰحضرت ص۴۲)

علامہ سید شاہد علی رامپوری رقمطراز ہیں :

" آپ نے مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ عوام علماء و فقہاء سے اپنی علمی اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہوگئے۔

(مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص۴۵)

۱۴ویں صدی کے نصف اوّل میں عالم اسلام کے فقیہ امام احمد رضا خاں بریلوی

مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کے ہی نامور اور بلند اقبال فرزند شہیر عرب وعجم مفتیٔ عالم مولانا احمد رضا قادری بریلوی ہیں جو بریلی شریف میں ۱۸۵۶ء / ۱۲۷۲ھ میں اس کائنات میں رونق افروز ہوئے۔ جن کے علم وفن اور تحقیق وتدقیق نے مخالف وموافق سب کو اپنا مداح بنا رکھا ہے عرب وعجم شرق وغرب میں جن کی تحقیقات علمیہ اور مہارت علوم عقلیہ ونقلیہ کے سامنے سجود نیاز لٹانے والوں کی لمبی قطاریں دکھائی دے رہی ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں :

" کان عالمًا متبحرا کثیر المطالعة واسع الاطلاع له قلم سیال وفکر حافل فی التالیف (الی ان قال) یندر نظیره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی و جزئیاته " (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص۴۱)

بلاشبہ دو تین صدی کے اندر ان جیسا کوئی فقیہ پیدا نہیں ہوا اس پر سب کا اتفاق ہے وہ چودھویں صدی کے مجدد اعظم اور فقیہ اعظم اسلام تھے جس کی شہادت میں سیکڑوں کتابیں خصوصًا فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا فتاویٰ رضویہ کا ذکر کافی ہے ان کے مطالعہ سے حقیقت خود ہی آشکارا ہوجائے گی میری دانست کے مطابق اس عظیم فقیہ، بے مثال محقق اور متبحر عالم کے تعارف میں اب تک تقریبًا ۱۴ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ قافلہ ابھی رواں دواں ہے اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند نے ۵۴ سال فتویٰ نویسی کی بے بہا خدمت انجام دے کر دنیا والوں کی نگاہوں کو اپنی علمی جولانگی، فقہی وفقہ سنجی، جودت طبع اور فراست وحکمت کی روشنی سے چکا چوند کردیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

چودھویں صدی کے نصف آخر میں ہندوستان کے مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا بریلوی

عالم اسلام کے اس عظیم متبحر عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ پھیلا کر دعا مانگی تھی۔ "اے مالک بے نیاز یا رب کریم مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے"! (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۱۹)

ایک مرتبہ آپ اپنے پیر و مرشد کے جوار رحمت مارہرہ مطہرہ حاضر تھے وہیں زبدۃ المشائخ مولانا ابوالحسین نوری مارہروی نے آپ کو ایک فرزند ارجمند کے تولد کی بشارت دی ساتھ ہی آل الرحمٰن نام بھی بتادیا دوسرے دن جب بریلی سے ولادت کی خبر مارہرہ مطہرہ پہنچی تو حضرت نوری میاں قدس سرہٗ نے نومولود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب فرمایا امام احمد رضا نے ساتویں دن محمد کے نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام مصطفےٰ رضا پڑا یہ وہی مصطفےٰ رضا ہیں جو بالیقین رضائے مصطفےٰ ہوگئے، رب نے انھیں وہ عطا یا کیا جن کی نظیر ان کے عہد میں نظر نہیں آئی۔

مفتیٔ اعظم کی ولادت کے ٹھیک چھ ماہ بعد حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہٗ بریلی شریف تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت کو مبارکباد دیتے ہوئے اس بلند اقبال فرزند کے حق میں یہ بشارت دی اور پیشن گوئی فرمائی:

> یہ بچہ دین وملت کی بہت خدمت کرے گا مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔ (تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۵۰۳)

امام احمد رضا کی دعائے سحر گاہی اور مرشد برحق کی بشارت عظمیٰ کا حسین پیکر اور اولیاء کاملین کی نگاہ عنایت کا عظیم شاہکار آگے چل کر عالم اسلام میں مفتیٔ اعظم ہند کے نام سے مشہور ہوا۔

دیگر اساتذۂ کرام کے علاوہ جملہ علوم وفنون کو سرکار اعلیٰحضرت کی آغوش تربیت میں پایۂ تکمیل تک پہونچایا فقیہ اسلام کی نگاہ کیمیا اثر نے علوم ومعارف کا گنجینہ خصوصاً فقہ وافتاء کا تاجدار بنادیا جودت طبع، فراست ودانائی، فضل وکمال، فقہی تبحر اور دقت نظر واصابت فکر گویا آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔

مفتیٔ اعظم اور علماءِ عرب

ایک وہ وقت تھا جب امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور علمی تحقیقات نے علماء عرب وعجم کو محو حیرت بنا رکھا

تھا اور انہوں نے دل کھول کر امام کی بارگاہ میں ارمغان عقیدت پیش کیا اور آپ کو شیخ العرب والعجم مانا پھر دنیا کی نگاہوں نے وہ وقت بھی دیکھا جب مفتیٔ اعظم آسمان فقہ و افتاء کے آفتاب عالم بن کر چمکے۔ صرف متحدہ ہندوستان کے علماء اہلسنت نے ہی آپ کو اپنا مقتدا اور امام نہ مانا بلکہ علماء حرمین طیبین نے بھی آپ کو اپنا شیخ تسلیم کیا جب سعودی عرب میں نجدی فرعون ابن سعود نے حجاج کرام پر ٹیکس لاگو کیا تو تمام علماء کرام خاموش تھے حیرت یہ ہے کہ نجدی علماء جو ہمیشہ حلال و حرام کا وظیفہ کرتے پھرتے ہیں انہوں نے جواز کا فتویٰ دیدیا یہ واقعہ فقیہہ العصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمالیں آپ لکھتے ہیں :۔

" جب حضرت مفتیٔ اعظم ہند حرمین طیبین حاضر ہوئے تو اس ناخدا ترس خونخوار درندے کی قلمرو میں بیٹھ کر مکہ معظمہ میں اس نجدی ٹیکس کے حرام و گناہ ہونے پر انتہائی مفصل مدلل عربی زبان میں فتویٰ لکھا جس کا نام القنابل الذریۃ علیٰ اوثان النجدیہ ہے جسے مطالعہ کرکے علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر فرمایا ان ھذا الا الھام اور متفقہ طور پر حضرت مفتی اعظم کو امام وقت شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن واحادیث وفقہ کے سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو مفتیٔ اعظم کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔

اسی وجہ سے میں کہتا رہتا ہوں اور شیخ، شیخ الہند ہیں اور ہمارے شیخ، شیخ العرب والعجم ہیں۔" (مفتیٔ اعظم اپنے فضل و کمال کے آئینے میں ص۳)

حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی صاحب رقمطراز ہیں :۔

حضرت مفتیٔ اعظم جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو علماء حجاز، مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے علماء نے آپ سے مسائل دریافت کئے۔ (مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص۸۴-۸۸)

امام احمد رضا کے فتاویٰ پر تائیدی دستخط

حضور مفتیٔ اعظم کے فقہی تبحر وسعت مطالعہ، دقت نظر اور رسوخ فی العلم کا اندازہ آپ اس امر سے لگائیں کہ امام احمد رضا جیسے عبقری فقیہہ اور مسلم الثبوت مفتی نے بھی اپنے کچھ فتاویٰ پر تائیدی دستخط کرائے چنانچہ مفتی سید شاہد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں ،

" امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اپنے فرزند اصغر مفتیٔ اعظم کی فقاہت و ثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاویٰ پر ان سے تائیدی دستخط کروائے تھے۔ (مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص۸۴-۸۸)

مرجع فتاویٰ

حضور مفتیٔ اعظم کی فقہی بصیرت، ژرف نگاہی، جزئیات فقہ پر ید طولیٰ اور اصول و کلیات پر کامل دسترس نے آپ کو اپنے عہد میں مرجع فتاویٰ بنا دیا، صرف ہندوستان ہی نہیں دنیا کے گوشے گوشے سے آئے سوالوں کا جواب آپ نے فقہ حنفی کی روشنی میں عنایت فرمایا اور بے شمار لاینحل مسائل کو حل کیا باتفاق علمائے اہلسنت بلاشبہ آپکی ذات مرجع فقہ و فتاویٰ تھی۔ چنانچہ نائب مفتیٔ اعظم فقیہ العصر علامہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب رقم طراز ہیں:

جب تک حضور امت حضرت مفتیٔ اعظم ہند باحیات تھے ان کی زندگی سارے علماء و مشائخ اور عوام خواص کا مرجع تھی اور جب کسی بھی نئے یا قدیم حادثے کے بارے میں علماء اور مفتیان کرام کے مابین کوئی فرعی اختلاف ہوتا تو حضرت مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد قول فیصل ہوتا ان کے فرمان کو سبھی بلا چوں وچرا تسلیم کر لیتے لیکن حضرت مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہمارا کوئی مرجع اعظم نہیں رہا۔ (صحیفہ فقہ اسلامی ج ۱ ص ۱۲)

اسی طرح ایک جگہ اور رقمطراز ہیں:

اس وقت ہمارے سامنے ایسے مسائل ہیں جو لاینحل پڑے ہیں اور اب حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ جیسا معتمد و مستند مرجع نہیں۔ (صحیفہ فقہ اسلامی ج ۱ ص ۱۳)

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب بریلوی رقم فرماتے ہیں:

آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک لاکھوں فتاوے لکھے اہل ہند و پاک پلنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلے میں فیصلہ کیلئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ (مقدمہ فتاویٰ مصطفویہ ج ۳ ص ۹)

خلیفہ مفتیٔ اعظم حضرت قاری امانت رسول پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں:

لا سواد اعظم کے جمہور علماء کرام و مفتیان عظام مسائل شرعیہ میں آپ کی رائے کو حرف آخر

تسلیم کرتے ہیں اور جب مسائل پیچیدہ میں الجھتے ہیں تو وہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے ہی حضور زانوئے ادب تہہ کر کے ان کے مسائل پیچیدہ ولاینحل کو پیش کرتے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند ان مسائل لاینحل کو چٹکیوں میں حل فرما دیتے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند نے چودھویں صدی کے نصف سے ۱۴۰۲ھ تک کے عرصے میں ہزاروں قسم کے مسائل جدیدہ و پیچیدہ کا حل جس انداز میں قرآن مجید و حدیث حمید و فقہ سے استنباط فرمایا اسے دیکھ کر پوری دنیائے علم و عمل انگشت بدنداں ہیں۔

اکابر و مشائخ نے یوں ہی مفتیٔ اعظم ہند نہیں فرمایا۔ (پندرہویں صدی کے مجدد ص۱۲)

ان اقوال وارشادات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم کی ذات بلاشبہ مرجع فقہ وفتاویٰ تھی اور سبھوں نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا ہے۔

فقہ کے کلیات وجزئیات پر استحضار کامل

فقہ پر کامل دستگاہ رب تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کے شکر سے زبان کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہے جن نفوس قدسیہ کو یہ نعمت بے بہا حاصل ہے یقیناً وہ لائق صد رشک ہیں۔ فقیہہ ہونا ایسا مشکل ترین امر ہے کہ جس کا اندازہ بخوبی ایک فقیہہ کو ہی ہو سکتا ہے۔

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

"مفتی ہونا آج کل بہت آسان سمجھا جانے لگا ہے مشہور ہے بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ دیکھ کر ہر اردو داں فتویٰ لکھ سکتا ہے لیکن مفتی اور فقیہہ ہونا کتنا مشکل ہے یہ وہی جانتے ہیں جو کسی ذمہ دار دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہیں مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور فقیہہ ہونا اخیر منزل ہے۔"

(انوار مفتی اعظم ص۲۴۹)

فقیہہ العصر شارح بخاری مدظلہ العالی کے اس بیان سے آپ نے بخوبی یہ اندازہ لگا لیا ہوگا کہ بلاشبہ فقہ و تفقہ نہایت اہم اور مشکل چیز ہے جس کے لئے تیقظ و بیدار مغزی ذہانت و فطانت کلیات فقہ پر گہری نظر اور جزئیات پر کامل نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے مفتیٔ اعظم لاریب ایک عظیم فقیہہ کے جملہ اوصاف کے حامل وجامع تھے۔ فقہی جزئیات و کلیات ہمیشہ پیش نظر رہتے کوئی ایسا مسئلہ نہ درپیش ہوتا کہ مفتیٔ اعظم اس پر جزئیہ نہ پیش کر دیتے، مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں:

"بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صوابدید پر حکم لکھ دیتا کبھی

دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا۔ مگر مفتیٔ اعظم ان کتابوں کی عبارتیں جو دارالافتاء میں نہ تھیں زبانی لکھو دیتے میں حیران رہ جاتا یا اللہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں۔ پیچیدہ سے پیچیدہ دقیق سے دقیق مسائل پر بداہیۃً ایسی تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا اس پر بڑی محنت سے تیاری کی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ کلام بہت کم فرماتے مگر جب ضرورت ہوتی تو ایسی بحث فرماتے کہ علماء انگشت بدنداں رہ جاتے کسی مسئلہ میں فقہاء کے متعدد اقوال ہیں تو سب دماغ میں ہر وقت حاضر رہتے سب کے دلائل وجوہ ترجیح اور قول مختار و مفتی بہ پر تیقن اور ان سب اقوال پر اس کی وجہ ترجیح سب ازبر۔ (مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

جانشین مفتیٔ اعظم مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی ارقام فرماتے ہیں:

مفتیٔ اعظم علم کے بحر ذخائر تھے جزئیات حافظے سے بتادیتے تھے فتاویٰ قلم برداشتہ لکھ دیا کرتے تھے۔ (حجاز جدید مفتیٔ اعظم نمبر ص ۴ ستمبر ۱۹۹۰ء)

یہ ایک جھلک تھی اظہار حقیقت اور اعتراف واقعیت کی مگر اب آیئے میں آپ کو مفتیٔ اعظم کی فقہی جولانی اور کتب فقہ و فتاویٰ پر ان کی نظر عمیق اور وسعت مطالعہ کے جوہر ان کے قلم حقیقت رقم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کی روشنی میں دکھاؤں تاکہ آپ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مفتیٔ اعظم کی تحقیقات بدلیعہ تدقیقات انیقہ اور افادات علمیہ کو دیکھ کر ان کے فقہی مقام اور فقیہانہ بالغ نظری کا کچھ اندازہ لگا سکیں۔

مسئلہ تثویب اور مفتیٔ اعظم

فاسد عقائد و نظریات کی حامل دنیا کی سب سے زیادہ مکار و کیاد مذہبی تحریک کا نام وہابیت ہے جس کا ہر قدم امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور ان کے اندر انتشار و خلفشار کے لئے اٹھتا ہے اور اپنے اسلاف سے ملت اسلامیہ کے رشتے کو توڑنے کی ہر ممکن جد و جہد کرتا دکھائی دیتا ہے اسی فتنہ انگیز تحریک کے ناپاک ہیولیٰ سے یہ فتنہ بھی باہر نکلا ہے کہ نماز کے بعد جو صلوٰۃ پکاری جاتی ہے جسے عرف شرع میں تثویب کہتے ہیں یہ ناجائز و بدعت سیئہ ہے۔

مفتیٔ اعظم کی بارگاہ میں استفتاء آیا آپ نے کتب فقہ سے تثویب کے جواز پر دلائل و شواہد کا عظیم گلدستہ پیش کر دیا اور فقہ و فتاویٰ کی تیس ۳۰ مستند و معتبر کتابوں سے مسئلہ کو واضح فرمایا جو رسالہ کی شکل میں "القول العجیب فی جواز التثویب" کے نام سے شائع ہوا۔ لیجئے اختصار کے ساتھ سوال و جواب ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ: از شہر محلہ اعظم گڑھ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے بعض لوگ اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں۔

الجواب: اسے تثویب کہتے ہیں اور وہ اعلام بعد اعلام ہے بلاشبہ یہ جائز ومندوب ومستحسن ہے۔ عامہ کتب معتبرہ میں اس کا جواز مزبور اور استحسان مسطور ہے۔ جو اسے بدعت سیئہ بتاتا ہے جھوٹا ہے تمام علماء متاخرین پر استحسان بدعت سیئہ کا جھوٹا الزام لگاتا ہے ______ حکم بیان کرنے کے بعد اب جو براہین پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دلائل وشواہد کا ایک سیل رواں ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا ہے۔ فرماتے ہیں درمختار میں ہے **یثوب بین الاذان و الاقامة فی الکل للکل بما تعارفوه الا فی المغرب**۔ اس کے بعد تقریباً ۲۰ کتب کا ذکر فرماکر رقمطراز ہیں۔ بلاد اسلامیہ خود مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں یہ تثویب بے نکیر جاری وساری ہے۔

(القول العجیب ص۳)

آپ فقہ کی کتابوں پر وسعت نظر اور جزئیات پر کامل استحضار کا جلوہ مفتیٔ اعظم کی تصانیف میں اسی طرح جابجا دیکھیں گے۔

بحرالرائق کی ایک عبارت اور مفتیٔ اعظم کی تحقیق بدیع

وہابیوں نے علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے کتنی گستاخانہ عبارتوں کے ذریعہ قلم کو آلودہ کیا ہے اسے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں یہ ان کی شقاوت قلبی ہی ہے کہ تنقیص رسالت کا ناپاک جذبہ ان کے دلوں میں بھرا پڑا ہے، یہ ظالم اتنے جری وبے باک ہوتے ہیں کہ اجلہ علماء وفقہائے اسلام پر بھی بہتان طرازی کرنے میں ذرا نہیں شرماتے ان کی جہالت وسفاہت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہوں پھر مفتیٔ اعظم نے کس بلیغ انداز سے ان کا رد فرماکر مسئلہ کو واضح فرمایا ہے اسے بھی حیطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کروں گا۔

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ وہابیہ ملاعنہ علم غیب رسول کا بڑی شد ومد سے انکار کرتے ہیں اور اپنے جھوٹے دعویٰ پر بے سروپیر دلیلیں پیش کرتے ہیں انہیں دلیلوں میں بحرالرائق شرح کنزالدقائق ج ۳ ص۹۴ مطبوعہ مصر کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں

وفی الخانیة والخلاصة لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لا ینعقد ویکفر لاعتقاده ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب۔

اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضور کے لئے علم غیب کا اعتقاد کفر ہے۔

اس عبارت کے ساتھ ایک استفتاء مفتیٔ اعظم قدس سرہ کے دارالافتاء میں آیا۔ مفتیٔ اعظم نے فقہ کی

متعدد مستند کتابوں سے اس کا جواب عنایت فرمایا اور بحر الرائق کی عبارت کا مطلب اور اس کی توضیح وتشریح فقہائے کرام وعلماء اعلام کے ارشادات کی روشنی میں اس اسلوب میں فرمائی کہ مخالفین کے استدلال کی پوری قلعی کھل گئی اور ان کے سارے بلند بانگ دعوے ہبیٗا منثورا ہو گئے۔

ہم آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ جواب کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ سرکار مفتیٔ اعظم فراتے ہیں ،

مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ اگر کوئی شخص شہادت خدا ورسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے :

" لانکاح الابشہود "

(الف) اس میں بعض مجاہیل معتزلی نے اتنا اور بڑھا دیا کہ وہ مسلمان کافر ہو جائے گا کہ اس نے رسول کے لئے علم غیب مانا۔

(ب) پھر یہ تبادیل علم ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اسے اپنی تصانیف میں نقل کر لیا۔ مگر اس کی مرجوعیت ظاہر کرتے ہوئے کہ علم صرف ذاتی ہی نہیں ہوتا۔ دوسری قسم عطائی بھی ہے تو جب یہ احتمال باقی ہے تو کافر نہیں کہا جاسکتا، اس احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر صحیح نہیں۔ (فتاویٰ مصطفویہ ج ۱ ص ۹۰)

پھر اس قول کی مرجوعیت کو فتاوی قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ ابن بزاز کردری، درمختار، فتاویٰ شامی، تجنیس وغیرہ کی کثیر عبارات سے ثابت فرمایا

اور علماء کرام وفقہاء کی صراحت پیش فرمائی کہ وہ شخص کافر نہیں ہوگا۔ اپنے قول کی تائید میں مفتیٔ اعظم نے تاتارخانیہ، حجۃ، ملتقط، مضمرات، خزانۃ الروایات معدن الحقائق وغیرہ کے اقوال معتبرہ نقل فرمائے اور مثل آفتاب عالم تاب مسئلہ کو ہر پہلو سے واضح فرمایا کوئی بھی منصف مزاج اگر چشم دل وا کرے تو اس کا نہاں خانۂ دل نوری کرنوں سے جگمگاتا دکھائی دے گا۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ مصطفویہ کا مطالعہ کریں۔

اعلیحضرت کا ایک شعر اور مفتیٔ اعظم

امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ایک شعر ہے

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم — خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

اس شعر کے پہلے مصرع پر بظاہر ایک اشکال وارد ہوتا ہے چنانچہ اپنی جماعت کے ایک متبحر عالم سلم الثبوت استاذ محقق حضرت علامہ سید العلماء غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بشکل استفتاء مفتیٔ اعظم کے پاس سوال بھیجا سوال اور پھر مختصر جواب کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ : از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب :

" اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر یادِ حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم الخ بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات وصفات عزوجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے ۔"
مفتیٔ اعظم نے اس کے جواب میں دو صفحہ پر مشتمل وہ تحقیق و تدقیق کا دریا بہایا کہ جس کو پڑھ کر روح تازہ ہو جاتی ہے۔ مفتیٔ اعظم بیان فرماتے ہیں :

یہاں جو اب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ وحرام نہیں اور حرام و مکروہ حرمت و کراہت من متساویۃ الاقدام نہیں۔

اس کے بعد اس کی تشریح میں لمعات، مرقات، اشعۃ اللمعات، شرح مسلم وغیرہ سے حدیث و شرح حدیث پیش فرما کر مسئلہ کو خوب خوب واضح فرمایا اور پھر لکھا :

(الف) یادِ حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مقصود ہے، نہ قسم
(ب) یا قسم مقصود ہو تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر ناجائز نہیں

یادِ حضور یادِ الٰہی ہی ہے حدیث قدسی میں ہے جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنى تو ذکر الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں (فتاویٰ مصطفویہ ج ۳ ص ۲۳۵، ۲۳۶)

مفتیٔ اعظم کی فقہی بصیرت اور تبحر علمی کے جلوے دیکھنے کے لئے ان کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے، تو حقیقت خود ہی آشکارا ہو جائے گی۔ یہ تو ایک ہلکی سی جھلک تھی جو آپ نے دیکھی ہے مگر اسی سے آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ مولانا مصطفیٰ رضا بلا شبہ تیرھویں صدی کے نصف آخر میں آسمان فقہ و افتاء کے نیر اعظم تھے۔

مفتیٔ اعظم کی فقہی بصیرت ارباب فکر و فن کی نظر میں

حضرت محدث اعظم قدس سرہٗ آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ اپنے وقت کے فقیہ و محدث اور بے مثال خطیب تھے حضور مفتیٔ اعظم کے بارے میں آپ کا تصور یہ تھا کہ بلا شبہ مفتیٔ اعظم کے فتاویٰ اور ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہی ہمارے لئے ذریعۂ نجات ہے ان کے احکام کی پیروی ہم پر لازم ہے چنانچہ محدث اعظم نے مفتیٔ اعظم کے ایک فتویٰ کی تصدیق میں لکھا ہے :

هذا حكم العالم المطاع وما علينا الا الاتباع (استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۵۵۱، ۵۵۸)

علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی اپنے والد ماجد کے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
میرا خیال ہے کہ آج تک حضور مفتیٔ اعظم ہند کا تعارف کراتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ جو کچھ بھی لکھا جائیگا ان سب کو اگر ایک پلڑے میں اور حضور محدث اعظم ہند کے قلم سے نکلے ہوئے اس فقرے کو دوسرے پلڑے پر رکھ دیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہو گا۔ (استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ص ۵۵۱، ۵۵۸)

غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ پاکستان

حضور مفتی اعظم ہند تو مفتی عالم ہیں اس زمانے میں ان جیسا فقیہ و متقی میں نے دوسرا نہیں دیکھا۔ (پندرہویں صدی کے مجدد ص ۱۸)

شمس العلماء مصنف "قانون شریعت" علامہ شمس الدین جونپوری

فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں ہیں ان کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا رہتا ہوں ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی (استقامت مفتی اعظم نمبر ص ۵۵۹)

حضور احسن العلماء علامہ سید آل حیدر حسن صاحب مارہروی

حضور مفتی اعظم جیسا متقی فقیہ جامع الفضائل میری نظر سے نہیں گذرا۔

(پندرہویں صدی کے مجدد ص ۱۷)

سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بلاشبہ ان ہی اکابرین میں سے تھے جو دین و سنت کو فروغ دینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں ۔۔ وہ ایک متبحر عالم مستند اور معتبر فقیہ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ (استقامت مفتی اعظم نمبر ص ۳۴)

حضور مفتی اعظم کی فقیہانہ بالغ نظری کے اعتراف میں یہ وہ اصحاب فضل و کمال رطب اللسان ہیں جو بجائے خود مسلم الثبوت ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں میں نے چند ایک کے اقوال نقل کر دیئے ہیں ورنہ بے شمار علماء و فقہاء نے مفتی اعظم کی خدمت میں ارمغان عقیدت اور گلدستۂ خلوص پیش کیا ہے اور آپ کی فقہی بصیرت کو سراہا ہے۔

پندرہویں صدی کے فقیہ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا ازہری

جانشین مفتی اعظم مفتی اختر رضا ازہری کی ولادت باسعادت ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء میں محلہ سوداگران بریلی میں ہوئی محمد نام پر عقیقہ ہوا پکارنے کا نام محمد اسماعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز ہوا۔

رسم بسم اللہ خوانی حضور مفتی اعظم نے ادا کرائی دارالعلوم منظر اسلام کے کہنہ مشق اساتذہ کرام سے علوم و فنون کا اکتساب کیا۔ ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے وہاں آپ نے مسلسل تین سال تک فن تفسیر و حدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ بچپن سے ہی ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ کے مالک تھے جب ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء میں جامعہ ازہر سے فراغت ہوئی تو کرنل جمال عبدالناصر نے آپ کو بطور انعام جامعہ ازہر ایوارڈ پیش کیا حضور مفتی اعظم کی دعائے سحر گاہی نے آپ کو علوم و معارف کا گنجینہ بنادیا اور آج دُنیائے سنیت کے تاجدار جانے جاتے ہیں۔

فتویٰ نویسی

حضرت ازہری میاں مدظلہ العالی مفتیٔ اعظم اور مفتی سید افضل حسین صاحب کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے مفتیٔ اعظم کے پاس فتاویٰ کی کثرت کی وجہ سے کئی مفتی کام کرتے، مفتی اعظم نے فرمایا: اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آپ لوگ اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۱۵۲)

اسی دن سے لوگوں کا رجحان تاج الشریعہ کی طرف ہو گیا آپ خود اپنے فتویٰ نویسی کی ابتداء یوں تحریر فرماتے ہیں:

"میں بچپن سے حضرت مفتیٔ اعظم سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔

حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اسی کام میں مجھے وہ حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ج ۱ ص ۱۵۲)

مولانا شہاب الدین رقم طراز ہیں:

"تقریباً ۴۰ سال (مگر اب تقریباً ۴۱ سال) سے مسلسل مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے

اس منصب کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ تاج الشریعہ کے فتاویٰ اقصائے عالم میں سند کا درجہ رکھتے ہیں ایک اندازے کے مطابق تادم تحریر (لیکن اب اس سے بھی زیادہ) فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس سے متجاوز ہو گئی ہے۔

(مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ج ۱ ص ۱۵۳)

مضمون کی ابتداء سے لیکر انتہا تک اگر آپ نے پڑھ لیا ہے تو آپ کو برملا اس بات کا اقرار کرنا ہی پڑے گا کہ مفتی اعظم کے خانوادہ نے فقہ حنفی کی جو خدمات انجام دیا ہے اور دے رہے ہیں ہندوستان کی تاریخ میں بمشکل کوئی خانوادہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

سچ ہے:

ایں ہمہ خانہ آفتاب است

پروردگار عالم اس عظیم نعمت اور لازوال دولت کو اس خاندان میں ہمیشہ برقرار رکھے اور بیش از بیش ان کے فیوض و برکات سے عالم اسلام کو مستفیض فرمائے (آمین)

تمام شد یکشنبہ بوقت ۱۰ بجے

۵/۶/ ۱۹ھ

منقبت
در شان حضور مفتی اعظم

از: شکیل اعظمی
جامعہ حنفیہ بستی

علم کا کوہِ گراں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات
نور و نکہت کا نشاں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

ان کے ذکر پاک کی خوشبو سے روشن ہے دماغ
کیونکہ باغِ بے خزاں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

واقفِ اسرار ہائے جامع فضل وکمال
خود جبیں سے ہی عیاں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

جادۂ علم فقہ میں کوئی بھی ہمسر نہیں
فکر وفن میں بے کراں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

حب اہل بیت کی ایسی مثالیں اب کہاں
عشقِ کامل بے گماں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

معرفت کی رہ گذر پر عشق میں ڈوبی ہوئی
اک مکمل داستاں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

فیض ان کی ذات کا اب بھی ہے جاری چار سو
کیا خلیق و مہرباں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

ہو نصیب اے کاش مجھ کو اس کا اک گوشہ شکیلؔ
دامنِ امن و اماں ہے مفتیٔ اعظم کی ذات

منقبت

در شانِ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ

از : گدائے مفتیٔ اعظم ہند نظام الدین نوری بستوی

تمہیں خاں ہو خانِ خاناں، مرے مصطفیٰ رضا خاں
تمہیں جاں ہو جانِ جاناں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

ترا مرقدِ منور، مرا مرکزِ تصور
تمہیں پر فدا دل و جاں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

ہوئے تم پہ جو فدا ہیں، وہی صاحب رضا ہیں
وہی نیک دل ہیں انساں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

ترے عشق نے بنایا مجھے دین کا جو خادم
ہوا دل کا پورا ارماں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

تمہیں ذکر میں ہو شامل، تمہیں فکر میں ہو شامل
تمہیں دردِ دل کا درماں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

نہیں زندگی اکیلی، گئی جب سے ہے بریلی
نہیں دل ہے اب پریشاں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

تمہیں آن قادری ہو، تمہیں شانِ شاعری ہو
تمہیں نعت خواں ہو ہاں ہاں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

ملے مسئلے جو الجھے، نہیں ایسے تھے نہ سلجھے
کئے سب کے سب ہو آساں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

مرا دل ہے جس پہ نازاں، وہی بزم ہے چراغاں
چلے آؤ بن کے مہماں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

رہے ہر نظر میں پیارا، ترے نوری کا شمارا
بنے مغفرت کا ساماں، مرے مصطفیٰ رضا خاں

مفتی اعظم ہند کی نعتیہ شاعری میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نعت

از: مولانا شکیل احمد اعظمی مصباحی (ایم۔اے) استاذ جامعہ حنفیہ رحمت گنج شہر بستی

"نعت کے لغوی معنی صفت و ثناء اور تعریف و توصیف کے ہیں (فرہنگ آصفیہ) اور اصطلاح شاعری میں "نعت" اس صنف سخن کو کہتے ہیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش منظوم کی جائے (نسیم بلاغت) لیکن نعتیہ شاعری کی جان حب نبی اور عشق رسول کے والہانہ جذبات اور پاکیزہ احساسات ہیں کیونکہ رسول پاک علیہ السلام کی محبت ہی حاصل دین، پیمانۂ خلوص اور عین ایمان ہے۔ صدق و صفا کا معیار مدح و ثناء کا محور اور ایمان و عقیدے کا سنگ بنیاد ہے۔"

عشق رسول کا جذبہ جس دل میں گھر کر لیتا ہے اس قلب کو شمع نبوت کا جاں نثار اور فدا کار بنا دیتا ہے اس کی نظر میں جہان رنگ و بو کی رعنائیوں اور گلشن ہستی کے بہاروں کی کوئی حقیقت نہیں ذکر رسول کی لذت گلزار طیبہ کی مہک، ہوائے مدینہ کی خنکی ہی سرمایۂ عشق ان کے لیے سامان راحت اور تاج افتخار ہے، عشق کے یہ تعلق جس قدر پختہ، گہرے عمیق اور راسخ ہوں گے خیالات اتنے ہی پاکیزہ صداقت اخلاص اور بے پایاں محبت کے آئینہ دار ہوں گے۔ پھر ان کے افکار کردار، گفتار، جذبات، خیالات اور احساسات عشق نبوی کے بحر بیکراں سے سرشار اور حب رسول کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہوں گے۔

سرکار مفتیٔ اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ جو ایک سچے عاشق رسول اور نگار خانہ حب مصطفیٰ کی ایک نورانی تصویر اور پیکر جمیل تھے جن کی زندگی کا گوشہ گوشہ عشق و الفت سے سرشار اور پُر کیف نظر آتا ہے۔

جانشین مفتیٔ اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں (مدظلہ العالی) رقمطراز ہیں۔

"عشق نبوی میں سرکار مفتیٔ اعظم ھند کو بڑی عظمت حاصل تھی بلاشبہ عشق نبی ہی جان ایمان ھے۔ حضرت مفتیٔ اعظم ھند کی عشق میں فنائیت کا شاھد ان کی زندگی کا ھر ھر لمحہ ہے۔ ان کی محبت رسول میں فنائیت کا صحیح اندازہ اس بات سے ھوتا ھے کہ آخری عمر میں باوجود شدید علالت کے نعت کی محفل میں گھنٹوں باادب بیٹھے رھتے تھے۔ اور نعت پاک کے ھر ھر مصرع پر رونا اور والھانہ کیفیت کا طاری ھونا اس بات کا غماز ھے کہ وہ مصطفیٰ کی محبت میں ضم ھو چکے تھے۔ (مجاز کا مفتیٔ اعظم نمبر ص ۳۵)

عشق رسول کے پاکیزہ جذبات اور امنگ ھی

آپ کے رشحات قلم سے نعتیہ کلام کی تخلیق کے باعث بنے ——————

—————— اور —————— محبت ہی کی رو میں آپکا

خامہ چلا اور سوز دروں کیفیت باطن اور دل کے زیر و بم کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر باطنی سرمستی اور فرحت و سرور کا مظہر بنا
پچ لکھا ہے، پروفیسر عبد الغنی جوہر بلیاوی نے
"انھوں نے عشق رسول کے اظہار کے لئے نعت گوئی کا سہارا لیا"
(استقامت کا مفتی اعظم نمبر ص ۱۷۷)

معلوم یہ ہوا کہ مفتی اعظم ہند کا کلام انکے سوز قلب کا آئینہ دار اور عشق رسالت کا ترجمان ہے اور اسی ترجمانی کے لئے انھوں نے مدحت رسول کا روحانی شیوہ اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ کلام نوری کا ہر ہر مصرع عشق رسول کی بو سے بھرپور اور نکہت و نور کی کشش سے معمور نظر آتا ہے جو عاشق رسول کے عشق کی عظمت کی خوب خوب غمازی کرتا ہے ؎

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں میں لیکے پھاہا مرہم زنگار کا

حسرت دیدار دل میں ہے اور آنکھیں بہہ چلیں
تو ہی والی ہے خدایا دیدۂ خونبار کا

ان اشعار میں عشق رسول کی شعاعیں اور اس عشق سے پیدا ہونے والا وہ کرب و سوز ہے جو ایسی روح پھونک رہا ہے جس سے شاعر کے مقام عشق و مستی کا پتہ اور سراغ مل رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حبّ رسول جب دل کے سمندر میں موجزن ہو اور یاد رسول قلب کی دھڑکنوں میں جاگزیں ہو تو آداب محبّت

سکھائے نہیں جاتے بلکہ محبت کا کمال اور عشق کی پختگی خود نمائندگی کرتی ہے۔ شاعر لفظ تلاش نہیں کرتا بلکہ مناسب الفاظ ذہن و فکر میں خود اترنے لگتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند کی شاعری ایسے ہی معطر جذبوں اور پاکیزہ خیالات کی امین اور پاسدار ہے۔ ؎

ترا ذکر لب پر خدا دل کے اندر
یونہی زندگانی گزارا کروں میں

دل کی آرزو ملاحظہ کریں ؎

دم واپسی تک ترے گیت گاؤں
محمد محمد پکارا کروں میں
جو ہو قلب سونا تو ہے یہ سہاگہ
تری یاد سے دل نکھارا کروں میں

منزل قبر کا حال دیکھیں ؎

میرا دین و ایماں فرشتے جو پوچھیں
تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

عشق رسالت سے آشنا قلب و ذہن لذت نعت گوئی سے زبان کی عظمتوں کو معراج کمال عطا کرتا ہے اور دنیائے نغمہ و نور میں عشق و محبت کے ایسے گل بوٹے کھلاتے ہیں جنکی مہک سے مشام جاں معطر اور مشکبار ہو جاتی ہے ؎

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے
سب کو اسلام کا تم نے بخشا شرف
گرتوں پڑتوں کو پیارے اٹھا کر چلے

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ

تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

مذکورہ اشعار صرف لفظی حسن و جمال کے مظہر نہیں بلکہ اس دلی کیف و سرور کے ترجمان ہیں جن جذبوں اور ولولوں کی عظمت سے شاعر کے قلب و جگر کے گوشے گوشے مملو اور پر ہیں۔

عشق و محبت کی ڈگر بڑی نازک اور پر خطر ہوتی ہے جہاں سلامتی سے گزرنا دشوار ہوتا ہے۔ بڑے سے بڑے اہلِ دانش گیسوئے جنوں میں اسطرح الجھے کہ شریعت کا دامن چھوڑ کر بے راہ روی کے شکار ہو گئے مگر حضور مفتی اعظم ہند کے یہاں شریعت اسلامیہ کی پاسداری بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہے اور شریعت و شعریت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ جہاں ان کے عشق کے شعلے نے جذبات پر تازیانہ لگایا وہیں علم کی عظمت نے احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

سنگ درِ جاناں پہ کرتا ہوں جبیں سائی

سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

تڑپ رہے ہیں فراقِ حبیب میں عاشق

الٰہی راہ مدینے کی بے خطر ہو جائے

وہ آئیں تیرگی ہو دور میرے گھر بھر کی

شبِ فراق کی یارب کبھی سحر ہو جائے

یہ وہ اشعار ہیں جن سے زبان کی سلاست اور بیان کی فصاحت کے ساتھ ساتھ عشق کی عظمت، جذبات کی صداقت، سوز و گداز درد و تاثیر، عشق و وارفتگی، طہارت نفسی، نیازمندی اور وفاشعاری

کے احساسات شرعی پاسداری کے ساتھ مترشح نظر آتے ہیں۔
مولانا سبطین رضا صاحب بریلوی (مدظلہ العالی) تحریر کرتے ہیں۔
"یہ بات مسلّمات سے ہے کہ محبوب کی ادا محب کو پیاری ہوتی ہے اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز عزیز ہوتی ہے"
(حجاز کا مفتی اعظم نمبر ص ۶۲)

محبوب کا گھر، دیار، علاقہ، اور اس دربار سے نسبت رکھنے والی ہر شئی یہاں تک کہ دیار حبیب کا خار بھی پھولوں کی سیج سے زیادہ جاذب نظر اور پرکشش ہوتا ہے۔
کلام نوری میں اسکا عکس جمیل دیکھئے

نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے
کہ بس گئے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں

دنیا اور مافیہا سے بیزاری اور خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ پر جاں نثاری کا حال ملاحظہ کریں ؎

لگاؤں دل کو نہ دنیا میں ہر کسی شئی سے
تعلق اپنا ہو کعبے سے یا مدینے سے

شفا کے لئے مریض عشق کی جستجو دیکھیں

نہ چین پائے گا یہ غمزدہ کسی صورت
مریض غم کو ملے گی شفا مدینے سے

عاشق نبی کی سب سے عظیم سعادت یہ ہوتی ہے کہ اسکی روح محبوب کے قدموں میں نکلے اور در حبیب پر جاں نثار ہو کر وہ ابدی اقبال کی دولت لازوال سے مالامال ہو جائے ؎

تمھارے قدموں پہ سر صدقے جاں فدا ہو جائے

نہ لائے پھر مجھے میرا خدا مدینے سے

حضور مفتی اعظم ہند کی دلی تمنا تھی کہ اے کاش روضۂ مصطفےٰ پر حاضری کی سعادت ملتی اور در رسول کی گلیوں کی جاروب کشی کا شرف حاصل ہوتا۔ دیوانہ حضور کی تمنا پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ انھوں نے اپنی آرزو کو اس طرح پیش کیا تھا ؎

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری

مدینے کی گلیاں بہارا کروں میں

مختصر یہ کہ آپ کے کلام میں عشق رسول کی وارفتگی اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ موضوع کی شان و شوکت برمحل اور برجستہ الفاظ ملتے ہیں فنی اور ٹیکنیکی طور پر فکری بصیرت، لطافت طبعی، طہارت نفسی، تقدس خیالی کے موتی بکھرے ہوئے ہیں اور یہ عشق رسول کا فیضان اور حب رسول کے چشمۂ شیریں کا مظہر جمیل ہے ؎

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

اقوال مرشد المرشد

- کسی عالم دین کا فعل مت دیکھو کہ کیا کرتا ہے، قول سنو کہ کیا کہتا ہے اس لئے کہ اس کا فعل اس کی ذات تک محدود ہے۔
- جہاں تک ہو سکے اپنے بدخواہ سے انتقام مت لو، صبر جمیل اختیار کرو تاکہ اجر جلیل اور ثواب عظیم پاؤ۔

دُنیائے سُنیّت کے مرکزی مجلّہ
"ماہنامہ اعلیٰحضرت" اگست ۱۹۹۸ء میں ایک
طرف حضرت علامہ و مولٰینا بہاء المصطفٰے صاحب
قبلہ نے اپنے مضمون میں پیر و مرشد آقائے نعمت
حضور مفتیٔ اعظم ہند
علیہ الرحمہ کی جانب
منسوب فتویٰ رویتِ
ہلال کو تحریر
فرمایا ہے دوسری
طرف موقر رسالہ
"ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور
ستمبر ۱۹۹۸ء میں
علامہ آل مصطفٰے مصباحی
مدرس جامعہ امجدیہ
گھوسی نے خواجۂ علم و فن
کے مضمون کا سہارا
لے کر مسئلہ رویتِ ہلال
کو نیست و نابود کرنے
کا مشورہ دیا ہے حالانکہ مشورہ یہ دینا
چاہئے تھا کہ جو لوگ

وہ لوگ

۔ بہر کیف علامہ موصوف
آگے لکھتے ہیں ۲۷، ۲۸ تاریخوں کو چاند

ہرگز رویت کے مطلوبہ درجہ پر نہیں ہوتا ہے
اس لئے چاند دیکھنا ناممکن ہے جس کی فنی
تفصیل خواجۂ علم و فن حضرت علامہ خواجہ
مظفر حسین رضوی پورنیوی کے زیر نظر مقالہ
میں ہے تفصیل مذکورہ
رسالہ (الجامعۃ الاشرفیہ)
میں پڑھیں۔ یہاں حقیر
کم علم چند اقتباس اور
اس کا جواب پیش کرتا
ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) خواجۂ علم و فن فرماتے
ہیں کہ اتنا اہم فتویٰ نہ
فتویٰ مصطفویہ میں میری
نظر سے گذرا اور نہ ہی
مفتیٔ اعظم ہند کی دیگر
تصانیف میں" حقیر
راقم السطور" کہتا ہے۔
مسئلہ نسبندی بھی فتویٰ
مصطفویہ میں نہیں ہے تو کیا اسے بھی غلط مان
لیا جائے۔

(۲) خواجۂ علم و فن فرماتے ہیں کہ "مجھے حیرت ہے
کہ مذکورہ واقعہ نہ تو میں نے دوران قیام بریلی سنا
اور نہ ہی مفتیٔ اعظم ہند کے وصال تک کسی کی

زبانی سنا البتہ وصال کے بعد اس واقعہ کی گونج میرے کان میں پڑی حقیر راقم السطور کہتا ہے حضرت سید ریاست علی صاحب کی کتاب حضور مفتیٔ اعظم مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء منظر عام پر آچکی تھی اور مذکورہ کتاب ہی کے حوالے سے مذکورہ مسئلہ کو قائد ملت حضرت ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ اور شہنشاہ قلم علامہ لیسین اختر مصباحی صاحب نے اپنے اپنے مضمون میں نقل فرمایا ہے جو استقامت مفتیٔ اعظم نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مفتیٔ اعظم ہند کے مذکورہ فتوے پر اکابر علماء نے اپنے اپنے تائیدی دستخط ثبت کر دیئے ہیں جو ایک طرح سے مستند ہونے کی ضمانت بن چکے ہیں۔

اسی طرح وصال مفتیٔ اعظم ہند نومبر ۱۹۸۱ء کے بعد نہ جانے کتنے مضمون نگار رویت ہلال کا فتویٰ نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ آج سترہ اٹھارہ سال بعد اس کو اس وجہ سے رد کر دیا جا تا کہ ہیئت وسائنس کی رو سے ۲۷، ۲۸ کو رویت ہلال ممکن نہیں افسوس کی بات ہے۔

پیر و مرشد کے صحبت یا دامن سے وابستہ ہونے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تحقیق و تدقیق نہ کیجائے بالکل کی جائے۔ جنرل ایوب خاں کا دور ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۹ء ہے اس درمیان کب رویت ہلال کمیٹی بنی تھی اور کس صاحب نے بریلی شریف استفتاء ارسال کیا تھا، نیز مذکورہ دور کے اخبارات کی چھان بین کی جائے، اس سلسلے میں پاکستان کے کسی رضوی ادارہ کے ذریعہ معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر کسی سن میں حضور مفتیٔ اعظم ہند نے رویت ہلال کا فتویٰ دیا ہے تو ہو سکتا ہے قادر مطلق رحمٰن ورحیم نے اپنے بندے کی لاج رکھنے کے لئے اس سن میں رویت کو ممکن کر دیا ہو اس کو تو مانیں گے۔ کم علم حقیر راقم السطور اس لائق ہر گز نہیں تھا کہ خواجۂ علم وفن کے دربار میں لب کشائی کرتا۔ لیکن منصب خواجۂ علم وفن کے شایان شان یہ ہر گز نہیں تھا جو موصوف نے علم ہیئت وسائنس کی بناء پر فتویٰ رویت ہلال کا انکار فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ القوی سے عرض کیا گیا کہ قواعد رویت ہلال یقینی ہے یا تخمینی تو آپ نے فرمایا تخمینی ہیں۔ سب میں پہلا فن ہیئات کا امام جو گنا جاتا ہے بطلیموس ہے اس نے مجسطی لکھی اس میں تمام افلاک کے احوال، ستاروں کا طلوع وغروب، ان کا آپس میں نظری فاصلہ یہاں تک کہ ثوابت کا بھی طلوع وغروب لکھا ہے کہ فلاں ستارہ آفتاب سے اتنے بُعد پر ہوگا تو نظر آئے گا اور اتنے بُعد پر ہوگا تو نہیں اور ہلال کو چھوڑ گیا وہ اس کے قابو کا نہ تھا متاخرین نے اس کا قاعدہ ایجاد کیا ہے آٹھ ورق کامل پر

اس کے اعمال آتے ہیں اور اس کے بعد کبھی یقینی جواب آتا ہے اور کبھی اس قدر کثیرہ کے بعد بھی مشکوک سیدھا حساب جو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے وہ کبھی نہ ٹوٹ سکتا ہے نہ ٹوٹے گا۔ ترجمہ حدیث شریف :- ہم امت امیہ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ ۲۹ کا ہے یا ۳۰ کا تو اگر تمہیں شبہ پڑجائے تو ۳۰ کی گنتی پوری کرلو۔ (الملفوظ)

میں ہوں فدا کار مصطفیٰ رضا کا
مولیٰ ہو دیدار مصطفیٰ رضا کا
مانے نہ مانے کوئی مگر اے نوری!
میں ہوں رضا کا ر مصطفیٰ رضا کا

نظام نوری

آخر میں عقیدتمندان مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں التماس ہے کہ بنیادی عقائد میں اختلاف بڑا ہے، فتویٰ رویت ہلال جو شہزادۂ اعلحضرت سے منسوب ہے اس کا تذکرہ تحریر و تقریر میں جو حضرات کرتے ہیں وہ کیا گناہ کرتے ہیں۔ فتویٰ رویت ہلال کو لکھنے پڑھنے سے ہم آپ کا ایمان کمزور نہیں ہوگا لہٰذا اپنے تحریر و تقریر میں شامل کرکے فیضان مفتی اعظم سے مالامال ہوں۔

متعلم دین
• نظام نوری بستوی۔

غور فرمائیں!

سیدی مرشدی حضور مفتیٔ اعظم ہند کا یوم ولادت کہیں سوموار کہیں جمعہ درج ہے اس کی صحیح تحقیق از بس ضروری ہے۔ دائمی ہجری کلنڈر کے حساب سے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو یوم جمعہ ہے مگر کبھی کبھی لگاتار ۲۹، ۲۹، یا ۳۰، ۳۰ تاریخ کو چاند نظر آتا ہے اس حساب سے ہوسکتا ہے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو پیر ہی کا دن ہو بہر نہی اہل علم حضرات کو اس جانب توجہ فرمانے کی ضرورت ہے تاکہ ہر جگہ تطبیق پائی جائے۔ (ادارہ)

مفتئ اعظم ہند کے کردار و عمل میں

اسلاف کا رنگ

از
مولانا
فیضان المصطفیٰ
صاحب قادری
مصباحی (بی۔اے)

مدرس
جامعہ
امجدیہ
رضویہ
گھوسی

لیس علی اللہ بمستنکر   ان یجمع العالم فی واحدہ
اولٰئک ساداتی فجئنی بمثلھم   اذا جمعتنا یا جریر المجامع

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات   تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

"اسلامی تاریخ کے آغاز سے لے کر چودھویں صدی تک قوم و ملّت کی جتنی عبقری شخصیتیں وجود میں آئیں اور ان کے اوصاف و کمالات اور اخلاق و کردار کے زریں نقوش تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ اگر راقم الحروف ایک آئینے میں ان تمام کی تصویریں پیش کرنے کا دعویٰ کرے تو شاید اس دعویٰ پر اعتماد کرنے میں قارئین کو جھجھک محسوس ہو، لیکن اس کے باوجود آنے والی سطور میں حقائق کے جو جلوے ہیں ان کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں کیونکہ تاریخ کو جھٹلانا انسان کے بس سے باہر ہے۔"

میرا موضوع اس وقت "حضرت مفتئ اعظم ہند کے اوصاف و کمالات" ہیں۔ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کی تحدید قلم کی قدرت میں کہاں! تاہم اپنے مدعاء کی تائید و تقویت کے لئے دو تین مثالیں پیش کرنے میں راقم الحروف کی سعادت مندی اور ناظرین کے قلب و جگر کی ٹھنڈک ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت مفتئ اعظم ہند کی زندگانی اسلاف کرام کی زندگانی کا آئینہ تھی آپ کا کردار و عمل سلف صالحین کے کردار و عمل کا نمونہ تھا۔ آپ کا ہر ہر قدم پیش رو اکابر کے قدم کا پیرو تھا آئیے! چند مثالوں کے تناظر میں ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

شانِ استغناء

تاریخ میں اولیاء و صوفیاء کے ایک بڑے گروہ کا ذکر ملتا ہے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی و بندگی خدائے واحد کے لئے وقف کر دیا

تھا ساری دنیا اور اہل دنیا سے بے پرواہ اور شہنشاہان زمانہ سے دور و نفور ہے ان کی پارسائی کی وجہ سے مسلم وزراء نے باریابی چاہی مگر انہوں نے اس سے سخت ترین گریز کیا چنانچہ علامہ میر سید عبد الواحد بلگرامی نے سبع سنابل شریف میں حضرت داؤد طائی علیہ الرحمہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد طائی بڑے پایہ کے ولی اور زاہد تھے ایک بار خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے ملاقات کرنی چاہی مگر آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ جمعہ کی رات میں داؤد طائی ایک ہمسایہ کے گھر جاتے ہیں جو مزدور اور تارک الدنیا ہے اگر خلیفہ اس کو بیچ میں ڈالیں تو ہو سکتا ہے کہ ملاقات ہو جائے چنانچہ خلیفہ اس کے گھر تک پیدل گیا اس مزدور نے جواب دیا کہ مجھ جیسے فقیر مزدور آدمی کے پاس روئے زمین کا خلیفہ کیوں آیا ہے مجھ سے امیر المومنین کا کیا کام بن سکتا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں تم اسے پوری کر سکتے ہو زاہد نے جواب دیا کہ خلیفہ وہ حاجت مجھ سے بیان کرے اگر ممکن ہوگا تو اپنی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ جمعہ کی رات کو داؤد طائی تمہارے پاس آتے ہیں ان سے میرے لئے یہ کہہ دینا کہ میں بنی ہاشم ہوں رسول خدا کا چچا زادہ ہوں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوتا ہوں کہ آپ کوئی نصیحت کر دیں میں اسے قبول کروں آپ ملاقات سے کیوں ہچکچاتے ہیں زاہد نے قبول کر لیا۔ جمعہ کے دن جب داؤد طائی اس زاہد کے مکان پر تشریف لے گئے تو زاہد نے پیغام پہنچا دیا۔ داؤد اس پیغام کو سنتے ہی زار زار رونے لگے کہ میں نہیں سمجھا کہ خلیفہ کیوں مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے بغداد میں اور بہت سے زاہد ہیں کہ چھپ کر زہد اختیار کئے ہوئے ہیں اگر میں مشہور نہ ہوتا تو خلیفہ میری ملاقات کی آرزو بھی نہ کرتا۔ اگر اب خلیفہ تمہارے پاس آئے تو میری جانب سے کہہ دینا کہ میں اس لئے تم سے ملنے اور ہدیہ لینے سے گریز کرتا ہوں کہ یوں ہی مخلوق میں زاہد مشہور ہو گیا ہوں اگر خلیفہ سے ملوں اور ہدیہ قبول کروں تو میرے بعد جو زہد اختیار کرے گا وہ خیال کرے گا کہ بادشاہوں سے ملاقات کرنے اور دولت لینے سے زہد باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ داؤد طائی نے ملاقات کی اور نذرانہ لیا ہے لیکن اگر خلیفہ اس لئے آتا ہے کہ روز قیامت اس سے دنیا داری کا حساب نہ لیا جائے تو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ کے کسی عاشق کا دامن پکڑنا چاہئے زاہدوں سے یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی میری طرف سے نصیحت ہے میں نے خلیفہ کی آمد کا حق ادا کر دیا۔

خلیفہ نے اس پر بس نہ کیا بلکہ داؤد طائی سے ملاقات کی آرزو نے اسے اس قدر بے تاب

کردیا کہ ایک روز ہارون رشید امام ابو یوسف سے لپٹ گیا اور کہا کہ میں داؤد طائی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں چنانچہ ابو یوسف نے داؤد طائی سے ملاقات کرانے کا وعدہ کیا اور دونوں داؤد طائی کے گھر آئے داؤد طائی امام ابو یوسف کے شاگرد تھے امام ابو یوسف نے آکر تعلیم و تربیت کا واسطہ دے کر کہا کہ تم خلیفہ سے ملاقات کرلو حضرت داؤد طائی نے اندر سے ہی جواب دیا کہ امام ابو حنیفہ اور آپ سے جو تعلیم حاصل کی ہے اس کا بھرم اسی میں ہے کہ ہمارا شاہانِ زمانہ سے کوئی رابطہ نہ ہے بالآخر انہیں مایوسی ہوئی اور انہیں واپس ہونا پڑا۔

زہد و استغنا کی یہ اعلیٰ ترین مثال ہے جو حضرت داؤد طائی نے قائم کی جسے آپ کے پیروؤں نے اختیار کیا اور اسی راہ پر حضور مفتیٔ اعظم ہند بھی چلے چنانچہ آپ کے شانِ استغنا کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی سربراہانِ مملکت سے ملنے کی بات آئی تو فرماتے: فقیر کو بادشاہوں سے کیا غرض؟

ڈاکٹر فخرالدین علی احمد جب ہندوستان کے صدر جمہوریہ تھے اس وقت انہوں نے مفتیٔ اعظم ہند کی مقبولیت اور زہد و تقویٰ کے بارے میں سنا تو ملاقات کا ارادہ کیا اور بریلی شریف آئے ساتھ میں بہت بڑی سیکورٹی فورس تھی مفتیٔ اعظم کو جب اس کی خبر ہوئی آپ فورًا اپنا مکان چھوڑ کر کسی ہمسایہ کے مکان میں جا چھپے صدر جمہوریہ ہند جب مکان پر پہونچے تو مفتیٔ اعظم ہند وہاں موجود نہ تھے بڑی کوشش کی مگر ملاقات نہ ہوسکی لوگوں نے بتایا کہ مفتیٔ اعظم ہند اربابِ حکومت اور سربراہانِ مملکت سے نہیں ملتے اور اس شان اور دبدبے کے ساتھ آنے سے تو وہ اور ناراض ہوتے ہیں، چنانچہ صدر جمہوریہ واپس لوٹ گئے مگر چونکہ انہوں نے ملنے کا عزم کرلیا اس لئے کچھ دنوں بعد بغیر کسی حفاظتی دستے کے بالکل تن تنہا خبر دیئے بغیر حاضر ہوئے اور عام لوگوں کی طرح بیٹھے حضرت مفتیٔ اعظم ہند سے ملاقات نصیب ہوئی تو صدر جمہوریہ ہند نے اپنا تعارف کرایا کہ میں اس سے قبل بھی حاضر ہوا تھا مگر آپ سے ملاقات نہ ہوئی اس پر حضور مفتیٔ ہند نے فرمایا چونکہ آپ فوج کی حفاظت میں آئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہوئی اور اب خدا کی حفاظت میں آئے ہیں اس لئے ملاقات ہوگئی صدر جمہوریہ بے حد متاثر ہوئے۔

یوں ہی ایک بار مسز اندرا گاندھی سابق وزیر اعظم ہند نے باریابی کی اجازت چاہی آپ نے ملنے سے انکار کردیا جب اصرار بہت بڑھا تو آپ نے فرمایا اس شرط پر ملاقات ہوسکتی

ہے کہ مسز اندرا گاندھی برقعہ لگا کر آئے اور بالکل خاموش رہے ایک جملہ بھی نہ بولے صرف میں بولوں گا کیونکہ غیر عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا شرعاً جائز نہیں۔

ان شرطوں کے ساتھ وزیر اعظم ہند کو مفتی اعظم ہند سے ملاقات مفید نہ معلوم ہوئی۔ چنانچہ وہ ملاقات سے باز رہیں۔ (مولانا عبدالرحمن صاحب جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی)

احترام سادات

اسلاف کرام نے سادات کی تعظیم و تکریم پر غیر معمولی توجہ دی اور ہر حال میں اس کا لحاظ رکھا۔ احترام سادات میں مجدد اعظم امام احمد رضا نے بہترین مثال قائم کی۔

ایک بار اعلیٰ حضرت کے پاس ایک فقیر آیا اور اس نے ایک چونّی کا سوال کیا۔ امام اہل سنّت کو معلوم ہوا کہ سادات سے ہیں فورًا اپنے پیسے کی پوری تھیلی دونوں ہاتھوں میں لیکر دوزانو ہوکر بڑھایا اور فرمایا سارا آپ ہی کا ہے جس قدر چاہیں لےلیں انہوں نے ایک چونّی لیا اور چلے گئے۔

مشہور ہے کہ ایک بار علاقے میں کہیں دعوت تھی اعلیحضرت کے لئے ڈولی حاضر کی گئی آپ سوار ہوکر روانہ ہوئے ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ڈولی رکوایا اور فرمانے لگے ڈولی اٹھانے والوں میں سے کوئی سید زادہ تو نہیں؟ مجھے سید کی خوشبو آرہی ہے ڈولی اٹھانے والوں میں سے ایک نے اپنی سیادت کا اعتراف کیا۔ پھر تو امام احمد رضا بیقرار ہو اٹھے آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ پڑا روتے جاتے اور کہتے جاتے مجھے معاف کر دیجئے۔ روز حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پوچھ لیا کہ میرے نواسے کے کندھے پر کیوں سوار ہوئے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اپنا عمامہ سر سے اتار کر ان کے قدموں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جو غلطی ہوئی اس کی تلافی کی اب ایک ہی صورت ہے کہ آپ ڈولی میں بیٹھیں اور میں ڈولی کندھے پر اٹھا کر اتنی دور لے چلوں جتنی دور تک میں ڈولی میں سوار ہوا۔ چنانچہ وہ سید زادے مجبورًا ڈولی میں سوار ہوئے اور آپ ڈولی کندھے پر لے کر اتنی ہی دور تک گئے۔

دیکھنے والوں کی نگاہیں حیران تھیں کہ آخر یہ کیسی دیوانگی ہے کہ اپنے سارے عز و وقار کو پس پشت ڈال کر ایک مزدور پر اس قدر نثار ہوں مگر عشق و عقیدت کی نگاہیں سمجھ رہی تھیں کہ حبیب پروردگار کی عزت و عظمت کے احترام میں خود کو مٹا دینا ہی کونین کی سرفرازی ہے۔

احترام سادات میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد واقعہ ہے جو اہل ایمان کے لئے درس اور نمونۂ عمل ہے۔ اعلیٰحضرت کے اس جذبہ احترام سادات سے حضور مفتیٔ اعظم ہند نے کس قدر فیض پایا اس کا اندازہ لگائیں۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی رقمطراز ہیں:

انتقال کی شب جب کہ لوگ تیاری میں مصروف تھے ایک سید صاحب بھی وہاں موجود تھے اور یہ بھی خدمت میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا "یہاں کوئی سید صاحب ہیں؟ مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے" لوگوں نے عرض کیا جی حضور! سید محمد حسین صاحب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "خدمت کرکے مجھے گنہگار نہ بنائیں آپ صرف میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس۔" (حجاز جدید مفتیٔ اعظم ہند نمبر ص ۹۲ بحوالہ انوار مفتیٔ اعظم ص ۱۴۳)

تیسرے سفر حج کے موقع پر ۱۳۹۱ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ خانوادۂ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبدالمعبود الجیلانی جن کی عمر اس وقت ۱۵۹ سال تھی وہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ بصد شوق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے کمرہ میں پہنچے تو سید صاحب استقبال کے لئے اٹھنے لگے۔ آپ نے بڑھ کر ان کا قدم چوم لیا۔ اور پھر احتراماً لوگوں کی صف میں بیٹھنا چاہا مگر انہوں نے آپ کو اپنی مسند سے قریب اپنی بغل میں بٹھایا۔

سادات کرام کے ساتھ یہ جذبۂ احترام بلاشبہ آپ کو اپنے والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا۔

چنانچہ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔۔۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس کی اتباع میں حضور مفتیٔ اعظم ہند بھی جذبۂ احترام سادات میں مچل اٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

تیرے گھر کا بچہ بچہ سارا گھرانہ سید والا ۔۔۔ نوری صورت نور کا پتلا صلی اللہ علیک وسلم

دینی استقلال و ثابت قدمی

اپنے موقف و مسلک پر ثابت قدمی ایک بڑی چیز ہے اس تعلق سے ہمارے اسلاف میں سے متعدد علماء و بزرگوں نے بڑی نمایاں مثالیں قائم کی ہیں۔ حضور امام احمد بن حنبل اس سلسلے میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

آپ کے دور میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا جس کی آپ نے شدید مخالفت کی یہ فتنہ اس قدر

پھیلا کہ سلطنت عباسیہ کے کئی تخت نشین اس کی زد میں آگئے چنانچہ مشہور عباسی خلیفہ مامون رشید خلق قرآن کا پرجوش حامی تھا اور اس نے اس نظریہ کی تبلیغ پر پورا زور صرف کیا خلیفہ کے عتاب کے خوف سے متعدد علماء نے بھی اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جب کہ امام احمد بن حنبل اور چند ہم عصر علماء نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر خلیفہ کا عتاب اور سزا کا سلسلہ شروع ہوا تو اور لوگوں نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے اب امام احمد بن حنبل تنہا رہ گئے۔ آپ کے بارے میں مامون رشید نے سخت ترین احکام صادر کئے مناظرے کے لئے بڑے بڑے ارکان دولت اور اصحاب عقل وخرد کو بھیجا مگر امام کے سامنے جب یہ لاجواب ہو گئے تو آپ کو قید کر دیا گیا درے لگوائے گئے مامون نے اپنے جانشین معتصم بن الرشید کو وصیت کی تھی کہ وہ قرآن کے بارے میں اس کے مسلک اور عقیدہ پر قائم رہے اور اسی کی پالیسی پر عمل کرے، معتصم نے اس وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔

چنانچہ معتصم کے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد امام احمد کو رقہ سے بغداد لایا گیا چار چار بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی تھیں۔ تین دن ان سے اس مسئلے پر مناظرہ کیا گیا لیکن وہ اپنے اس عقیدے سے نہیں ہٹے۔ چوتھے دن والیٔ بغداد کے پاس ان کو لایا اس نے کہا احمد! تم کو اپنی زندگی ایسی دوبھر ہے خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی تو مار پر مار پڑے گی اور تم کو ایسی جگہ ڈال دیا جائے گا جہاں کبھی سورج نہیں آئے گا۔ اس کے بعد امام کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کو انکار وامرار پر ۲۸ کوڑے لگائے گئے۔ ایک تازہ جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا تھا۔ امام احمد ہر کوڑے پر فرماتے تھے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ وسنۃ رسولہ حتیٰ اقول بہ "میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں۔

امام احمد خود فرماتے ہیں کہ کوڑے لگائے جانے کے دوران معتصم مجھ سے روک کر بات کرتا، میں وہی جواب دیتا پھر وہ جلاد کو حکم دیتا کہ پوری قوت سے کوڑے لگاؤ اسی اثناء میرے حواس جاتے رہے جب میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ بیڑیاں کھول دی گئی ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم نے تم کو اوندھے منھ گرا دیا، تم کو روندا گیا۔ بولے مجھے کچھ احساس نہ ہوا۔

محمد بن اسمٰعیل کہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ احمد کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا۔

بعض لوگوں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ کو جان بچانے کے لئے اس عقیدہ کے اقرار کر لینے کی گنجائش ہے اور آپ کو اپنے بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائی گئیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت جناب کی حدیث کا کیا جواب ہے؟ جس میں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھ کر چلایا جاتا تھا پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں ہٹے تھے۔ یہ سن کر لوگ ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ وہ اپنے مسلک سے ہٹیں گے نہیں اور سب کچھ برداشت کریں گے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ملخصا)

دین پر ثابت قدمی کی اس سے بہترین اور اعلیٰ مثال پیش کرنا مشکل ہے بلاشبہ یہ وہ شاہراہ ہے جسے امام احمد بن حنبل نے آنے والی نسلوں کے لئے کھول دیا ہے جسے توفیق نصیب ہو وہ اسے اختیار کرے۔ ماضی قریب میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کی شخصیت اس سلسلے میں نادر روزگار نظر آتی ہے کہ آپ نے اس جانگسل شاہراہ کو اپنی زندگی کے ہر قدم پر اختیار کرکے امام کی سنّت ادا کر دی۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم نے نسبندی کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ اتفاق سے انہیں ایام میں حکومت ہند نے افزائش نسل پر پابندی اور فیملی پلاننگ کی مہم چلائی جسے حالات کے پیش نظر عوام کی ایک بڑی تعداد نے قبول کر لیا اور کچھ مسلمان بھی اس کے شکار ہونے لگے لیکن آپ کے فتوے کا لوگوں پر فوری اثر یہ ہوا کہ مسلمان قوم نسبندی سے رک گئی اور ان پر ایک مذہبی پابندی لگ گئی، چونکہ ایسا فتویٰ صادر کرنا حکومت کی پالیسی میں دخل اندازی کے مترادف تھا اور حکومتیں مخالفت یا دخل اندازی کو کسی صورت میں نہیں بخشتیں۔ چنانچہ ایسے وقت میں جب کہ نام نہاد علماء اور مفتیوں کے فتوے مصلحت اندیش ہو چکے تھے اور ملک کے بڑے بڑے دارالافتاء فتویٰ دینے میں بھی دنیاوی منافع اور حکومتوں کا خیال رکھنے میں دریغ نہ کرتے تھے ایسے وقت میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے حکومت کی پالیسی کے خلاف نسبندی کی حرمت کا شرعی فتویٰ صادر فرمایا۔

حکومت ہند نے بڑی کوشش کی کہ آپ اپنے فتوے کو بدل دیں اور اس سے رجوع کر لیں مگر توجہ تک نہ کی۔ اور حکومت کی مطلق پرواہ نہ کی آپ نے جوش غضب میں فرمایا کہ اگر ضرورت پڑی تو یہ حکومت بدل دی جائے گی مگر ہمارا فتویٰ نہیں بدلے گا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ حکومت بدل گئی مگر مفتیٔ اعظم اپنے فیصلے پر ثابت قدم رہے۔

نجدی حکومت جب سے عرب کے تخت اقتدار پر قابض ہوئی حجاز مقدس کی سرزمین پر

اسلامی روحانیت کی پامالی کے کیا کیا گل نہ کھلائے اس کی تاریخ بڑی طویل ہے ابن سعود نے اپنے دور اقتدار میں حجاج پر ٹیکس نافذ کر دیا جو شرعاً کسی طرح درست نہ تھا مگر ابن سعود کے لئے اپنی عیس و عشرت کی خاطر دولت اکٹھا کرنے کے سوا دین کی فکر کرنا کوئی ضروری نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں جب کفار اسلام قبول کر رہے تھے اور جزیئے کی کمی سے بیت المال مالی بحران کا شکار تھا تو اس وقت حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا تھا کہ "اللہ نے اپنے رسول کو ھادی بنا کر بھیجا ہے نہ کہ ٹیکس وصول کرنے والا" مگر یہاں تو سارے حجاج ابن سعود کے لئے ٹیکس دینے پر مجبور تھے اور علمائے حجاج حکومت وقت کے متوقع عتاب کے پیش نظر رخصت پر عمل کرتے ہوئے خاموش تھے مگر اسی دوران جب حضرت مفتی اعظم ہند حج کے لئے حجاز مقدس پہنچے تو اس کے خلاف سخت ردعمل کا اظہار کیا اور ٹیکس کی حرمت کا بے لاگ فتویٰ جاری فرمایا۔ اور اس سلسلے میں ایک مفصل اور مدلل رسالہ بزبان عربی "الفضائل الذریہ علی اوثان النجدیہ" تحریر فرمایا یہ فتویٰ ہندوستان میں بیٹھ کر نہیں بلکہ اسی تلمرو میں نجدی حکومت کے سینے پر سوار ہو کر لکھا جب کہ نجدی علماء ٹیکس کے جواز کا فتویٰ دے چکے تھے مگر آپ کو نہ تو کسی کا خوف دامن گیر ہوا اور نہ کسی عتاب کی فکر (ملا انوار مفتی اعظم ص۲۵۶)

دینی حیثیت و استقلال کا ایک نادر الوجود واقعہ وہ ہے جو تحریک شدھی کے ردعمل میں عالم وجود میں آیا۔ آزادئ ہند کی تحریک سے ملتی جلتی بہت سی ایسی تحریکیں بھی چل پڑیں جو قطعاً دین و مذہب اور قوم و ملت کے لئے نقصان دہ تھیں مگر انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے جوش میں بہتیرے مسلمانوں نے بھی اس تحریک میں شامل ہونے سے دریغ نہ کیا مثلاً ترک موالات اور تحریک خلافت وغیرہ۔ اسی موقع پر مسلمانوں اور ہندوؤں کا کانگریس کے جھنڈے تلے اکٹھا ہونے کا ایک فوری نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوؤں کے ایک لیڈر نے اپنی اکثریت کے پیش نظر مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ایک تحریک شدھی سنگھٹن شروع کر دی اور اس کے لئے پورے مال و دولت جاہ و حشمت کے ساتھ گانے باجے اور پری پیکر لڑکیوں کی ایک جماعت لے کر نکل پڑا۔ ایسے نازک وقت میں جب کہ بہت سارے علاقوں میں کچھ مسلمان یا تو لالچ میں یا خوف سے تبدیلئ مذہب کے لئے تیار ہو جاتے۔ حضرت مفتی اعظم ہند کی رگ حمیت بھڑک اٹھی اور اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آپ نے اس کا تعاقب کیا اور گاؤں گاؤں جا کر آپ مسلمانوں کو دین پر ثابت قدمی کی تلقین کرتے۔ ایک بار معلوم ہوا کہ آگرہ سے کچھ دور کسی گاؤں میں یہ تحریک چھڑی گئی اور اس تحریک کے کارکن اپنے لوازمات کے ساتھ پہنچ گئے ہیں آپ نے اپنے ساتھ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت اور ایک اور رفیق کو لیا اور فوراً اس علاقے کا رخ کیا جہاں تک ٹرین جا سکتی تھی۔

ٹرین سے گئے پھر سواری کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کئی کلومیٹر دور پیدل چل کر اس گاؤں تک پہنچے وہاں پہنچنے کے بعد دیکھا کہ شدھی تحریک کے رضاکار اپنے کام میں مشغول ہیں اور بڑی دھوم دھام سے آگ جل رہی ہے بڑی بڑی کڑھائیوں میں پوریاں چھن رہی ہیں اور کئی نائی استرہ اور قینچی لئے بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک تخت پر وہ فتنہ پرداز بیٹھا ہے اور مسلمانوں کا پورا مجمع اکٹھا ہے جو ارتداد کے لئے رضامند ہے آپ فوراً مجمع کو چیرتے ہوئے اسٹیج پر جا پہنچے اور اس سے کہا کہ آؤ مناظرہ کر لو! مگر اس نے انکار کر دیا اور بولا کہ یہ لوگ ہندو ہونے پر راضی ہیں، مناظرے کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر حضرت شیر بیشۂ اہلسنت نے ان کے سامنے اسلام کی حقانیت اور بت پرستی کی تردید میں تقریر کی مگر مجمع پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت مفتئ اعظم ہند کی غیرت ملی جوش میں آگئی۔ آپ نے شیر بیشۂ اہلسنّت سے فرمایا کہ مجمع سے کہئے کہ یہ پنڈت مناظرے پر آمادہ نہیں تم لوگ ہماری بات نہیں مانتے تو تم لوگ اس پنڈت سے کہو کہ میرے ساتھ اپنی جلائی ہوئی آگ میں کود ے۔ جو آگ سے زندہ بچ نکلے تم لوگ اس کا دین قبول کر لو انھوں نے پورے گھن گرج کے ساتھ آپ کا فرمان مجمع تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد ایک جوش و سرمستی میں حضرت مفتئ اعظم آگے بڑھے اور اس لیڈر کے تخت پر چڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "چل ہم دونوں اس آگ میں کود یں۔ ہیبت حق سے وہ تھر تھر کانپنے لگا اور دم بخود رہ گیا۔ آپ نے اسے جوش میں گھسیٹنا شروع کیا مگر وہ اتنا موٹا تھا کہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ بالآخر اسی کشاکشی میں چند لوگ اسٹیج کے قریب آئے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب! اس کا ہاتھ چھوڑ دو، ہماری سمجھ میں آگیا کہ اس کا دھرم باطل ہے اور تمہارا مذہب ہی حق ہے ورنہ یہ آگ میں جانے سے نہ ڈرتا، اس کے بعد حضرت مفتئ اعظم ہند کے ہاتھوں پر سب نے توبہ کی۔ کلمہ پڑھا اور سچّے مسلمان بن گئے۔ (انوار مفتئ اعظم ملخصاً ص ۲۸۰-۲۸۱)

اس واقعہ کی ثقاہت میں کوئی شک نہیں کیوں کہ خود حضرت مفتئ اعظم ہند نے اسے حضرت نائب مفتئ اعظم مفتی شریف الحق صاحب قبلہ سے بیان کیا۔ اپنی نوعیت کا یہ نادر المثال واقعہ ہے خصوصاً اس حیثیت سے کہ حقانیت پر اعتماد اور ثابت قدمی کا یہ عالم کہ حضرت مفتئ اعظم اس کے لئے آگ میں کود جانے کو بھی تیار ہو گئے اور اس کی گرمی شعلوں اور لپٹ کا کوئی خوف دامن گیر نہ ہوا۔ بلاشبہ یہ دینی حمیت و استقلال کی وہ مثال تھی جسے صدیوں قبل امام احمد بن حنبل نے قائم کی تھی۔

سلام بحضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ

شاہ نوری کی ندرت پہ لاکھوں سلام | پرتو اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
والدِ محترم فخر جس پر کریں | اس پسر کی ولادت پہ لاکھوں سلام
سیدی مرشدی مصطفیٰ خاں رضا | آپ کی نیک سیرت پہ لاکھوں سلام
کہہ رہے ہیں یہی اہلسنت سبھی | محسن اہل سنت پہ لاکھوں سلام
فیض لاکھوں نے پایا یہ فیضان تھا | نوری فیض و عنایت پہ لاکھوں سلام
مفتیٔ اعظم ہند ہے جن کا نام | ان کی فقہی مہارت پہ لاکھوں سلام
دَورِ میسا میں دے فتویٔ نسبندی کا | ایسے مفتی کی ہمت پہ لاکھوں سلام
زینتِ بزم افتاء بریلی کے شاہ | آپ کے علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
اپنے فتوی سے بہتر جو تقویٰ کرے | اس کی اعلیٰ فقاہت پہ لاکھوں سلام
عاشقِ مصطفیٰ کا ہے مسکن جہاں | اس بریلی کی قسمت پہ لاکھوں سلام
عظمتِ شاہِ دیں کا جو چرچا کرے | اس کی دینی بصیرت پہ لاکھوں سلام
عظمتِ مصطفیٰ کا یہ نعرہ سنو | مسلکِ اعلیٰحضرت پہ لاکھوں سلام
خدمتِ دین میں جو رہے رات دن | ان کے اطوار و عادت پہ لاکھوں سلام
غوثِ اعظم کا شیدا امام رشد مرا | میرے مرشد کی چاہت پہ لاکھوں سلام
یادِ مرشد سے روشن ہے دنیا مری | میرے مرشد کی تربت پہ لاکھوں سلام
حالتِ وجد میں ہے یہ وردِ زباں | نوری نورانی صورت پہ لاکھوں سلام
ایک میں ہی نہیں نوری لاکھوں سبھی | سب مریدینِ حضرت پہ لاکھوں سلام
دامنِ غوثِ اعظم ہے جس کو ملا | اس کے ناز و نزاکت پہ لاکھوں سلام
ہم کہیں تم کہو نوری سب یوں کہیں | میرے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام

درج کر لو غلاموں میں اس کا بھی نام
پیشِ خدمت ہے نوری کا نوری سلام

گدائے مفتی اعظم ھند
نظام الدین نوری

کلامِ نوری میں تزکیۂ نفس کا پہلو

از مولانا ارشاد احمد مصباحی

مفتیٔ اعظم علاّمہ مصطفےٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ کے نعتیہ دیوان "سامان بخشش کے مطالعہ کے بہت سارے ایسے اشعار بھی دل و نگاہ کی پاکیزگی کا سامان بنے جو اپنے پہلو میں تواضع و انکسار انابت و سپردگی اور نفس کی تحقیر و تذلل کے مقدس جذبات لئے ہوئے تھے۔ جس سے جذبوں کی سادگی اور فکروں کی پاکیزگی ان اجنبی نگاہوں کے سامنے بھی آجاتی ہے۔ جنھوں نے نہ انکی پاکیزہ جلوتوں کو دیکھا اور نہ ان کے تذکرۂ زندگی سے واقف ہوئے۔

حضرت مفتیٔ اعظم (۱۳۱۰ھ ــــ ۱۴۰۲ھ) کی پاک زندگی خشیت الٰہی اور محبت رسول کے سعادت مند جذبات سے معمور تھی ـــ جنھوں نے آپکی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ اسے بخوبی جانتے ہیں ـــ اور رب تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو جیسی ہمہ گیر مقبولیت عطا کی تھی اسکا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ سے انتساب رکھنے والے افراد کی تعداد محدود اندازے کے مطابق ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچتی ہے جسے ایسے خداداد مقبولیت اور ہمہ گیری نصیب ہو کہ افراد اس کے قدموں تلے بچھے جاتے ہوں اسے اپنے تئیں کیا کیا نہ گمان ہونے چاہئے ـــ جبکہ انسانوں کا تو یہ حال ہے کہ کسی جہت سے بھی ذرا سا اقتدار اور

محدود مقبولیت نصیب ہو جاتی ہے تو اس کے قدم زمین پر کہاں ٹکتے لیکن یہ باتیں عامیانہ ہیں ـــ ان خواص کی پاک زندگیاں اس آلائش نفس سے دور بہت دور رہتی ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جسکے اندر نفس کے تکدرات موجود ہوں وہ مملکت تقدس کی سرحدوں کو بھی نہیں چھو سکتا۔ چہ جائیکہ اسے سلطانی نصیب ہو جائے ـــ لیکن ان حالات میں اپنے اندر تذلل و انکسار کی روش پیدا کر لینا آسان بات نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے ـــ آیئے ذرا ان صفات کی عظمتوں کے ساتھ ان کے حصول کے راستوں کی دشواریوں کو بھی دیکھتے چلیں۔

ارشادات نبوت ہمارے لئے بہترین رہنما ہیں ـــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

> جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو بلند کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں بڑا ہے اور جو بڑائی کرتا ہے اللہ اس کو پست کرتا وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہے اور اپنے نفس میں بڑا ہے وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی زیادہ حقیر ہے"۔

دوسرا فرمان نبوی پڑھئے اور ساتھ ہی اپنی سیرتوں کا بھی جائزہ لیجئے۔

> تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں (۱) پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ سے تقویٰ (۲) خوشی اور ناخوشی میں حق بولنا (۳) مالداری اور احتیاج کی حالت میں درمیانی

چال چلنا ـــ ہلاک کرنے والی یہ ہیں (۱) خواہش نفسانی کی پیروی کرنا (۲) اور بخل کی اطاعت (۳) اور اپنے نفس کے ساتھ گھمنڈ کرنا ـ یہ سب میں سخت ہے ـــ (بیہقی)

زبدۃ الکاملین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو مفتی اعظم قدس سرہٗ کے مرشد کامل ہیں) نے اس راہ کی اہمیت اور دشواریوں کو بہت مختصر اور جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کو ساری مخلوقات سے کمتر جانے یہاں تک کہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل و خوار سمجھے اور یہ کمال انسانی کا وہ مرتبہ ہے جو امداد الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ـــ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطنت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ خطاب لولاک لما خلقت الدنیا حاصل ہونے کے باوجود بھی بارگاہ الٰہی میں مناجات فرمائے کہ۔

"یا اللہ مجھے مسکین رکھ زندہ رکھ اور بحالت مسکینی ہی موت دے اور گروہ مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرما"

اسی سے اندازہ لگالو کہ عاجزی کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے"۔

اب حضرت مفتی اعظم نوری قدس سرہٗ کا انداز تذلل ملاحظہ کیجئے اور اندازہ کیجئے کہ ایک مرد حق آگاہ نے کس قدر اپنے وجود کی عظمتوں کو رضائے مولیٰ کی طلب میں گم کر رکھا تھا۔ جب آپ کے شعر و سخن کے کمال کی شہرت

دُور، دُور تک پہونچی تو آپ نے خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

دنیا تو یہ کہتی ہے سخنور ہوں میں
ارے شعرا کا آج سرور ہوں میں
میں یہ کہتا ہوں یہ غلط ہے سو بار غلط
سچ تو ہے یہی کہ سب سے احقر ہوں میں

اور بعینہٖ یہ آپ کے والد ماجد کا انداز ہے جو آپ کو وراثتاً منتقل ہوا امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی کبھی کہا تھا۔

کس منھ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں

حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

آپ نے جاہ و منصب اور شہرت کے ذریعہ پیدا ہونے والے روحانی زنگار کو کس خوبی سے دور رکھا یادش بخیر اس موقع سے امام غزالی کا وہ ارشاد یاد آیا جس میں انھوں نے کبر کے اسباب و علل کا تجزیہ کرتے ہوئے بہت جامع گفتگو کی ہے ___ فرماتے ہیں

تکبر کے اسباب سات ہیں علم اور عمل یہ دونوں دین سے تعلق رکھتے ہیں اور نسب، جمال، قوت، مال اور مددگاروں کی کثرت یہ دنیاوی اسباب ہیں ۔

اب ہم مفتیٔ اعظم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو قوت اور مال کے سوا تمام اسباب اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ موجود ملتے ہیں

علم و عمل میں ایسے یگانہ دہر تھے کہ زمانہ "مفتی اعظم" کے طغرا سے امتیاز سے یاد کرتا ہے، معاصرین "مطاع العالم" کے بھاری بھرکم لقب نذر کرتے ہیں اور زہد و اتقاء کے لئے ایک فاضل جلیل کا یہ بیان کافی ہے۔

"میں رمضان ۱۳۹۰ھ میں رانچی پہونچا اس وقت مدرسہ غریب نواز رانچی کے بانی مولانا عبدالحق چشتی امجدی اعظمی وہیں تشریف فرما تھے، دو دن انکے مدرسہ میں میرا قیام رہا اس دوران ان سے بہت سے موضوعات پر گفتگو رہی انھوں نے مجھ سے پوچھا: "تم کسی سے مرید ہو یا نہیں"۔ میں نے کہا نہیں، فرمایا "مرید ہونا تو مفتی اعظم سے مرید ہونا سیادت اپنی جگہ ہے مگر تقویٰ میں انکا کوئی ہم پلہ نہیں"۔

نسبی شرافت کا ایک زمانہ شاہد ہے اور "شجاعت جنگ بہادر" کا خاندانی لقب نسبی وقار کا بہترین نمائندہ ــــ جمال ایسا پایا کہ ایک زمانہ پروانہ وار نثار ــــ کثرت سے روایتیں ملتی ہیں کہ آپ کے جمالیاتی جلووں نے نہ جانے کتنے دلوں کو ایمان کا نور عطا کر دیا ــــ اور بہتیرے غیر مسلم صرف آپ کے روئے زیبا کی زیارت سے مشرف بہ اسلام ہو گئے اور جاں نثاروں کی کثرت کا کیا پوچھنا اپنے ہوں یا بیگانے سب اس شمع نوری پر پروانہ وار نثار ہوا چاہتے ہیں۔ اس کا قدرے اندازہ وصال کے وقت ہوا جب کہ ایک عالم امنڈ پڑا اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۵ لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جو اس قدر گوناگوں محاسن و کمالات کا جامع ہو۔ اس کا یہ انداز خود سپردگی اور انابت، یہ طرز انکسار و تواضع، عقل حیران ہے ــــ لیکن یہ نفوس قدسیہ عقل کی سرحدوں

سے ماورار اور ادراک کی گرفت سے بالاتر ہوتے ہیں ـــ اس لئے انھیں ان ماورائی صفات سے مزین ہونا ہی چاہئے ـــ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پیش رو اسلاف سے یہ سلسلہ انابت چلا آرہا ہے ۔ حضرت سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ بایں ہمہ علم و فضل اور مقرب بارگاہ رب الصمد ہونے کے اپنے ایک مکتوب میں شیخ مغربی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ۔

" میرا حال تو عجیب ہے کوئی شیخ کہتا ہے کوئی اکرم مرید ہوتا ہے کوئی ملک المشائخ لکھتا ہے کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے اور اس عالیجناب کا اپنا حال یہ ہے کہ ابھی تک گردن سے نفس کی زنارداری نہیں اتری ہے اپنی کیا فضیحتی ہے " ۔

بات ذرا دور نکل گئی ـــ گفتگو چل رہی تھی آپ کے تواضع و انکساری کی ـــ اب آپ سامان بخشش کے حوالے سے وہ اشعار ملاحظہ کریں جمیں سیدی مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے کو سیہ کار، گنہگار اور معصیت شعار ٹھہرایا ہے ۔ آپ لکھتے ہیں

دن رات خطاؤں پر ہم کو ہے خطا کرنا
اور تم کو عطاؤں پر ہر دم ہے عطا کرنا

ہم اپنی خطاؤں پر نادم بھی نہیں ہوتے
اور ان کو عطاؤں پر ہر بار عطا کرنا

اعدا کو خدا والا جب تم نے بنا ڈالا
دشوار ہے تم پر کیا مجھ بد کا بھلا کرنا

دوسری جگہ عجیب انداز اختیار کرتے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد ہم جیسے بدکاروں کو منھ چھپانے کی جگہ نہیں ملتی — فرماتے ہیں۔

نفس بدکار نے دل پر یہ قیامت توڑی
عمل نیک کیا بھی تو چھپانے نہ دیا

نفس بدکیش ہے کس بات کا دل پہ شاکی
کیا برا دل نے کیا ظلم کمانے نہ دیا

میرے اعمال کا بدلہ تو جہنم ہی تھا
میں تو جاتا مجھے سرکار نے جانے نہ دیا

میرے اعمال سیہ نے کیا جینا دوبھر
زہر کھاتا ترے ارشاد نے کھانے نہ دیا

کبھی عجب ناز سے تذلل کے ساتھ ساتھ رحمت عالم کی بے پناہ رحمت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں —

کیوں مجھے خوف ہو محشر کا کہ ہاتھوں میں مرے
دامن حامی خود، ماحی عصیاں ہوگا

پلہ عصیاں کا گراں بھی ہو تو کیا خوف مجھے
مرے پلے پہ تو وہ رحمت رحماں ہوگا

مجھ سے عاصی کو جو بے داغ چھڑالائینگے
اہل محشر میں جو دیکھے گا وہ حیراں ہوگا

کوئی منھ میرا تکے گا کہ یہ وہ عاصی ہے
جس کو ہم جانتے تھے داخل میزاں ہوگا

فریاد کا یہ انداز بھی ملاحظہ کیجئے

روسیہ ہوں منھ اجالا کر مرا جان قمر
صبح کر یا چاند نا ماہ عجم مہر عرب

ہے روسیہ مجھ کو کیا آقا مرے اعمال نے
کر دو اجالا منھ مرا ماہ عجم مہر عرب

اک ظلمتِ عصیاں شہا اس پر اندھیرا قبر کا
کر دے ضیا ر بدر الدجےٰ ماہ عجم مہر عرب

بیشک ہے عاصی کیلئے ناری صلہ لیکن شہا
نوری کو دو نوری جزا ماہ عجم مہر عرب

سَر پر یہ بادل کالے کالے دودِ عصیاں کے ہیں چھائے
دَم گھٹتا ہے میرے مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حد سے بڑھ گئے عصیاں مرے تو دھو دے آبِ رحمت سے
بحرِ رحمت جوش پہ آجا صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن ان تمام بے چارگیوں کے اظہار کے باوجود امید رحمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ــــ فرماتے ہیں

بدکار ہوں مجرم ہوں سیہ کار ہوں میں
اقرار ہے اس کا کہ گنہگار ہوں میں

بایں ہمہ ناری نہیں نوری ہوں میں
مومن ہوں تو فردوس کا حقدار ہوں میں

دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

حد بھر کا زیاں کار سیہ کار ہوں میں
امت میں بڑا سب سے گنہگار ہوں میں
پر دل کو ہے اپنے اس سے ڈھارس
فرماتا ہے اللہ کہ غفار ہوں میں

مزید لکھتے ہیں۔

ظالم ہوں جفا کار و ستم گر ہوں میں
عاصی و خطا کار بھی حد بھر ہوں میں
یہ سب ہے مگر پیارے تیری رحمت سے
سنی ہوں مسلمان مقرر ہوں میں

کبھی غوث اعظم سے نفس ستم کیش کی فریاد کرتے ہیں۔

خطائیں ہماری جو حد سے سوا ہیں
عطا تیری ان سے سوا غوث اعظم
خطا کاریاں گرچہ حد سے بھی اپنی
سوا ہیں سوا ہیں سوا غوث اعظم
ہماری خطا کو تمھاری عطا سے
بھلا کوئی نسبت بھی یا غوث اعظم
تو رحم و کرم کا ہے بے پایاں دریا
یہ اک فرد عصیاں ہے یا غوث اعظم

دوسری جگہ عرض کرتے ہیں۔

مرا نفس سرکش بھی رہزن ہے میرا
یہ دنیا ہے دم دم بدم غوث اعظم
دکھا دے تو اپنے عزم کے جلوے
سنا دے صدائے منم غوث اعظم
میں ہوں ناتواں سخت کمزور حد کا
ہیں زوروں چڑھے اسکے دم غوث اعظم
نہ پلہ ہو ہلکا ہمارا نہ ہم ہوں
نہ بگڑے ہمارا بھرم غوث اعظم
کہاں تک ہماری خطائیں گنیں گے
کریں عفو سب یک قلم غوث اعظم
ہماری خطاؤں سے دفتر بھرے ہیں
کرم کر کہ ہوں کالعدم غوث اعظم

اور کبھی گناہوں کے اقرار کے ساتھ ایک عجیب پاکیزہ سی تمنا لے کر ربِّ بے نیاز کی بارگاہ میں عرض پرداز ہوتے ہیں:-

گنہ کتنے ہی اور کیسے ہی ہیں پر رحمت عالم
شفاعت آپ فرمائیں تو بیڑا پار ہو جائے
بھرم رہ جائے محشر میں نہ پلہ ہلکا ہو اپنا
الٰہی میرے پلے پر مرا غم خوار ہو جائے

پھر اخیر میں وہی تواضع کا انداز جو مخدوم جہاں کے یہاں نظر آیا تھا۔

عمر کھیلوں میں ہم نے گنوائی ہے
عمر بھر کی یہی تو کمائی ہے

ان منکسرانہ جذبات کے ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کے پیر و مرشد حضور نوری میاں قدس سرہٗ کا وہ ارشاد یاد آتا ہے جو آپ نے راہ سلوک میں رکاوٹ ڈالنے والے بارہ اسباب کے درمیان میں تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

عقبۂ خود بینی و غرور و تکبر ـــــ یہ عبادت سے پیدا ہوتا ہے اس پریشانی کو دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تصور کرے میں اس سے پہلے مشت خاک اور ناپاک پانی کا قطرہ تھا یعنی کچھ نہیں تھا اور اب اطاعت و عبادت سے مجھے یہ مرتبہ حاصل ہوا اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں اطاعت اور عبادت کی کثرت کروں اور خدا کا شکریہ ادا کروں یہ نہیں کہ غرور اور گھمنڈ میں گرفتار ہو جاؤں جو بربادی کا سبب ہے“۔

مخدوم جہاں نے بھی یہی ہدایت کی ہے ـــ

”آدمی جس قدر فیض رحمت اپنے اندر زیادہ دیکھے اسی قدر عاجزی، کمتری، نیازمندی، انکساری پیش کرے“۔

گویا جس کے اندر جتنی زیادہ عاجزی، نیازمندی انکساری اور انتہا درجہ کی کمتری ہوگی وہ سرچشمۂ رحمت سے اتنا ہی زیادہ قریب اور فیضیاب ہوگا۔

ذہن و دماغ میں یہ خیالات بھی نہیں ابھرنا چاہئے کہ یہ صرف شاعرانہ خیالات تھے بلکہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسی سادگی کردار کا پتہ

دیتا ہے ـــــ عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں ـــــ

"آپ کے اندر تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اگر کسی کو اس کی کسی غیر شرعی حرکت پر ڈانٹ دیتے تھے یا کسی موقع پر خفگی یا ناراضگی کا اظہار کرتے تھے تو بعد میں اسے سمجھاتے اور اس کی دلجوئی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے ـ اکثر لوگ حضرت کی شان میں منقبت پڑھتے تو انھیں اس سے روکتے اور فرماتے کہ میں اس لائق کہاں اللہ تعالیٰ اس لائق بنائے"۔

اور بھلا نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدس مآب، پاکیزہ اور سادگی صداقت کی خوشبوؤں سے رچی بسی وادیوں میں اس بارگاہ کے حاضرباشوں سے محض شاعرانہ تخیلات کی توقع بھی کیسے کی جا سکتی ہے جہاں کے انداز یہ ہوں ـــــ

شیر بیشۂ اہل سنت کے برادر خورد حضرت مولانا محبوب علی خاں صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا کوئی کلام ایسا نہیں جو صرف قال و حال نہ ہو بلکہ جو کچھ فرمایا ہے سراسر حال ہے ۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کے دوسرے دیکھنے والے بھی بحمدہٖ تعالیٰ موجود ہیں کہ ایک حافظ صاحب جو حضور پر نور امام اہلسنت قدس سرہٗ کے خواصین

میں سے تھے۔ کچھ کلام بغرض اصلاح سنانے
کے لئے حاضر ہوئے ___ اجازت عطا ہوئی
سنانا شروع کیا۔ درمیان میں اس مضمون کے
اشعار تھے کہ یا رسول اللہ میں حضور کی محبّت
میں دن رات تڑپتا ہوں۔ کھانا، پینا، سونا
سب موقوف ہوگیا ہے کسی وقت مدینہ طیبہ
کی یاد دل سے علیحدہ نہیں ہوتی ___ اعلیٰحضرت
قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔
حافظ صاحب! اگرچہ جو کچھ آپ نے لکھا
ہے یہ سب واقعہ ہے تو اس میں شک نہیں
کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی محبت میں آپ فنا ہو چکے ہیں ___ اور اگر محض
شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمایئے جھوٹ اور
کون سی سرکار میں؟ ___ جنھیں دلوں کے ارادوں
خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع
ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے مَاکَانَ وَمَایَکُونُ
کا کوئی ذرّہ نہ چھپایا اس کے بعد اس قسم کے
اشعار کٹوادیا"___

اور پھر آپ تو اس عبقری امام کے صحیح جانشین اور عکس جمیل تھے جنکا وجود
عشق رسول کی رعنا صداقتوں کا امین تھا۔ دیکھنے والوں نے آپکو اپنے
والد محترم کے بالکل قدم بہ قدم محسوس کیا ___ یہی نہیں بلکہ خود آپ کے

احساسات بھی اس مشاہداتی کیف کے ترجمان ہیں۔

الملفوظ شریف کے آغاز میں آپ خود رقمطراز ہیں :-

"سچ تو یہ کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کردیا
اس زمانے میں کہ آزادی کی تند ہوا چل رہی ہے
کیا عجیب تھا کہ میں غریب بھی اس بادِ صرصر کے
تیز جھونکوں سے جہاں صدہا "بئس المصیر" پہنچے
وہیں جا رہتا مگر اپنے مولیٰ کے قربان جس کی
نظر عنایت نے پکا مسلمان بنا دیا الحمد للہ
علیٰ ذالک ...... غرض میری جان ان پاک
قدموں پر قربان جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں
کھلیں اچھے برے کی تمیز ہوئی۔ اپنا نفع و زیاں
سوجھا، منہیات سے تا بہ مقدور احتراز کیا اور
اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا"

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر آپ کے قرب الٰہی کی شناخت کے اگر کچھ اور آثار نہ بھی ہوتے تو تواضع اور تحقیر نفس کی یہ شان ہی کافی تھی۔

افسوس! کردار کی یہ سادگی، اخلاص کا یہ بانکپن، تواضع کا یہ انداز اور نفس کی تحقیر کے جلوے اب دیکھنے کو نہیں ملتے۔ اب تو ہر جگہ کبر و غرور سطوت و نخوت اور ترفع کا ایک الگ ہی انداز نظر آتا۔ گویا پھر جاہلیت لوٹ آئی اور اسلام کے انوار کہیں اور جا چھپے ۔ اے کاش! ہم اسلامی اصول و افکار سے اپنے کردار کا دامن سجاتے اور اخلاص و ایثار، انابت و

تذلل، سادگی توکل کے جلووں سے ہماری دنیا آباد ہوتی۔ اس کے لئے بزرگان امت کے روشن نقوش ہمارے لئے بہترین دلیل راہ ہیں۔

منقبت

درشانِ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ

گدائے مفتیٔ اعظم نظام الدین نوری بستوی۔

سمجھ کر بھی کوئی سمجھا کہاں اے مفتیٔ اعظم
کریں پھر غوث کا جلوہ عیاں اے مفتیٔ اعظم

رضا ابن رضا اور نائب غوث الوریٰ ہوکر
ہو عالیشان میر کارواں اے مفتیٔ اعظم

ولایت با خلافت دیدیا ہے چھ مہینے میں
ترے مرشد نے تجھ کو بے گراں اے مفتیٔ اعظم

تری سیرت کو جن آنکھوں نے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں
یقیناً آپ ہیں جنت مکاں اے مفتیٔ اعظم

انوکھا ہے ترا فتویٰ نرالا ہے ترا تقویٰ
نرالے خود بھی ہو نوری میاں اے مفتیٔ اعظم

بفیض مصطفیٰ چاروں طرف فیضان جاری ہے
مبارک آپ کا فیض رواں اے مفتیٔ اعظم

کہیں گے جا کے ہم در پر کریں لطف و کرم ہم پر
نہ ہو غم اب ہمارے درمیاں اے مفتیٔ اعظم

وہ تیرا دست شفقت جو پڑا تھا پیٹھ پر میرے
نظر میں ہے وہی منظر نہاں اے مفتیٔ اعظم

زہے قسمت ملی نسبت ہوا نوری ہوئی عزت
ہے دل میں یہی نسبت جواں اے مفتیٔ اعظم

ہمیں چہرہ دکھائیں اے ہمارے مرشد کامل
نکل کر روضے سے آئیں یہاں اے مفتیٔ اعظم

حسیں اوصاف سن کر دلنشیں فیضان پا پا کر
دعائے خیر کرتی ہے زباں اے مفتیٔ اعظم

مخالف کچھ کہے لیکن نہ کچھ مطلب ہے نوری کو
فدا تجھ پر رہے نوری کی جاں اے مفتیٔ اعظم

١٠٧
زیر تعمیر
مسجد غوثیہ
پٹھان ٹولہ، شہر پرانی بستی، ضلع بستی (یوپی)
مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے
مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔"
مذکورہ مسجد میں ابھی بہت سے کام باقی ہیں مثلاً مینار، فرش، دروازے،
صفائی وغیرہ ـــــ لہٰذا مخیر حضرات سے تعاون کی پُرخلوص اپیل ہے۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ
ماسٹر محمد ابوبکر ناظم اعلیٰ مسجد غوثیہ محلہ پٹھان ٹولہ؛
پوسٹ پرانی بستی، ضلع بستی (یوپی) ۲۷۲۰۰۲۔
فون نمبر: 83594

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
یہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

جب انسان اپنی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو مفقود کر کے شاہراہ حق وصداقت سے بھٹک جاتا ہے اور غلط رسم ورواج کے آہنی زنجیروں میں جکڑ کر شریعت مطہرہ کے احکام کو فراموش کر دیتا ہے تو اطاعتِ رسول اور اتباع سنت کا جذبہ وحوصلہ طاقِ نسیاں کی زینت بن جاتا ہے ایسے تیرہ وتار ماحول میں ہی بندگانِ خدا کی صحیح سمت کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے مقبولان بارگاہ ہر قرن وہر دور میں عالم وجود میں موجود رہتے ہیں جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے اپنی حیات کے یہ گرانمایہ لمحات کو وقف کر دیتے ہیں جو ان کی اہم ترین ذمہ داری ہوتی ہے جیسا کہ رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے

ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ۵ پ۴ ع۲ ترجمہ:۔ اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کیطرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور برائی سے منع کریں۔

اور اگر امت محمدیہ کے خیر امت کے لقب سے یاد کئے جانے پر گہرائی سے غور کیا

جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کا بارگراں اٹھانے کیوجہ سے اس امت کے سر پر خیر امت کا درخشندہ تاج رکھا گیا لیکن دعوت وارشاد کی یہ دشوار گزار راہ اور خارزار وادی ہر کس و ناکس کیلئے آسان نہیں ہے یہ رتبہ بلند و بالا جسکو مل گیا ؎ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

انھیں برگزیدہ اور ستودہ صفات شخصیتوں میں جنھوں نے اس اہم ترین فریضہ کو ادا کرنے کیلئے بلا خوف لومۃ لائم اپنی زبان فیض ترجمان کو ہمیشہ کلمۂ حق سے آشنا رکھا ماضی بعید میں بہت ساری شخصیتیں تاریخ کے ذریں صفحات پر آسمان کے درخشندہ ستاروں کیطرح جگمگا رہی ہیں جنھوں نے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے گریز نہیں کیا جس کے پاداش میں قید و بند اور طوق و سلاسل و دار و رسن کی منزلوں سے انھیں گزرنا پڑا اور برملا یہ کہتے رہے ؎

ہم عشق کے ماروں کا بس اتنا فسانہ ہے
قد و گیسو سے چلے دار و رسن تک پہونچے

لیکن ماضی قریب میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت مقتدائے اہلسنت سیدی سرکار مفتی اعظم شبیہہ غوث الاعظم ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا تبار اس میدان خصوص میں اپنے ہمعصروں میں بالکل منفرد اور نمایاں نظر آتی ہے جن کی حیات کے تابندہ نقوش ہمارے لئے مشعل راہ ہیں جو سیدنا امام احمد بن حنبل اور سیدنا عبد العزیز بزکندی علیہما الرحمۃ والرضوان کی سچی یادگار اور سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین تھے آپ کی ولادت

باسعادت اتر پردیش کی مردم خیز سرزمین شہر بریلی کے علمی و مذہبی گھرانے میں ہوئی آپ کے والد بزرگوار اعلیٰحضرت پیشوائے اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی تھی کہ اے رب کریم مجھے ایک ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔

چنانچہ آپ کی یہ دعا باب اجابت تک پہونچی ایکبار جب کہ آپ اپنے مشائخ سلسلہ کے آستانہ پر مارہرہ مطہرہ حاضر تھے وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں انکا نام آل رحمٰن رکھا۔

اسی دوران حضور خاتم الاکابر سید شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی رضی اللہ عنہ نے بعد نماز عصر آپ سے فرمایا مولانا صاحب بریلی میں آپکے گھر ایک صاحبزادہ کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا دوسرے روز بریلی سے ولادت کی خبر پہونچی تو شاہ ابوالحسین نوری میاں نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا محمد کے نام پر عقیقہ کیا گیا اور مصطفےٰ رضا کے عرف سے مشہور ہوئے۔ سید شاہ نوری میاں صاحب بریلی تشریف لائے تو اس وقت آپ کی کل عمر چھ ماہ تھی۔اسی وقت آپ نے پیشن گوئی فرمائی کہ یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور خدا کی مخلوق کو اسکی ذات سے بڑا فیض پہونچے گا، یہ بچہ ولی ہے اسکی نگاہ کیمیا اثر سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر واپس آئیں گے اور یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

یہ جملے ارشاد فرماتے ہوئے آپ کے دہن میں اپنی مبارک انگلیاں ڈال کر

مرید فرمایا اور اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا اور اس طرح سے سید شاہ نوری میاں نے مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری کو اپنی فیض بخشیوں سے گویا نورٌ علےٰ نور بنا دیا، آپ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اسطرح اپنا شیوہ بنایا کہ خلاف شرع امور کو دیکھ کر کبھی بھی اپنی زبان بند نہیں رکھی، بلکہ فوراً تنبیہ کرتے ہوئے احکام شرعیہ سے آگاہ فرمایا، مذہبی جلسوں میں اگر خطبار اور مقررین سے خلاف شرع کلمات نکل جاتے، فوراً ہی استغفر اللہ بار بار پڑھتے اور خطبار و مقررین کو تنبیہ فرماتے اور توبہ و استغفار کی دعوت دیتے خلق خدا کے افادہ کی خاطر آپ تعویذ لکھ کر کسی ضرورت مند کو دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو تعویز نہ دیتے اور حکم شرع سے آگاہ کرتے دسترخوان پر بیٹھے لوگوں کو اگر خلاف ادب طریقہ سنت سے ہٹ کر بیٹھا دیکھتے تو فوراً تنبیہ فرماتے اگر لباس اور وضع قطع میں کسی کو خلاف شرع امور کا مرتکب پاتے تو فوراً ہی حکم شرع اسکے سامنے بیان فرما دیتے اسطرح سے آپ کی زندگی کے بے شمار واقعات ہیں جنھیں ضبط تحریر میں لایا جاسکتا ہے لیکن واقعہ جسے مولانا یٰسین اختر مصباحی بانیٔ دارالقلم دہلی نے تحریر فرمایا ہے ہدیۂ ناظرین ہے جو ہم سب لوگوں کیلئے نمونۂ عمل ہے۔

۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ حیدرآباد کی مشہور خانقاہ یحییٰ مسکین قاضی ٹولہ میں سرکار مفتی اعظم ہند تشریف فرما تھے علمار و مشائخ بھی زینت محفل بنے بیٹھے تھے محفل میں بیٹھے اچانک حضور مفتی اعظم کی نگاہ سامنے کی دیوار کی طرف اٹھی اور آپ نے استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ لاالٰہ الا اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے دوبارہ سر نیچے جھکا لیا چند ہی لمحات کے بعد پھر آپ نے نگاہ اوپر اٹھائی،، توبہ توبہ استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے

دوبارہ سر نیچے جھکا لیا، حاضرین دم بخود تھے کہ آخر بار بار ایسا کیوں ہو رہا ہے سارے علماء و مشائخ بیٹھے ہوئے ہیں اور انکی نگاہ سے کون سی چیز اوجھل ہے جسکا حضور مفتی اعظم مشاہدہ فرما رہے ہیں اور توبہ و استغفار فرما رہے ہیں اسی عالم میں حضور مفتی اعظم کی آواز گونجتی ہے کس نے لگایا ہے اسکو اتارو پھینکو اب جو دیکھا گیا تو اوپر ایک طغریٰ آویزاں ہے جس پر یہ شعر لکھا ہوا ہے

اچھے تو بخشے جائیں گنہ گار منہ تکیں

اے رحمتِ خدا تجھے ایسا نہ چاہئے

آپ نے ارشاد فرمایا رحمتِ خدا کے ساتھ ایسے نازیبا کلمات کا استعمال ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے صاحب خانہ اس سے توبہ کریں آپ کے ارشاد پر صاحب خانہ نے توبہ کیا اور آپ نے فرمایا آپ لوگ گواہ رہیں میں بھی توبہ کرتا ہوں مزید آپ نے فرمایا کہ تحریر کا ادب چاہئے اور اس شعر میں رحمت خدا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جسکا ادب ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ اور اس کیلئے میری زبان سے اتارو پھینکو کا لفظ نکل گیا ہے جو خلاف ادب ہے اس لئے آپ حضرات کو میں بھی گواہ بنا کر توبہ کرتا ہوں، لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان گوناگوں خصوصیات کے حامل تھے جن کے نقوش پا سارے لوگوں کیلئے منارۂ نور ہیں

؎ کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے

وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی ●●

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ
لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ
رسول کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص سوتے وقت
بستر پر داہنی کروٹ لے کر سو مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھے گا قیامت کے دن
اللہ رحمٰن و رحیم اس سے فرمائے گا "اے میرے بندے اپنی داہنی جانب جنت میں چلا جا۔ (ترمذی)
اے اللہ حیّ و قیّوم
بحرمت نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مذکورہ
ورد کی برکت اور ثواب دائمی غوث اعظم
شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور مفتی اعظم
مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کو عطا فرما ۔ اور ان کے
طفیل میں ہمارے والد عبد الستار قادری چشتی مرحوم و مرحومہ
والدہ بتول النساء کو عنایت فرما، نیز ہمارے کاروبار میں
ترقی، صحت و سلامتی اور ایمان و عقیدے کی پختگی
عطا فرما ۔ (آمین)
ملتجیٔ کرم
محمد نظام الدین نوری ، سلام الدین احمد نوری

از : مولانا تفسیر القادری قیامی ۔ استاذ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی (یوپی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات
(قرآن پاک پ ۲۸)

" اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔"

ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ اوتوا العلم درجات کے بلند مرتبے پر فائز تھے اور اپنے دور کے ایک مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی اعظم تھے، اسی لئے عالم اسلام میں آپ مفتی اعظم ہند کہے جاتے تھے اور ہر سننے والے کا ذہن آپ ہی کی طرف سبقت کرتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں : "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" ریاض الصالحین۔ بروایت بخاری ومسلم۔

" اللہ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین عطا فرماتا ہے۔"

دقت نظر، فقیہانہ بصیرت، ذہانت وطباعی محققانہ فتویٰ نویسی، دور اندیشی، نکتہ سنجی ونکتہ رسی اور بے پناہ علم وفضل کا وافر حصہ قدرت نے آپ کی ذات میں ودیعت رکھا تھا اور علمی سطح پر ہر ایک نے اسے تسلیم بھی کیا بلکہ موجودہ دور کے الجھے ہوئے مسائل میں علماء آپ ہی کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے فیصلے کو بے کم وکاست تسلیم کرتے ہی نہیں بلکہ آپ کے فتویٰ سے علمی گتھیاں سلجھاتے۔

چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے جس کسی کا کوئی عمل خلاف شرع دیکھتے فوراً تنبیہ فرماتے اور بلغوا عنی ولو اٰیۃ ۔ الحدیث ریاض الصالحین بروایت بخاری شریف ۔ میری طرف سے تبلیغ کرو اگرچہ

ایک ہی بات ہو" کے مظہر اتم تھے چنانچہ غالباً ۱۹۶۷ء میں جب کہ راقم السطور مظہر اسلام بریلی شریف میں زیر تعلیم تھا، رضا مسجد میں آپ کے وضو کے لئے پانی حاضر کیا میری طرف آپ نے نظر اٹھائی، پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو، میں نے جواباً عرض کیا ضلع بستی۔ پھر میری طرف آپ نے نظر اٹھائی اور میرے گلے پہ نظر جاکر بڑی ہی شفقت سے فرمایا۔ صحابہ کرام کے پاس بٹن نہ ہوتا تو اس کی جگہ کانٹے لگا لیا کرتے تھے۔ آپ کا یہ فرمانا اسطرح دل کو لگا کہ الحمدللہ از آنذم تا ایندم ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی وقت بھی گلے کا بٹن کھلا نہ رہے۔

فتویٰ نویسی خدمت دین وملت کی وہ اعلیٰ ترین رہ گذر ہے کہ اس راہ کے مسافر کو العلماء ورثة الانبیاء "الحدیث ریاض الصالحین بروایت ترمذی و ابوداؤد" بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں، کا تاج زریں پہنایا جاتا ہے اور اس کے لئے علم وحکمت، فراست ودانائی، فطانت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور سھل اللہ لہ طریق الجنۃ "ریاض الصالحین" اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔

فتویٰ نویسی میں استحضار جزئیات ومسائل وہ اہم خوبی ہے جس کے بغیر ہماری قوم کا علاج ناممکن الحصول ہے۔ آپ کے اندر یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، آبروئے صحافت شہباز قلم مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی بانی دارالقلم دلی" رقم طراز ہیں۔

"مولانا ظفر الدین بہاری و مولانا سید شاہ عبد الرشید عظیم آبادی دارالافتاء بریلی میں کام کر رہے تھے ایک دن آپ دارالافتاء میں پہنچے۔ مولانا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے تھے مراجع کے لئے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے حضرت مفتی اعظم ہند نے فرمایا۔ نوعمری کا زمانہ تھا میں نے کہا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو، مولانا نے فرمایا۔ اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ یہ آپ کا پہلا جواب تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو رب العزت نے تفقہ فی الدین استحضار مسائل اور ذہانت وفطانت کی دولت بے بہا سے خوب خوب نوازا تھا۔ (تین برگزیدہ شخصیتیں ص۱۰-۱۱)

آپ کے مطبوعہ فتاویٰ کی تعداد زیادہ تو نہیں لیکن جو ہے وہ اپنی جگہ مدلل ومبرہن ہے۔ متقدمین ومتاخرین کی تحریروں کے حوالوں سے مربوط ومزین اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

چنانچہ آپ کا مجموعہ فتاویٰ "القول العجب فی اذان التثویب" راقم السطور نے ترجمہ وتحشیہ کے ساتھ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں چھپوایا تھا جو سولہ ۱۶ صفحہ کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں تثویب یعنی بعد الاذان جماعت

سے پیشتر صلوٰۃ وسلام پکارنے کے ثبوت میں بحث کی گئی ہے

اس میں کل پانچ سوالات ہیں، سوالات شہر ہی سے آئے ہیں البتہ دوسرے سوال میں یہ نہیں درج ہے کہ کہاں سے آیا ہے ہاں! ابتداء میں ۱۶ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ تحریر ہے سوالات کے انداز کچھ اس طرح ہیں۔ پہلے سوال میں اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے، دوسرے میں تثویب جائز ہے تو کیا ضروری ہے کہ نہیں۔ تیسرے میں صلوٰۃ وسلام کہنا ہر نماز کے واسطے جائز ہے یا نہیں۔ چوتھے میں ہر نماز کے لئے تثویب کہنا ضروری ہے یا غیر ضروری۔ پانچوں میں صلوٰۃ کہنا چاہئے یا نہیں۔

مذکورہ بالا تجزیہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شہر میں کسی وقت کئی محلوں میں اس موضوع پر گفتگو چل رہی تھی گفتگو میں حصہ لینے والوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اہل علم نے علمی موشگافیاں بھی کیں اور سوالات میں حوالے جات اور زمانۂ خلفائے راشدین ہونے کا ثبوت طلب کیا کسی نے بدعت سیٔہ کسی نے منع کہا اور اہل حق نے طلب حق کی راہ میں حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور اسی دربار سے اپنی تسلی کر لی کسی اور دارالافتاء کی طرف رجوع کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ پڑتی بھی کیسے جب کہ دیگر دارالافتاء خود رضوی دارالافتاء سے مستغنی نہ تھے۔

پہلے سوال کا جواب ـــــ اس قدر عام فہم سلیس زبان وبیان کی خوبیاں لئے ہوئے ہے کہ اگر قاری کھلے ذہن سے پڑھے تو بلاشبہ آپ کی محققانہ قوت، فقیہانہ بصیرت عالمانہ شان وشوکت فاضلانہ جاہ ومنزلت کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ حوالے جات کی کثرت تعریفات اشیاء آپ کی خداداد صلاحیت، وہبی ذہنی قوت استحضار مسائل اور حاضر دماغی آپ کے مفتیٔ اعظم فی العصر ہونے کا کالشمس بین النجوم ایسا کھلا ہوا ثبوت ہے جسے بدیہی اولی ہی کہا جا سکتا ہے۔ آپ کے تحریری موتیوں کی ایک لڑی نذر قارئین کی جارہی ہے۔ جس میں سلاست وروانی کے ساتھ ادبی خوبیاں ہر جوہر شناس پر اجاگر ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

" اسے تثویب کہتے ہیں اور وہ اعلام بعد اعلام ہے بلاشبہ یہ جائز ومندوب ومستحسن ہے عام کتب معتبرہ میں اس کا جواز مزبور اور استحسان منظور ہے جو اسے بدعت سیئہ بتاتا ہے وہ جھوٹا ہے، تمام علمائے متاخرین پر بدعت سیئہ کا جھوٹا الزام لگاتا ہے الخ

اس مختصر رسالہ میں مسئلہ کے جواز اور استحسان واستحباب پر فقہ وفتاویٰ کی ۳۲ معرکۃ الآراء کتابوں کے نام برائے حوالہ جات درج ہیں جن میں درمختار ردالمحتار غنایہ، ہدایہ کفایہ، بنایہ، نہایہ،

اشعۃ اللمعات، مراقی الفلاح، غنیہ، مدارج النبوۃ، طحطاوی، بحر الرائق، فتاوی عالمگیری، بدائع وغیرہ جیسی اسلامی لا وقانون کی کتابیں بھی ہیں جن پر اسلام اور مسلمانوں کے تہذیب وتمدن اور ترقی وبقاء کی ضمانت ہے اور جو شرائع واحکام میں اصل وبنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مسئلے کی تفصیل کے درمیان متعدد احادیث سے بھی استشہاد کیا گیا ہے اور سیدنا حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعارض بھی دور کیا گیا ہے۔

پہلے سوال کا جواب مدلل ومبرہن کرنے کے بعد مکۃ المکرمہ کے چند سرخیل علماء اور مفتیوں کا متفقہ فتویٰ نقل کیا گیا ہے جس میں حافظ کتب حرم کعبہ حضرت علامہ مفتی السید اسماعیل بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ اور امام حرم قدس حضرت علامہ مصطفی بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ان کے سوا مزید پانچ مفتیانِ سندِ افتاء علماء ومفتیان کے مہر وتصدیق سے مزین کیا گیا ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند ابن رضا جو حقیقت میں تھا وارثِ انبیاء
جس نے بابِ نبوت سے پائی ضیاء اس ولیٔ کرامت پہ لاکھوں سلام

(قیامی)

نعت پاک

از: حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

ہم اپنی حسرت دل کو مٹانے آئے ہیں
ہم اپنے دل کی لگی کو بجھانے آئے ہیں

دل حزیں کو تسلی دلانے آئے ہیں
غم فراق کو دل سے مٹانے آئے ہیں

کریم ہیں وہ نگاہِ کرم سے دیکھیں گے
ہے داغ داغ دل اپنا دکھانے آئے ہیں

حضور بہر خدا داستان غم سن لیں
غم فراق کا قصہ سنانے آئے ہیں

نگاہ لطف وکرم ہو گی اور پھر ہو گی
کہ زخم دل پہ یہ مرہم لگانے آئے ہیں

فقیر آپ کے در کے ہیں ہم کہاں جائیں
تمہارے کوچہ میں دھونی رمانے آئے ہیں

مدینہ ہم سے فقیر آ کے لوٹ جائیں گے
درِ حضور پہ بستر جمانے آئے ہیں

انھیں کی نعت کے نغمے زبور سے سن لو
زبان قرآں پہ اُن کے ترانے آئے ہیں

نصیب جاگ اٹھا اُس کا چین سے سویا
وہ جس کو قبر میں سرور سلانے آئے ہیں

وہ پرچہ جس میں لکھا تھا درود اس نے کبھی
یہ اُس سے نیکیاں اُس کی بڑھانے آئے ہیں

زباں جو دیکھے ہے سوکھی ہوئی تو بحر کرم
کسی کو حوض پہ شربت پلانے آئے ہیں

نصیب تیرا چمک اٹھا دیکھ تو نوریؔ
عرب کے چاند لحد کے سرہانے آئے ہیں

مفتیٔ اعظم فداکارِ نبی

از
علامہ بدر القادری
ڈائریکٹر
اسلامک اکیڈمی
ھالینڈ

سرکار مفتیٔ اعظم کی پوری زندگی عشقِ رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی محافل ومجالس ، اور کانفرنسوں میں ذکر رسول پر ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں ذکرِ شانِ مصطفےٰ پر ان کے چہرے کی تابانی میں اضافہ ہو جاتا ، خود ان کے دولت کدے پر ہر پنجشنبہ مجلسِ نعت خوانی کا انعقاد ہوتا ۔ امام احمد رضا وحسن میاں علیہما الرحمہ اور دیگر اکابر کے کلام پڑھے جاتے جذب ومستی کا عالم ہوتا ، بڑی رونق اور دل بستگی ہوتی ، عشق ومحبت کا سرور ملتا ، حمد ونعت قصائد سبھی پڑھے جاتے ، اس مجلس میں مفتی اعظم کا چہرۂ گلگوں زیارت کے قابل ہوتا ، عقیدت ومحبت میں ان کے بیٹھنے اور پہلو بدلنے کا انداز دیدنی ہوتا ۔ حضور سیدنا غوث الاعظم کے مناقب میں ایک بار اسی مجلس میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ایک منقبت کا یہ شعر پڑھا جا رہا تھا

یہ آنکھیں ، یہ سر ہے ، یہ دل یہ جگر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

اس وقت سرکار مفتی اعظم گویا سراپا التجا بن کر دربار غوثیت میں حاضر تھے اہلِ محفل اس قسم کی محافل میں فیضان غوثیت کا چشم سر نظارہ کرتے اللہ اللہ

ھ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

نسبت غوث

شہر بریلی میں حافظ رحمت نبی خاں نامی معمر شخص رہتے تھے دینداری اور پاکیزہ نفسی خصلت میں تھی عرصے سے کسی سے مرید نہیں ہوئے بیعت وارادت کے لئے ان کے پاس جو معیار تھا اس کے مطابق تلاش مرشد میں سرگرداں رہتے، نصیبہ کھلا اور ۱۹۵۱ء میں حضور پیران پیر پیرودستگیر محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت سے شادکام ہوئے جلوۂ غوثیت مآب دل میں کچھ ایسا سمایا کہ سفرِ بغداد کی دھن لگ گئی۔ آستانہ قادریہ عالیہ پر جانے کا شوق تیز ہونے لگا۔ رختِ سفر باندھا اور بغداد معلی جا پہونچے۔ خواب میں زیارت سے مشرف ہونے کے بعد اور تمام سلاسل طریقت سے بے نیاز ہو گئے نسبتِ قادری کی کشش تیز ہوگئی۔ دوران سفر خیال ہوا کہ نسبتِ غوثیت حاصل کرنے کے لئے دربار معلی کے مرشدوں سے بڑا مرشد کہاں ملے گا۔ وہاں جاکر کسی کا دامن تھام لوں گا، قسمت نے باب الشیخ تک پہونچایا، محبت اور عقیدت کی نگاہوں سے دربار قادری کی چوکھٹ کو بوسہ دیا شرع مطہر اور عرفان وطریقت کا جیسا جامع پیکر جناب حافظ رحمت خاں کے خیالوں میں بسا ہوا تھا۔ اس کی جستجو وہاں بھی جاری رکھی تاآں کہ قیام بغداد کا زمانہ سمٹ کر تنگ ہونے لگا، حافظ رحمت خاں کی بیقراری روز بروز بڑھنے لگی، پہروں دربار معلی کے سامنے باادب بیٹھے مراد دلی کی بازیابی کے لئے التجائیں کرتے رہتے بالآخر طلب صادق رنگ لائی، مرشد کامل کے متلاشی کی بیچینی اور اضطراب اثرانداز ہوا، دربار معلی کے جوار ہی میں سوتے ہوئے حافظ رحمت خاں کا نصیبہ پھر جاگا، اور حضور غوث الاعظم دستگیر

کی زیارت سے شادکامی ملی اور پیران پیر غوث دستگیر نے حافظ رحمت خاں کو بتایا اے طالب صادق تو مرشد کامل کی تلاش میں کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے وہ ولی نعمت جس کے دامن میں تیرا روحانی توشہ رکھا ہوا ہے وہ تو خود تیرے شہر میں موجود ہے جا اور احمد رضا کے فرزند کا دامن پکڑ کر رضائے احمد کی چادر میں روپوش ہو جا۔ یہ بشارت پاکر حافظ رحمت خاں وطن لوٹے اور ۱۹؍ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ کو مفتی اعظم کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے

ایک مشتاق زیارت کا واقعہ

زندگی کے آخری سالوں میں حضور مفتی اعظم کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی، لوگوں کا ایسا مرجوعہ دیکھا نہ سنا گیا، ایک ایک روز میں سینکڑوں سینکڑوں اور ہزاروں ہزار لوگ تمنائے زیارت لئے آتے اور ان کے چہرۂ منور کی لمعانیاں سمیٹ کر جاتے، طالبین صادق بیعت و ارادت سے مشرف ہوتے اور آپ جب سفر میں ہوتے تو اہل خانقاہ، اور آستانہ رضویہ کے حاضر باشوں کو آنے والے مشتاقان نوری کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ خالق کون مکاں نے مفتی اعظم کی ذات میں ایسی مقناطیسیت رکھ دی تھی کہ خلق خدا کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ ایک بار برادرم مولانا محمد احمد مصباحی اور مولانا عبدالمبین نعمانی کے ہمراہ راقم الحروف محلہ سوداگران میں اس دوائے درد دل بیچنے والے حکیم کی زیارت کا شوق لئے حاضر تھا، مسجد رضا کے قریب خانقاہ کے ہی بیرونی کمروں میں سے ایک کے اندر ہم لوگوں کو چند گھنٹے بیٹھنے کی ضرورت پڑی، اس دوران آنے والے پردیسی زائرین کی حالت دیکھ کر رحم آیا۔

اللہ اللہ کہاں کہاں سے، کیسے کیسے اہل محبت حضور مفتی اعظم کی زیارت کا طوفان سینے میں سمیٹے چلے آتے تھے، اگر قدر شناس معاشرہ میں ایسا کوئی

عبقری ابھرتا تو اپنی حکمت اور تدبر اور حسن انتظام سے کام لے کر صرف غلامان مفتی اعظم کے ذریعہ ہندوستان کی سب سے مستحکم تحریک کو روغن حیات بخشا جاسکتا تھا مگر افسوس کہ ملک بیرون ملک سے ہر فن کے ماہرین اہل دانش وبینش، صاحبان فکر وتدبر، جذبات عقیدت محبت اور حوصلۂ فداکارانہ لے کر آتے اور ان کی کوئی صحیح رہنمائی کرنے والا بھی نہ ملتا کہ کم از کم اخلاق کی زبان سے مزاج پرسی ہی کرلے۔

شہزادگانِ خانوادہ تو بہر حال اپنا ایک مقام رکھتے ہیں مگر نہ جانے کیا سبب ہے وہاں رہنے والے اکثر خدام علماء "ہمچنیں دگرے نیست" کے نشے میں بدمست ہو جاتے ہیں، دوسرے ملکوں سے جانے والے زائرین میں سے کئی موقر شخصیات نے مجھ سے آستانہ عالیہ کے حاضر باشوں کی بد خلقی کا شکوہ کیا، جسے سن کر افسوس بھی ہوا اور ندامت بھی۔

ایک طرف سیدنا امام احمد رضا اور ان کے فرزندانِ گرامی کی اخلاقی عظمتوں کے قصیدے زباں زد خاص وعام ہیں۔ دوسری طرف انہی کے سائبان تلے پرورش پانے والے عملاً اس کی تردید کر رہے ہیں۔ خود کو گدائے نوری ورضا کہنے والے بھی حضور مفتی اعظم کے کردار وعمل کا یہ روشن ورق پڑھیں سنہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے ان کا ایک عقیدت مند سینکڑوں کلومیٹر کا سفر کر کے بریلی شریف حاضر ہوتا ہے، نگاہوں میں زیارت کا شوق لئے آستانہ رضویہ پر قدم رکھتا ہے وہاں کے حاضر باش علماء میں مفتی اعظم ہند کے برادر زادے حضرت علامہ جیلانی میاں اور حضرت علامہ سید افضل حسین صاحب شیخ الحدیث مظہر اسلام سے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ عرس حامدی کی تاریخیں ہیں، پاکستان سے آنے والے اس عقیدت مند کی ان تقریباً عرس

شرکت ہوتی ہے۔ مگر وہ مفتی اعظم کے رخ تاباں کی زیارت کا مشتاق، اپنے شوق کی تکمیل نہ کر کے بیچین ہوجاتا ہے مفتی اعظم اسوقت اپنی مصروفیات کے سبب جبلپور میں تشریف فرما تھے عقیدت مند مشتاق زیارت نے چند روز بریلی شریف میں رہ کر کے انتظار کرتا ہے اس کے بعد اپنے استاذ گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زیارت کے لئے مبارکپور کا عزم کرتا ہے۔

بریلی شریف سے زیارت نوری سے نامراد جاتے ہوئے اس نے جبلپور عریضہ لکھا کہ میرے کرم نواز مخدوم! آپ کے چہرۂ نوری کی ضیاؤں سے آنکھوں کو منور کرنے کی تمنا لے کر در دولت پر دستک دی، مگر معلوم ہوا کہ میرا مقصود تمنا کسی اور شہر کے در و دیوار کو اپنے جلوؤں سے تابناکی بخش رہا ہے حضرت سیدی و مرشدی صدر الشریعہ و بدر الطریقہ کے وصال کے بعد میری تمناؤں اور آرزؤں کا مرکز حضور ہی کی ذات سے ہے

بڑے ارمان کے ساتھ حاضر ہوا تھا مگر بڑی حسرت کے ساتھ مبارکپور روانہ ہو رہا ہوں اگر حضور والا جبلپور میں ہفتہ عشرہ تک قیام فرما رہیں تو مبارکپور سے واپس ہوتے ہوئے اپنی آرزوئے طلب کی تسکین کے لئے وہیں حاضری کی اجازت چاہتا ہوں، شہزادۂ امام احمد رضا کا اخلاق کریمانہ دیکھئے کہ جبلپور سے حضرت برہان ملت کو حکم فرماتے ہیں انھیں لکھ دیجئے کہ میں انکی ملاقات کے لئے مبارکپور آرہا ہوں وہ میرا وہیں انتظار کریں، برہان الملۃ حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق سلامی جبلپوری علیہ الرحمہ کا مکتوب گرامی مبارکپور پہونچا، مشتاقِ زیارت اس عظیم ذات کے عظیم اخلاق کی موسلا دھار بارش میں شرابور ہوگیا اور احساس کیا کہ مجھ ذرہ بے مقدار پر اتنی مہربانی ہی کیا کم تھی کہ اذن زیارت سے نوازتے۔ کرم بالائے کرم یہ کہ

اتنے طویل سفر کی مشقت بھی برداشت کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ مشتاق زیارت نے اپنے استاذگرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مشورہ سے فوراً جبلپور تار دیا کہ میں فلاں روز جبلپور قدمبوسی کے لئے حاضر ہو رہا ہوں، برائے کرم حضور زحمت سفر نہ فرمائیں، یہ مشتاق زیارت حضرت صدر الشریعہ کے مرید، اور حافظ ملت کے چہیتے شاگرد مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب صدیقی تھے، جو عرصۂ دراز تک میمن مسجد گھوڑی گارڈن کراچی کے خطیب رہ چکے ہیں، رحمۃ اللہ علیہم، مہمان نوازی اور اخلاق و رواداری کا یہ رویہ علمائے کرام کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ آستانۂ رضویہ کے عام مہمانوں کے ساتھ بھی حضور مفتی اعظم اور ان کے وارثین فراخدلانہ مسنون طریقوں کے پابند ہیں۔

سادات کا احترام

علماء اور سادات کرام کے ساتھ خصوصی آداب و لحاظ حضور مفتی اعظم کے مزاج میں داخل تھا۔

کبھی کسی آلِ رسول یا سید زادہ کو اپنی چارپائی کے پائنتیں یا خود تخت پہ تشریف فرما ہوں تو نیچے بیٹھا گوارہ نہ کرتے تھے حضور مفتی اعظم کے اس مزاج سے قریبی سادات بخوبی واقف تھے

ایک بار کا واقعہ ہے ایک نوجوان سید صاحب جنکی ذہنی حالت بہتر نہ ہونے کا شبہ تھا۔ عرس رضوی کے موقع پر، باورچی خانے میں پہونچ کر کھانا طلب کرنے لگے، کھانے میں کچھ تاخیر تھی، منتظمین نے بتایا مگر وہ اپنی رو میں حضرت مفتی اعظم قبلہ کے پاس جا پہونچے اور مطبخ کا انتظام کرنے والوں کی شکایت کی کہ "میں بھوکا ہوں"، اور وہ لوگ مجھے کھانا نہیں دیتے۔ لوگ بھوکے سید کا خیال نہیں کرتے، مفتی اعظم نے سنا تو اپنے تخت پر احتراماً کھڑے

ہو گئے، اور سید صاحب کی منت و سماجت کر کے اپنی مسند پر بٹھایا انکی خاطر کی اور فوراً مولانا ساجد علی خاں کو بلوا کر فرمایا کھانا تیار ہوتے ہی فاتحہ کا انتظام کروائیں، فاتحہ سید صاحب کی موجودگی میں ہو سب سے پہلے سید صاحب کھانے کو تبرک بنائیں گے اس کے بعد ان کے صدقے میں ہم سب دوسرے لوگ کھانا کھائیں گے۔

علمائے اعلام اور مرشدین و اساتذۂ کرام کی تعظیم اور دست بوسی تو اسلامی معاشرت کا ایک اہم حصہ ہے۔ مفتیٔ اعظم کو وہ حضرت کے مرید و مقتدی کیوں نہ ہوں اگر معلوم ہو جاتا کہ سید زادے ہیں تو آپ ان کی بھی بے حد توقیر فرماتے تھے۔

پیر سید علاؤ الدین گیلانی صاحب ایکبار بریلی تشریف لے گئے، آپ حضور غوث پاک کی اولاد امجاد سے ہیں جواں سال، ماڈرن لباس، مگر لوگوں نے دیکھا کہ حضور مفتیٔ اعظم ان کے پیچھے پیچھے دست بستہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے اور عملاً ثابت کر دیا کہ ہم لوگ سرکار غوث الاعظم اور ان کی اولاد کے غلام کہے جاتے ہیں تو غلاموں کو کسطرح رہنا چاہئے۔

سید الاستغفار: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اس استغفار کو دن میں یا رات کو ایک بار یقین کامل کے ساتھ پڑھ لے گا وہ اگر اس دن یا رات میں وفات پا جائے گا تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔

(حصن حصین)

اے اللہ رحمن و رحیم مذکورہ ورد کا ثواب میرے والد حافظ قمر الزماں مرحوم کو عطا فرما۔

ملتجیٔ کرم

• ریاض احمد انصاری شہر پرانی بستی

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے ‌‌ یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے ‌‌ کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے
سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے ‌‌ علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے
صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام کر ‌‌ بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
بہرِ معروف و سری معروف دے بیخود سری ‌‌ جندِ حق میں گن جنیدِ باصفا کے واسطے
بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتوں سے بچا ‌‌ ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد ‌‌ بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے
قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا ‌‌ قدرِ عبد القادرِ قدرت نما کے واسطے
اَحسَنَ اللہُ لَہٗ رِزقاً سے دے رزقِ حسن ‌‌ بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ ‌‌ دے حیاتِ دیں محی جاں فزا کے واسطے
طور و عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا ‌‌ دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے
بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر ‌‌ بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے
خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال ‌‌ شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے ‌‌ خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے ‌‌ عشقِ حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے
حُبِّ اہلبیت دے آلِ محمد کے لئے ‌‌ کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر ‌‌ اچھے پیارے شمسِ دیں بدر العلیٰ کے واسطے
دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر ‌‌ حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے
نور جان و نور ایماں نور قبر و حشر دے ‌‌ بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے
کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے ‌‌ میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے
سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے ‌‌ رحم فرما آلِ رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے
مجھ کو عبدِ مصطفیٰ کو بہرِ شیخ مصطفیٰ ‌‌ مفتیِ اعظم جنابِ مصطفیٰ کے واسطے
یا الٰہی غوث اعظم کے غلاموں میں قبول ‌‌ ہم شبیہِ غوثِ اعظم مصطفیٰ کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل
عفو و عرفاں، عافیت اس بےنوا کے واسطے

مفتی اعظم اور حق گوئی و بے باکی

مولانا محمد عالم نوری مصباحی
استاذ: جامعہ حنفیہ بستی۔

اصحاب عزیمت واستقلال سے کوئی دور خالی نہ رہا۔ ہر دور میں خدا ترس، بے خوف و بے باک علمائے حق وصداقت کی آواز بلند کرتے رہے، باطل کے آگے کبھی سرنگوں نہ ہوئے بلکہ تختۂ دار پہ بھی اعلان حق کرتے رہے ـــــ کہتے ہیں حق بات کہنا جب جرم سمجھا جائے اس وقت ایک حق بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

افضل الجهاد كلمة الحق عند السلطان الجائر "یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دینا اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے"۔ لیکن جو لوگ ہر دور اور ہر حالت میں کلمہ حق کا اعلان کرتے رہے زندگی کے کسی بھی لمحہ میں حق کا دامن چھوٹنے نہ دیئے ایسی پاکباز ہستیوں کا کیا پوچھنا!

انھیں مخصوص ہستیوں میں حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہٗ کی ذات بابرکات تھی کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسے خاندان میں پیدا فرمایا تھا جس میں کئی پشتوں سے سلسلۂ علم وارشاد قائم وجاری ہے اور جس کے اسلاف کرام کے اعمال صالحہ وراثت میں یکے بعد دیگرے اخلاف تک منتقل ہوتے آیا ہے۔ جن کی حق گوئی وبے باکی وحق پرستی عشق رسول میں جاں نثاری وسرشاری، تخت وتاج اور مال وجاہ سے استغناء و بے نیازی انھیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی۔

آپ کی مومنانہ شان حق گوئی وبے خوفی کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ شروع سے آخر تک زندگی کا ہر لمحہ اعلان حق میں گذرا ہے۔ نجدیت و دیوبندیت ودیگر فرقہ ہائے باطلہ کی دھجیاں بکھیرنے اور باطل پرستوں کی سرکوبی ہی میں آپ کی عمر عزیز صرف ہوئی ہے۔ شدھی تحریک ہو یا انگریزی تحریک قادیانیت ہو یا نیچریت ان تمام کا آپ نے بھرپور مقابلہ کیا۔ اور اپنے فتاوے سے دین حق و مذہب اہلسنت

کی ترجمانی کر کے مسلمانانِ ہند و پاک کو ہر طاغوتی طاقتوں سے بچایا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے مومن کی حقیقی شان اور اس کے داعیِ حق ہونے کے منصب کا اظہار ہوتا ہے: من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فلسانہ وان لم یستطع فبقلبہٖ وذالک اضعف الایمان ۔

" تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کی برائی بیان کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

مگر اسلام میں جتنی اس کی تاکید ہے عام لوگ اسی نسبت سے مداہنت اور زمانہ سازی میں بکثرت مبتلا ہیں۔ البتہ مردانِ حق اور خاصانِ خدا ہر زمانہ میں اس فرض منصبی پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ رسول پاک نے ایسے ہی لوگوں کی مدح فرمائی ہے۔ لایزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایخافون فیہ لومۃ لائم ۔

" میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور اس باب میں کسی کی لعنت و ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔"

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی جرأت ایمانی کا بھی یہی حال تھا چنانچہ ناممکن تھا کہ کوئی غلط بات حضرت کے سامنے ہو جائے اور حضرت اس کی اصلاح نہ فرمائیں۔ بلاخوف لومۃ لائم ہر سچی اور حق بات کو برملا کہہ دیتے۔ جب بھی خلاف شرع کوئی کام دیکھتے فوراً ٹوکتے۔ اگر کوئی بے داڑھی مسلمان آتا تو داڑھی رکھنے کی سخت تنبیہہ فرماتے۔ محافل میلاد اور جلسوں میں اگر کوئی شاعر غلط شعر پڑھتا یا کوئی خطیب غلط مسئلہ یا روایت بیان کر دیتا تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے اور اسی مجمع میں اعلانِ توبہ کرواتے، اگر کسی کو انگریزی وضع قطع کا دلدادہ دیکھتے تو اسے اس سے پرہیز اور اسلامی لباس زیب تن کرنے کی تلقین کرتے۔ غرض کہ اس طرح کی بے شمار باتیں اور ہزاروں واقعات ہیں جو آپ کی حق گوئی اور بے باکی پر شاہد عدل ہیں۔ بطور نمونہ چند واقعات ھدیۂ قارئین ہیں:

بعض لوگ انگریزی وضع کے اتنے دلدادہ ہوتے ہیں کہ اس کو اختیار کرنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے، وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ شریعت نے اس کی کس قدر مذمت فرمائی ہے۔ ۱۹۷۳ء ۱۳۹۳ھ میں جامعہ اشرفیہ کے جشن افتتاح کے موقع پر حضرت مبارکپور تشریف لائے۔ ایک صاحب

انگریزی وضع قطع کے دلدادہ ٹائی باندھے ہوئے حضرت سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوئے جب قریب آئے حضرت نے ان کی ٹائی پکڑ لی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا:— یہ انگریزوں کی تقلید ہے جسے وہ صلیب کی جگہ استعمال کرتے ہیں جو قرآن کے متصادم عقیدے پر مبنی ہے فوراً ٹائی اتروائی اور توبہ وغیرہ کرائی. پھر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری نے مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انگریز چونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور وہ اپنے اس عقیدے کی بنا پر جگہ جگہ سولی کا نشان بناتے ہیں اور اسے اپنے گلے میں بھی لٹکاتے ہیں مگر ان کا یہ عقیدہ قرآن کے بالکل خلاف ہے. قرآن فرماتا ہے انھیں نہ قتل کیا گیا نہ سولی دی گئی بلکہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا، ایسی صورت میں ان کا یہ گلے میں سولی لٹکانا زنار باندھنے کی طرح ہوا ایسی صلیبی نشان کی جگہ انہوں نے ٹائی کے استعمال کو رواج دیا ہے جو کسی طرح ایک مسلمان کے لئے درست نہیں ہوسکتا اور اگر استعمال کیا تو اسے توبہ وتجدید ایمان کرنا ہوگا جیسے بت کے آگے سجدہ کیا تو توبہ اور تجدید ایمان کی ضرورت ہے۔ (استقامت کا مفتی اعظم نمبر ص ۴۸۸)

ایک بار سونے کی انگوٹھی پہنے ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اتفاق سے حضرت کی نگاہ اس پر پڑ گئی بس کیا تھا چہرہ پر جلال کے آثار نمایاں ہوگئے فرمایا ارے یہ کیا؟ آپ نے اس انگلی میں کیا پہن رکھا ہے؟— یہ تو سونے کی انگوٹھی ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ! توبہ کیجئے سونے کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے. آپ مسلمان ہو کے حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے ہیں.

اس شخص نے خاموشی سے انگوٹھی نکال کر جیب میں ڈال لیا. آپ نے فرمایا، بہت خوب! گھر میں جاکر پہن لیجئے گا ہے نا؟ اس نے عرض کیا نہیں حضور اب توبہ کرتا ہوں وعدہ کرتا ہوں فوراً ہی چہرے کا جلال جمال میں بدل گیا، ارشاد فرمایا چلئے وعدہ کرلیا توبہ کرلیا. (الملفوظ حصہ سوم)

واضح رہے کہ شریعت محمدی میں مردوں کے لئے چاندی کے سوا کسی چیز کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں چنانچہ ایک صاحب حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی. ارشاد فرمایا مالی اری فی یدك حلیۃ الاصنام کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھوں میں بتوں کا زیور دیکھتا ہوں، انہوں نے فوراً اتار دی دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا مالی اری فی یدک حلیۃ اھل النار. کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھوں میں دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں ——— یہ سنتے ہی

انہوں نے فوراً اتار کر پھینک دیا اور عرض کی یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟
ارشاد فرمایا اتخذہ من الورق ولاتتمہ مثقالا۔ چاندی کی بناؤ اور اس کا وزن ایک مثقال سے کم رکھو (یعنی ساڑھے چار ماشے تک کی) (الملفوظ حصہ سوم ص۳۰)

حضور مفتئ اعظم ہند کے اندر اصلاح کا ایسا بے لوث جذبہ کارفرما تھا کہ مسلم تو مسلم اگر آپ کے سامنے کسی غیر مسلم سے بھی کوئی ناروا حرکت سرزد ہو جاتی تو بے خوف و خطر اسے ٹوک دیتے۔ چنانچہ آپ کے دربار میں غیر مسلم بھی آتے اور اپنے عقیدے کے مطابق کچھ ایسے الفاظ بولتے یا کچھ ایسی حرکتیں کرتے جنہیں وہ صحیح سمجھتے تھے لیکن جو اسلامی اصول اور شرع کے خلاف ہوتا فوراً اس کا رد کرتے۔

حضرت کے پرانے خادم ناصر میاں صاحب ایک بار کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے ساتھ ٹرین میں سفر کر رہا تھا اتفاق سے اس ڈبہ میں کچھ ملٹری کے لوگ تھے جو شراب پی رہے تھے حضرت اپنے برتھ سے سو کر اٹھے تو دیکھا اور منع کیا۔ وہ نہیں مانے تو جو ان کا ہیڈ تھا اسے بڑی زور سے ڈانٹا اور ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ شراب کی بوتل دور جا گری۔ اور اس کا منھ گھوم گیا ــــــ میں گھبرا گیا یااللہ ایسا نہ ہو کہ یہ حضرت کی گستاخی پر اتر آئیں۔ لیکن واہ رے اللہ کے شیر! یہ تمام گیدڑ خاموش ہو گئے اور پھر انہوں نے حضرت سے معافی مانگی۔ ــــــــــــــــــــ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص۵۱۵

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت شاہ گنج اسٹیشن پر ٹرین کے انتظار میں بیٹھے تھے قریب ہی ہوٹل میں ایک شخص بیٹھا بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا اتفاقاً اس پر حضرت کی نظر پڑ گئی آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑے چونکہ ہمراہی لوگ کچھ سمجھ نہ سکے اس لئے سخت متحیر ہوئے کہ کچھ بتائے بغیر کہاں جانے لگے پھر لوگوں نے دیکھا کہ آپ ہوٹل میں ایک شخص سے فرما رہے ہیں "تمہیں تہذیب نہیں آئی کہ بائیں ہاتھ سے کھاتے ہو"
اس نے کہا:۔ "میں ہندو ہوں" حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا "اے انسان تو ہو" اتنا سنتے ہی وہ دائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔ ــــــ (استقامت کا مفتئ اعظم نمبر)
یہاں لفظ انسان کا برمحل استعمال کتنا معنی خیز ہے!

سرکار نے بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کو منع فرمایا ہے کہ یہ شیطان کا طریقہ ہے لہٰذا بائیں ہاتھ سے

کھانا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

آج کے دور میں کتنے وہ ہیں کہ جن کے سامنے بہت ساری ناجائز باتیں ہوتی رہتی ہیں، نمازیں غلط طور پر ادا کی جاتی ہیں اور وہ دیکھتے رہتے ہیں مگر اتنی توجہ نہیں دیتے کہ غلط کار کو صحیح طریقہ بتا دیں مگر مفتئ اعظم کی ذات وہ ذات تھی جس نے اپنے سامنے کبھی کوئی خلاف شرع کام دیکھنا گوارہ نہ کیا۔ زندگی کا ہر لمحہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گذارا، حرص و طمع میں پڑ کر یا کسی طاقت سے مرعوب ہو کر کبھی صداقت کا دامن نہیں چھوڑا، اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی حق گوئی وبے باکی ان کا شعار رہا۔ یہی وہ حق گو مومن کامل ہیں جن کا تعارف ڈاکٹر اقبال نے ایک شعر میں جامع طور پر کر دیا ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

افسوس صد افسوس وقت کا وہ عظیم المرتبت وارث انبیاء، عصر حاضر کا نائب امام اعظم ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا جس کے سامنے عرب و عجم کے اکابرین امت ادب سے سر جھکاتے ہیں، جنھوں نے مداہنت فی الدین، گندی سیاست اور ہر منافقانہ روش کی دھجیاں بکھیر دیں اور بلا خوف لومۃ لائم ہمیشہ حق کا سر بلند رکھا۔ دین و دنیا کے معاملے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی۔ رضائے مولیٰ کے لئے ساری دُنیا کی ناراضگی کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ عشق رسول کے لئے پورے جہان کی دشمنی مول لی ؎

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

قول زریں

جو تم سے چھوٹے ہیں ان کے ساتھ اس قول کے مطابق سلوک کرو کہ "از خورداں خطا و از بزرگاں عطا" (چھوٹے قصور کرتے ہیں اور ان کے بڑے معافی و بخشش) اور جو تم سے بڑے ہیں خواہ علم و فضل میں خواہ عمر میں ان کی اس مصرعہ کے موافق پیش آؤ کہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست،" (بڑوں کی کسی کوتاہی پر ان کی گرفت کرنا خود اپنی جگہ بڑی کوتاہی وکم فہمی اور باعث محرومی ہے)

آفتاب علم معرفت، ماہتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز حقیقت، تاجدار اہل سنت شمس العارفین، نائب سید المرسلین، فقیہ اجل، شہزادۂ مجدد اعظم حضور سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند مولانا الحاج الشاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہٗ العزیز آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے اکتالیسویں امام و شیخ طریقت ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند علم و عرفان کے بحر ناپیدا کنار، اسلام و سنیت کے مہکتے ہوئے گلشن تھے وہ ایک صادق نائب رسول، قدسی صفت بزرگ، عشق و وفا کے حسین پیکر، نیز عظیم محقق و مصنف تھے، ان کی تحریروں میں علامہ شامی کے تفقہ کا انداز، امام غزالی کی تحقیق اور ان کے والد گرامی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اسلوب کی جھلک نظر آتی ہے تحقیق کا کمال اور فقہ کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے۔

آپ نے صرف ۱۸ سال کی قلیل عمر میں رضاعت کا مسئلہ لکھا۔ بعد فراغت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی حیات طیبہ ہی میں فتویٰ نویسی کا کام سونپ دیا گیا تھا جس کی ابتداء کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔

حضرت مولانا ظفر الدین صاحب و حضرت مولانا سید عبدالرشید صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ دارالافتاء میں کام کرتے تھے ابھی آپ کی نوعمری کا عالم تھا ایک دن دارالافتاء میں پہونچے تو دیکھا کہ حضرت مولانا

ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ فتاویٰ لکھ رہے تھے۔ مراجع کے لئے فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے اس پر مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے فرمایا کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں ؟

مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانیں۔ حضرت نے قلم برداشتہ جواب لکھ دیا جو رضاعت کا مسئلہ تھا یہ آپ کا پہلا فتویٰ تھا جو اپنی زندگی میں قلمبند فرمایا۔ اصلاح وتصحیح کے لئے وہ جواب امام اہلسنت کی خدمت میں پیش کیا گیا صحتِ جواب پر امام اہلسنت بہت خوش ہوئے اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب لکھ کر دستخط ثبت فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ انعام کے طور پر ابوالبرکات محی الدین آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا کی مہر مولانا حافظ یقین الدین علیہ الرحمہ کے بھائی سے بنواکر عطا فرمائی۔ یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے۔ بعدہٗ ۱۲ سال تک والد ماجد کی زندگی میں فتویٰ نویسی کرتے رہے جس کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔

علم وفضل کی صلاحیت اور فقہی مہارت تامہ کی وجہ سے مفتیٔ اعظم کہلائے یہ لقب گویا آپ کا اسم ہو گیا جہاں بھی مفتیٔ اعظم بولا گیا وہاں صرف آپ ہی کی ذات اقدس سمجھ میں آئی۔ خود اعظم بننے سے کوئی اعظم نہیں بنتا نہ کسی کو اس کے ایجنٹ اعظم بنا سکتے ہیں۔ اعظم تو وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ اور اس کا پیارا رسول عظمت عطا فرمائے۔ مفتیٔ اعظم ہند کی ذات نام ونمود، شہرت وجاہ طلبی اور ریا سے کوسوں دور تھی ان کی عظمت تو خالص عطائے خدا ورسول تھی اور جب خدا ورسول کسی کو عظمت عطا فرمائیں تو اس کی عظمت کی حد کوئی کیا جانے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقہی عظمت صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ وقت بھی آیا جب آپ مفتیٔ اعظم عالم بن کر جلوہ فگن ہوئے۔ جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو علماءِ حجاج مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے علماء ومشائخ نے آپ سے مسائل دریافت کئے اور بیعت سے مشرف ہوئے نیز سند اجازت وخلافت حاصل کی اس طرح آپ کا فیضانِ شریعت وطریقت ساری دنیا میں پھیل گیا۔ علاوہ ازیں آپ کے پاس عرب، افریقہ، ماریشش، انگلینڈ امریکہ، سری لنکا، ملیشیاء اور بنگلہ دیش وپاکستان سے استفتاء آتے اور ان کا جواب آپ تحریر فرماتے۔

آیئے! حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کو مفتیٔ عالم کہے جانے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

جنرل ایوب خاں کے دور میں پاکستان میں حکومت کی طرف سے ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے عہدیداران عید وبقر عید کے موقع پر خاص طور سے مشرقی ومغربی پاکستان میں

جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے ——— اور پھر ان کی تصدیق پر حکومت کی جانب سے ملک میں رویت ہلال کا اعلان کیا جاتا تھا۔ ایک بار عید کے موقع پر ۲۹ رمضان کو اس کمیٹی کے افراد ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کو اڑے مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان جاتے ہوئے انھیں چاند نظر آگیا اور انہوں نے اس کی اطلاع حکومت کو دے دیدی پھر حکومت کی جانب سے رویت کا اعلان کر دیا گیا مگر وہاں کے سنی علماء نے اس کو نہ مانا اور انہوں نے دنیا کے تمام اسلامی ممالک جیسے شام، اردن، عرب، مصر وغیرہ کے مفتیان کرام سے اس سلسلے میں فتویٰ مانگا اور ایک استفتاء سرکار مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کے پاس بریلی بھی روانہ کیا۔ تقریباً دنیا کے سبھی مفتیان کرام نے رویت ہلال کمیٹی پاکستان کی تائید کی مگر علم وفضل کے تاجدار فقیہہ اعظم مفتیٔ اعظم عالم قدس سرہٗ نے اسے نہیں مانا اور اپنا فتویٰ دیا جس کا مضمون اس طرح ہے:

"چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ھے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وھاں شرعی شہادت پر قاضیٔ شرع حکم دے گا چاند کا سطح زمین یا ایسی جگہ سے کہ جو زمین سے ملی ھوئی ھو وھاں سے دیکھنا چاھئے۔ رھا جہاز سے چاند دیکھنا یہ غلط ھے کیونکہ چاند غروب ھوتا ھے فنا نہیں ھوتا اس لئے کہیں ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ھے اور اگر جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ھے تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ھے تو کیا ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا؟ کوئی عاقل اس کا اعتبار نہیں کرے گا۔ ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹ کو چاند دیکھنا کب معتبر ھوگا۔؟

حضرت کے اس جواب کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور فتوے کو پاکستان میں جانے کے بعد اگلے مہینہ میں ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا تب حکومت نے حضرت کے فتوے کو تسلیم کر لیا اور رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور دنیا کے تمام مفتیان کرام نے ان کی بارگاہ علم وفضل میں سر عقیدت خم کر دیا۔

اس طرح کے بہت سارے دقیق و پیچیدہ مسائل آپ کے پاس آئے جس کو حل کرنے میں ثانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے تھے نمونہ میں ایک دو مثال کافی ہے آپ کی فقاہت کو

بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا ہے اور آپ کی عبقری شخصیت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے ایک شرعی فتوے پر تحریر فرمایا :

هٰذَا الْقَوْلُ الْعَالِمِ الْمُطَاعِ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْاِتِّبَاعِ

(یعنی یہ ایک ایسے عالم کا قول ہے جس کی اطاعت لازم ہے)

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا اس دور میں ان کی (حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ) ہستی فقید المثال ہے خصوصیت کے ساتھ باب افتاء میں بلکہ روزمرہ کی گفتگو میں جس قدر محتاط اور موزوں الفاظ ارشاد فرماتے ہیں اہل علم ہی ان کی منزل سے لطف اندوز ہوتے ہیں حضرت شمس العلماء جونپوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

" فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں۔ میں ان کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا بیٹھا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں۔ ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔"

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان فرماتے ہیں :

"مفتیٔ اعظم ہند علم و فضل اور فقہی بصیرت کے اعتبار سے لاثانی تھے اسلام اور عالم اسلام کیلئے آپ کی عظیم خدمات ناقابل فراموش ہیں۔"

مذکورہ بالا اقوال ہی سے ارباب علم و دانش مفتیٔ اعظم ہند کی فقہی عظمت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

از

مولینا امیر الدین شمسی (بی۔ اے)
گھوسی ضلع مئو۔

دُنیائے سُنّیت کے معمار

محمد مصطفےٰ رضا الملقب بہ مفتیٔ اعظم ہند ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مُطابق ۷ جولائی ۱۸۹۲ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ ایک ہشت پہلو، دل آویز، باوقار اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی ذات بابرکات جن صفات عالیہ، خوبیوں اور کمالات کا مرقع تھی وہ ان کی شخصیت کی عظمت و رفعت کا موجب تھی۔ مولانا سید محمد اجمل میاں اشرفی لکھتے ہیں۔

علم و عمل کے حسین پیکر جب مائل بہ تصوف ہوئے تو دنیا نے انسانیت کو ایک نئے رنگ میں دیکھا اور محی الدّین ابن عربی، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، خواجہ خواجگاں معین الدّین چشتی، محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، فریدالدین مسعود گنج شکر، داتا گنج بخش لاہوری اور مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہم زندگی کی آبرو بن گئے۔ (حجاز اکتوبر ۹۰ء)

آپ اگر عالم شریعت تھے تو سالک طریقت بھی۔ آپ اگر مومن تقویٰ شعار تھے تو زاہد شب بیدار بھی اگر ایک طرف آپ مسند افتاء کو زینت و وقار عطا فرماتے تھے تو دوسری طرف بیعت و ارشاد کی منزل کو عرفان و آگہی کی روشنی بخشتے تھے۔ درس و تدریس ہو یا تصنیف و تالیف، تفسیر و تحریر ہو یا ارشاد و تبلیغ ہر شعبہ میں ایک مخصوص انداز

اور مخصوص مقام رکھتے تھے۔ قدرت کے عطا کردہ ان فکری وعملی انعامات کی فراوانی میں انکی شخصیت کا مطالعہ بڑا دلکش اور حسین معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مفتئ اعظم اعلیٰ لیاقتوں اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب فیض اور نفع بخش تھے انکی زندگی کا مشن بھی فیض رسانی اور انسان سازی تھا انھوں نے ایک عہد کو سنوارنے ایک تاریخ کو بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور ایک نسل نہیں کئی نسلوں کی تہذیب و تربیت کا سامان کیا خاص طور پر اپنے معاصر دل و دماغ اور جدید ذہن کو اپنی شخصیت، صلاحیت اور تعمیری جدوجہد سے متاثر اور مرہون منت کیا۔

آپ کے نزدیک انسانی زندگی ایک عبادت اور مشن کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کی تعمیر وتہذیب اور ترتیب وتنظیم کو عبادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے نئے ذہن کی تعمیر کا فریضہ مقصد حیات کے اعلیٰ شعور کے ساتھ انجام دیا۔ پوری زندگی لوگوں کے بخت ہائے خفتہ کو جگانے میں صرف ہوئی۔ آپکے انتقال سے ایک تاریخ ساز عہد کا اگرچہ خاتمہ ہوگیا۔ اس دنیا میں جو بھی آتا ہے وہ ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آتا۔ ہاں کچھ جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دنیا سے رخصت ہوکر حیات سرمدی پالیتے ہیں اور بعد وفات دائمی زندگی حاصل کرلیتے ہیں۔ انکی تعلیمات، ان کے ارشادات، ان کے فرمودات رہ روان منزل کے لئے

ظلمت شب میں ماہ و نجوم کا کام دیتے ہیں۔ مولانا شبنم کمالی کے تاثرات بھی کچھ اس طرح کے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند کی ذات گرامی بھی ان قدسی صفات ہستیوں میں سے ایک ہے جنکی یاد جن کے نام، جنکی سیرت جن کے کردار کو مرورِ ایام اور گردش زمانہ کتابوں کے صفحات اور آنے والی نسلوں کے قلوب سے انشاءاللہ قیامت تک محو نہیں کر سکتے نہ مٹا سکتے ہیں، اور نہ ختم کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ حجاز ۱۹۹۰ء)

مفتی اعظم ہند نے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح کے لئے بیعت وارشاد کا پیغمبری پیشہ اختیار کیا۔ معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں ایک مبلغ اور پیر سے زیادہ اہم رول کسی اور طبقہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی کے ہاتھ میں بگڑے ہوئے معاشرہ اور گم گزشتہ راہ افراد کی تقدیر ہوتی ہے اور اسلامی ذہن کے فکر و عمل کا سانچہ ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے اسے ڈھال سکتا ہے۔ جس رخ پر چاہے ڈال سکتا ہے۔ تبلیغ وارشاد کا کام جتنا اہم ہوتا ہے اور مقدس ہوتا ہے اتنا ہی نازک، خطرات سے پر اور ذمہ دارانہ ہوتا ہے۔ یہ کار نبوت ہے، انبیاء کا مشن ہے اس کے لئے محبت، شوق، ولولہ، مشاہدہ، یکسوئی، کردار ایثار بنیادی عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مفتی صاحب میں یہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں۔

آپ نیک دل اور نیک انسان تھے۔ خوش معاملہ، راست باز

جن کی دیانت اور صداقت پر آج تک کسی نے انگشت نمائی نہیں کی۔ خدائے ذوالجلال نے دل و دماغ کو اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا۔ آپ بڑے ہی عالی ظرف، مال اندیش، منکسرالمزاج متواضع، متحمل اور صابر تھے۔ مزاج میں چشم پوشی، درگذر اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ چاہے اس راستہ میں ہمالیہ پہاڑ ہی کیوں نہ رکاوٹ بنکر کھڑا ہو جائے "حق بات کہنا ظالم بادشاہ کے سامنے سب سے بڑا جہاد ہے" اس کی آپ سچی تفسیر تھے ایمرجنسی کے دور میں ظالم و جابر حاکموں نے ظلم و جور کی حد کردی اور خاندانی منصوبہ بندی کے نظریہ کو منوانے کے لئے وہ ستم ڈھائے کہ بڑے بڑے شیر دل عالموں کا پتہ پانی ہوگیا، زبانیں گونگی ہوگئیں کسی کو اس کے خلاف بولنے کی تاب نہ تھی جبکہ ابن الوقت علماء حکومت وقت کی حمایت پر اتر آئے۔ ایسے پر آشوب دور میں مفتی اعظم ہند نے اندیشہ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر ایمرجنسی کے خلاف فتویٰ دے دیا اور ملک کے گوشے گوشے میں اس کی تشہیر کرادی۔ حکومت کی لاکھ مخالفت کے باوجود بھی آپکی جبین استقلال پر ہلکی سی شکن بھی نہیں آئی۔

ایک کہاوت ہے کہ اگر تم ایک سال کا منصوبہ بنا رہے ہو کاشت کاری کرو اگر تم دس سال کا منصوبہ بنا رہے ہو تو شجر کاری کرو اور اگر سو سال کا منصوبہ بنا رہے ہو تو انسان سازی کرو

انسانوں کے عادات و اطوار اور خیالات و میلانات کو بدلنا، انکو تہذیب و تربیت اور زینت و سلیقہ سے آراستہ کرنا سب سے مشکل کام ہے لیکن مفتی اعظم ہند نے اس کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

مفتی اعظم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کسی جاندار کی تصویر ہو چاہے اپنے وقت کا کتنا بڑا رئیس ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ جے پور میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانا تھا معلوم ہوا کہ یہاں پر اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی ہے مسئلہ بتانے اور سمجھانے کے بعد بھی لوگ باز نہیں آتے برہان الملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق جبل پوری فرماتے ہیں کہ حضرت نے کہا کہ میں اپنے سامنے خلاف سنت فعل ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ جب خطبہ شروع ہو جائیگا میں آجاؤں گا۔ لاکھ سمجھایا گیا لیکن آپ تیار نہ ہوئے۔ مفتی برہان الحق فرماتے ہیں کہ میں ادائے سنت کے بعد خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ گیا۔ مؤذن نے منبر کے بالکل قریب کھڑے ہو کر اذان دینے کا ارادہ کیا تو میں نے روک دیا۔ حاضرین مسجد کو مطلع کر کے اذان سے متعلق شرعی حکم سنایا کہ اذان مسجد کے اندر دینا مکروہ تحریمی ہے۔ اذان کا مقصد اعلان عام ہے۔ خطیب کے سامنے منبر کے قریب مسجد کے اندر اذان دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو شریعت نے مقرر کیا ہے اسی مقصد کے لئے اذان خطبہ بھی خارج مسجد دینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جب تک کہ خارج مسجد اذان نہیں دی جائیگی میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ چنانچہ مؤذن نے مسجد کے باہر منبر کے

سامنے اذان خطبہ دی جب اسکی خبر حضرت کو قیامگاہ پر ہوئی تو مسرت کا اظہار فرمایا فوراً مسجد تشریف لائے اسی وقت سے آج تک اذان ثانی خارج مسجد ہی ہو رہی ہے۔

آپ اسلام کے بطل جلیل اور استقامت کے جبل عظیم تھے نازک سے نازک حالات میں بھی آپکے پیروں میں لغزش نہیں آئی ملت ابراہیمی کے سچے محافظ اور حسینی کردار کے علمبردار تھے۔ عالی کردار بلند اخلاق، علمی بصیرت، جودت طبع، خدمت دینی و دردمندی کے واقعات کثرت سے ہیں۔ فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کی محافظت میں نمایاں خصوصیات کے حامل تھے۔ اتباع سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ خدمت خلق آپ کا عظیم کارنامہ ہے زمانہ دراز تک لوگ آپکے ذکر سے رطب اللسان رہیں گے۔ اپنی سعی عمل سے دین پاک کی خوب خدمت فرمائی۔ اور فرزندان توحید کو مذہبی رجحان بخشا۔ ان کی عملی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کی۔

تصنیف و تالیف میں آپ نے جو علمی جوہر دکھائے اس سے آپکی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ عوام النّاس کی رشد و ہدایت میں آپکی زندگی کا بیشتر حصہ صرف ہوا۔ اتنی مصروفیات کے باوجود بھی ایک درجن سے زائد کتابیں آپ کی علمی عبقریت پر شاہد عدل ہیں آپ کی تصانیف میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی زور نویسی کا رنگ جھلکتا ہے۔ آپ کا اسلوب نگارش والد گرامی جیسا تھا۔ اصلاح عقائد اور فتوی نویسی آپ کی تحریروں کا اہم جزو تھا۔

از: مولانا نبی بخش قادری

اس خاکدانِ گیتی پر ہر دور و ہر صدی میں خدا کے کچھ ایسے مخصوص اور مقدس بندے پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے کردار و عمل، رفتار و گفتار، سیرت و اطوار سے مردہ قوم کے اندر زندگی کی روح پھونکتے رہے ہیں اور بھٹکی ہوئی قوم کو خوابِ غفلت سے جگا کر انھیں منزلِ مقصود و صراطِ مستقیم عطا فرمایا ہے۔ جنھوں نے مذہب اسلام کی نصرت و اعانت کو جزو زندگی بنا کر پوری زندگی دشمنانِ اسلام کے مدمقابل صف آراء و سینہ سپر رہے ہیں اور ہمیشہ اپنی زبان و قلم کو احکامِ خداوندی اور سنّتِ مصطفوی کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رکھا ہے۔ یہ وہ قدسی صفات انسان کامل ہیں، جنھیں خلّاقِ دو عالم نے اپنے فضل و کرم سے گمراہوں کی ھدایت، سرکشوں کی اصلاح، صدق و کذب کے درمیان فرق، حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے ہر قرن و صدی میں پیدا فرماتا ہے جو اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے اپنا سب کچھ راہِ خدا میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں. حق گوئی و راست بازی جن کی شعارِ زندگی ہوتی ہے. حق کی طرفداری و صداقت کی حمایت جن کا نصب العین ہوتا ہے جن کا دامن حرص و ہوس و لالچ و طمع اور دُنیا پرستی کے بد داغوں سے پاک و صاف ہوتا ہے، جن کا سرمایۂ حیات قوم و ملّت کے لئے وقف ہوتا ہے، جن کے اندر سرفروشانہ شجاعت و دلیرانہ جسارت کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں، جن کی دلیری کا حال یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں فرض منصبی کی ادائیگی سے باز نہیں رکھ سکتی اور نہ ہی ظالمانہ ذہنیت اور جابرانہ طبیعت رکھنے والی کوئی حکومت ان کے پایۂ استقلال میں جنبش پیدا کر سکتی ہے ـــ یہ وہ مقدس نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے اپنی فانی زندگی کو خدا کی اطاعت و مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کر کے حیات جاودانی حاصل کر لیتے ہیں جن کی موت کو قرآن کریم زندگی سے تعبیر کرتا ہے جن کی زندگی قوم کے لئے عظیم سرمایہ ہوتی ہے.

یہ حضرات تزکیۂ نفس، ذکر الٰہی، صفائی دل، طہارتِ قلب و جگر، بندگیٔ خدا و عشق مصطفےٰ کے طفیل، مقامِ قربِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں۔ تو معرفتِ الٰہی کا دروازہ ان کے لئے کھل جاتا ہے ان کے سینے میں

حقیقت ومعرفت کی شمع روشن ہوجاتی ہے ان کے اندر ایقان وعرفان کا چراغ جل جاتا ہے اوران کا دل تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے۔

پھر توان کی بارگاہ میں آنے والوں کی جھولیاں گوہر مراد سے پُر ہوجاتی ہیں، بے سہارا کو سہارا اورغمزدوں کو مسرت وشادمانی حاصل ہوتی ہے، شکستہ دلوں کی دلبستگی کا سامان وپریشان آماؤں کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے انھیں کے دربارِ رحمت سے ایمان کی کھیتی سرسبز وشاداب رہتی ہے اورگم گستگان راہ کو راہِ ھدایت ملتی ہے۔

ان مقبولانِ الٰہی ورہبرانِ کامل کے فیضان کا چشمہ جس طرح حیات ظاہری میں جاری وساری رہتا ہے ان سے بھٹکے ہوئے راہِ ھدایت پاتے ہیں اوران سے قلبی محبت رکھنے والوں کیلئے تمنائے حیات کی پژمردہ کلیوں میں رونق بہار آتی ھے۔ اسی طرح دُنیا سے جانے کے بعد حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں اورامید وبیم کی دُنیا میں اعتماد ویقین کا چراغ جلاتے ہیں ہر لمحہ وساعت فردمندوں کا میلہ ان کے درو دولت پر لگا رہتا ہے اور ہر دیار وامصار سے لوگ جوق درجوق نیاز مندانہ ان کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں اور گوھر مراد سے اپنی اپنی خالی جھولیاں بھر بھر کر واپس ہوتے ہیں۔ ان کا مزار پُرانوار آج بھی مرجعِ خلائق وزیارت گاہِ خاص وعام اوراہل عقیدت کیلئے چشمۂ فیضان ہے۔

اُنھیں مقتدر شخصیتوں اور برگزیدہ ہستیوں میں دورِحاضر کے عظیم رھنما موجودہ صدی کے رہبر کامل اوراپنے وقت کی منفرد شخصیت شہزادۂ اعلیٰحضرت، حامیٔ اہلسنّت، ہادیٔ مذہب وملّت، پیکرِ رشد وھدایت سیدی مرشدی **مُصطفےٰ رضا خان مُفتیٔ اعظم ھند** علیہ الرحمہ والرضوان کی مقدس ذات گرامی ہے۔ آپ غیر معمولی شخصیت کے حامل تھے، علماء عصر میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل تھا، آپ باکرامت ولی وقطب زماں تھے۔ آپ کی ہر ہر اَدا سے سُنّتِ مصطفےٰ کی جھلک نظر آتی تھی۔ مفتیٔ اعظم احکامِ خداوندی وسُنّتِ رسول کے پیروکار تھے، تقویٰ وطہارت کے مجسمہ وفسق وفجور کے اندھیروں میں نیکی وشرافت کی قندیل تھے۔ آپ دین وملت کے شمع وگلستان علوم وفنون کے ایک مہکتے ہوئے پھُول تھے، عشق مصطفےٰ کی مکمل تصویر ووادیٔ ظلمت میں روشنی کے مینار تھے، روحانیت کے تاجدار وگم گشتگانِ راہ کے لئے رشد وھدایت کے چراغ تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ دین کی اشاعت، مذہب اہلسنت کی حمایت، خلقِ خدا کی ہدایت ناموس رسالت کی حفاظت استیصال بدمذہب میں گذاری۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں آپ کا

وہ مقام تھا جو کم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ قدم قدم پر لوگوں کو برائیوں سے باز رکھنا، نیکیوں کی تلقین کرنا، بلا جھجک غیر شرعی حرکات پر ٹوک دینا آپ کے اندر آپ کے ہمعصروں سے زیادہ پایا جاتا تھا۔ آپ کے اندر ایمانی جرأت ایسی تھی کہ بلا خوف و برملا ہر صحیح و سچی بات کہتے اس میں کسی طرح بے جا رعایت کے قائل نہ تھے۔ کوئی خلاف شرع کام دیکھتے تو فوراً ٹوکتے، بے داڑھی والا مسلمان سامنے آتا تو اس کو سختی کے ساتھ داڑھی رکھنے کی تاکید کرتے، جلسوں و محافل میلاد میں کوئی نعت خواں غلط شعر پڑھ دیتا یا کوئی واعظ یا خطیب غلط مسئلہ یا روایت بیان کرتا تو فوراً وہیں مجمع عام میں اس کی اصلاح فرماتے اور اس سے توبہ کراتے۔

مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کا یہی وہ کردار و عمل تھا جس سے سیکڑوں بدکردار احکامِ شرع کے پابند ہو گئے۔ نہ جانے کتنے بد مذہب اپنی بد مذہبیت سے توبہ کرکے مذہب اہلسنت کے پیروکار بن گئے اور کئی ایک غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

گویا مفتیٔ اعظم موجودہ صدی کے ایسے رہبر کامل اور خوبیوں و خصوصیات کے حامل تھے کہ مجھ جیسے نا علم کے لئے ان کی کسی خوبی کو بیان کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جن کی بارگاہ میں پہونچ کر بڑے بڑے منکر کی زبان گنگ ہو جاتی ہے جن کے مراتب عالیہ بیان کرنے سے بڑے بڑے علماء قاصر نظر آتے ہوں جن کی بارگاہ میں پہونچ کر ماہرین علوم و فنون کی گردنیں خم ہو جاتی ہوں جن کی ٹھوکر پہ تاج سلطانی پلتی ہے جن کی نگاہیں ہزاروں کی تقدیریں بدلتی ہوں جن کی بارگاہ میں کبر و نخوت کے سانچے میں ڈھلا ہوئی گردن بھی جھک جاتی ہو، جن کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر خدا و عشقِ رسول میں ڈوبا ہوا ہو، جن کے سیل و نہار قوم کی سر بلندی میں گذرے ہوں، جنھوں نے محبتِ رسول کا چراغ روشن کرکے لوگوں کو عرفان و آگہی کا شعور بخشا ہو جنھوں نے مردہ سنتوں کو زندہ کیا ہو اور دین کے اصولیات کو عملی زندگی دے کر اسلام کو فرسودہ کہنے والوں کے منھ پر تھپڑ مارا ہو اور مصائب و مشکلات میں موسیٰ صفت راہ نکال کر اسلام کو پامالی سے بچایا ہو جن کو خدا کی بارگاہ میں مقبولیت کا مقام حاصل ہو، جن کا چہرۂ نورانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبیہ ہو۔ ـــــ ایسے باعظمت شخصیت کی تعریف و توصیف مجھ جیسا نا علم کیا کر سکتا ہے۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ان کے دامن سے لپٹنا ہی ہمارے لئے اصل زندگی ہے، ان کے قدموں سے وابستہ ہونا ہی ہمارے لئے اوجِ ثریا کا مقام رکھتا ہے ان کے نعلینِ اقدس کا صدقہ ہی ہمارے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔

ان سے عقیدت والفت رکھنا ہمارے ایمان کی حفاظت کی ضمانت ہے ان کے کردار واصول وضوابط کو اپنانا ہمارے لئے ذریعۂ نجات ہے۔

مفتئ اعظم علیہ الرحمہ آج ہماری نگاہوں سے پردہ فرما چکے ہیں مگر آج بھی ان کا کردار وعمل ان کے سیرت واطوار ان کے روزمرہ کے حالات ان کے علم وعمل کی بے مثال اور حیرت انگیز واقعات تن مردہ میں نئی جان ڈال سکتے ہیں، بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل مقصود کا سیدھا راستہ عطا کرسکتے ہیں اور جنم جنم کی پیاسی روحوں کی پیاس بجھا کر سکون واطمینان بخش سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی حاجت مندوں کا میلہ ان کے در ودولت پر لگا رہتا ہے۔ ضرورت مند آستانے کے اردگرد منڈلایا کرتے ہیں آج بھی آپ کے فیضان کا چشمہ جاری وساری ہے۔ آج بھی پیاسوں کو سیرابی آپ کے آستانے سے حاصل ہورہی ہے۔ آج جو بھی خالی جھولی لے کر عقیدت ومحبت سے آپ کے روضے پر حاضر ہوتا ہے اس کی جھولی گوہر مراد سے پُر ہوجاتی ہے، پریشان حال آتا ہے مسرت وشادمانی سے نہا کر جاتا ہے، جو مغلوک الحال آتا ہے وہ خوش حال ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جسے ٹھکرا دیا کرتا ہے، وقت جس کے پیکر میں بیڑیاں ڈال دیا کرتا ہے، حوادثِ روزگار جسے مجبور بنا دیا کرتے ہیں بدنصیبی جس کا مقدر بن جاتی ہے، بدبختی جس کا شیوۂ حیات ہوجاتی ہے، جس کی امیدوں کا چراغ گل ہوجاتا ہے جس کی آرزوئیں فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔ ایسا انسان بھی اگر عقیدت ومحبت کی شمع اپنے سینے میں روشن کرکے آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو تو میرا ایمان ہے اس کی زندگی کی کایا پلٹ جائے گی اور امید وبیم کی دُنیا میں اعتماد ویقین کا چراغ جل جائے گا، اور قلب وجگر کو سرور و دل ودماغ کو کیف ونشاط مل جائے گا۔

یقیناً آج بھی

سرزمین بریلی شریف میں آپ کا مزار پُر انوار مرجعِ خلائق وزیارت گاہ خاص وعام اور ہم اہل عقیدت کے لئے چشمۂ فیضان ہے۔

خُدا مرقدِ نوری پر تاابد بارانِ رحمت کا نزول فرمائے، اور ہمیں فیضانِ نوری سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

ہماری رہبری کو آج بھی کافی ہے اے لوگو
منوّر ضوفشاں نوری مزار مفتئ اعظم

جب ہم زمانے کے نشیب و فراز کا مطالعہ کرتے ہیں تو ماضی کی تاریخ میں بیشمار ایسی ہستیاں منصۂ شہود پر دکھائی دیتی ہیں، جو دائمی طور پر اپنی یادوں کے نقوش مرتسم کر گئی ہیں اور جن کا تذکرہ ہمارے لئے باعث صد افتخار اور مشعلِ راہ ثابت ہوتا ہے اس خاکدانِ گیتی پر کیسے کیسے محبوبانِ خدا کی جلوہ گری ہوئی جن کے قدم میمنت لزوم اور وجود مسعود سے فرشِ زمیں کیف و سرور میں نغمہ سنجیاں کر رہا ہے جن کے عطر بیز وجود سے مشامِ جاں عالم معطر ہے اور جن کے افعال و کردار بنی نوع انسان کے لئے سرچشمہ رشد و ہدایت اور منارۂ نور ہیں اور ایسا کیونکر نہ ہو جب کہ وہ نفوس قدسیہ ہوش سنبھالتے ہی شریعت مطہرہ کے پاسبان، حق و صداقت کے علمبردار، شریعت طریقت اور علوم و معارف کے سنگم، رشد و ہدایت کے پیکر، اسرار شریعت اور رموز حقیقت کے واقف بن کر دنیا والوں کے سامنے چمکے اور ایسا چمکے کہ ذہن و فکر پر چھاگئے، تاریخ کے صفحات پر پھیل گئے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم، مفتیٔ اعظم و عالم، علامہ الحاج الشاہ آل رحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہٗ کی

ذات بابرکات بھی اسی برگزیدہ گروہ اور سرچشمہ ہدایت میں ہے۔ آپ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ، جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق، عم محترم علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے دولت کدہ واقع محلہ رضا خاں سوداگران شہر بریلی میں "دعائے رضا" کا نتیجہ اور "نوید نوری" کا مظہر بن کر دُنیا میں تشریف لائے، جن کا فیضان دنیا کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے، حضرت مفتیٔ اعظم کی شخصیت مہروماہ کی طرح درخشندہ وتابندہ ہے، علم وعمل کا پیکر جب اپنی تابانی بکھیرتا ہے، اپنے علوم ومعارف کے گوہر آبدار نچھاور کرتا ہے تو ہر چہار جانب علم وعرفان کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ اور پوری فضا منور ہوجاتی ہے، مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے نام سے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے اور باطل لرزہ براندام ہوجاتا ہے وہ کبھی بھی مادی طاقتوں سے خوفزدہ نہیں ہوئے، بدعقیدہ لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دنداں شکن جواب دیا فرقہ باطلہ وعاطلہ کی چنڈال چوکڑی کا جنازہ نکال دیا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے مایۂ ناز فرزند ارجمند کو عشق وعرفاں کا ایسا شیریں جام پلایا کہ پوری زندگی حق وصداقت کا مظاہرہ کرتے رہے، معرفت اور علوم وحکمت کا دریا بہاتے رہے، حضور مفتیٔ اعظم پوری زندگی اپنے آپ کو قوم وملت کے لئے دلیل وبرہان بناکر پیش کرتے رہے۔ یہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ہی فیضان تھا کہ تنہا ایک ذات تھی مفتیٔ اعظم جس نے باغیان اسلام اور اسلام فروشوں کے ہر حملہ کو اپنی ہمت وجوانمردی اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر روکا، اغیار کے ہر نجس منصوبہ کو سینہ سپر ہوکر نیست ونابود کردیا، ایمان فروشوں کو بے حجاب کرکے اس کی طاغوتی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی کہ رہتی دنیا تک بنی آدم ان کا گن گاتے رہیں گے، ان کی بارگاہ میں صرف متاخرین ہی نے خراج عقیدت نہیں پیش کیا بلکہ معاصرین نے بھی آپ کا لوہا مانا، اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات طیبہ میں ہی "مفتیٔ اعظم" کے خطاب سے بہرہ ور ہوئے۔

مفتیٔ اعظم کو فتویٰ نویسی کی اجازت اور آغاز فتویٰ

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں جب مفتیٔ اعظم کی عمر مبارک ۱۸ سال تھی، آپ کسی کام سے رضوی دار الافتاء میں پہونچے تو وہاں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لئے کسی مسئلہ پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے بات کچھ ایسی الجھی تو ملک العلماء

اٹھے، تاکہ الماری سے فتاوی رضویہ نکال کر اس سے روشنی حاصل کریں، حضرت مفتی اعظم نے فرمایا :

نوعمری کا زمانہ تھا۔ میں نے کہا ! کیا فتاوی رضویہ دیکھ کر جوابات لکھتے ہو ؟ مولانا نے فرمایا ! اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں، میں نے فوراً لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ ——— (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۱، ۸۲)

جب فتویٰ اصلاح کی غرض سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ فرمایا کس نے دیا ہے، لے جانے والے نے بتایا کہ "چھوٹے میاں" نے (گھر میں لوگ پیار سے مفتی اعظم کو چھوٹے میاں کہتے تھے) امام احمد رضا قدس سرہٗ نے طلب فرمایا، مفتی اعظم خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ باغ باغ ہیں، پیشانی اقدس پر بشاشت سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں، فرمایا اس پر دستخط کرو، دستخط کروانے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے "صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب" لکھ کر اپنے دستخط فرمائے، اس طرح اگر ایک طرف حضرت مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور دارالافتاء کے مفتیان کرام پر سبقت لے گئے تو دوسری طرف امام احمد رضا قدس سرہٗ سے فتویٰ نویسی کی باقاعدہ اجازت مل گئی۔

فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے شہزادۂ صغیر مفتی اعظم کو پانچ روپے بطور انعام عطا فرما کر ارشاد فرمایا :

" تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں، اب فتویٰ لکھا کرو، اپنا ایک رجسٹر بنوالو، اس میں نقل بھی کیا کرو۔" ——— (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۱، ۸۲)

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے دستِ مبارک سے مہر کا خاکہ تیار فرما کر مندرجہ ذیل عبارت لکھی۔

" ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن عرف محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری۔"

(ماہنامہ حجاز ص ،، (مفتی اعظم نمبر) ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

اتفاق آغازِ فتویٰ اعلیحضرت و مفتیٔ اعظم قدس اسرارہما از رضاعت

فقیہہ عصر، شارح بخاری، نائب مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی

صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور رقم طراز ہیں :

• یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ نے بھی پہلا فتویٰ رضاعت ہی کا لکھا تھا اور ان کے آئینہ جمال و کمال مفتیٔ اعظم نے بھی پہلا فتویٰ مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا ، خاص بات یہ ہے کہ اس پہلے فتویٰ پر اعلیٰحضرت نے نہ ایک لفظ بڑھایا نہ کوئی اصلاح کی پہلا فتویٰ ہی حضرت مفتیٔ اعظم نے ایسا صحیح اور مکمل لکھا کہ کہیں اس میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی ،

؎ آغاز کا جب یہ عالم ہے انجام کا عالم کیا ہوگا

(ماہنامہ حجاز دہلی (مفتیٔ اعظم نمبر) ص ۱۰۰،۷۹، ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

حیاتِ اعلیٰحضرت میں بھی "مفتیٔ اعظم" کا خطاب

حضور مفتیٔ اعظم کے تلمیذ رشید، خلیفہ سید الحاج مبین الدین رضوی محدث امروہوی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ :

ایک موقع پر صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی مجلس میں معاصرین کا تذکرہ ہو رہا تھا اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرّہٗ کے شہزادۂ اصغر بدر الطریقۃ والشریعۃ حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری کو مفتیٔ اعظم کہا گیا، مجلس میں ایک صاحب نے اعتراضاً کہا وہ "مفتیٔ اعظم" کب سے اور کیسے ہو گئے، صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا :

یہ تو اپنے پیر و مرشد اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ سے پوچھو کہ جب ان کی حیات طیبہ میں ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری دام مجدہٗ کو مفتیٔ اعظم کہا گیا تو اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ نے کیوں اور کیسے برقرار رکھا۔ صدر الافاضل کے اس جواب پر وہ معترض خاموش ہو گئے۔ (مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

رہا یہ امر کہ مفتیٔ اعظم کو اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ کے حیات طیبہ میں لوگ یونہی عقیدتاً مفتیٔ اعظم کہنے لگے تھے یا اس کی بھی کوئی تقریب ہوئی جس میں "مفتیٔ اعظم" کا لقب عطا کیا گیا اس سلسلہ میں مولانا سید اعجاز احمد بریلوی سابق ایڈیٹر ماہنامہ "اعلیٰحضرت بریلی شریف" کا فیصلہ کن بیان ملاحظہ ہو :

فیصلہ کن بیان ملاحظہ ہو۔

"حضرت مفتیٔ اعظم دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کے خلف اصغر اور زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ ہیں، (کچھ سطر بعد) .....

یہاں تک کہ خود اعلیٰ حضرت نے ایک بار اپنی اور دوسرے علماء اہل سنت کی موجودگی میں آپ سے جواب فتویٰ لکھوایا اور خود اپنی تصدیق سے مزین فرماکر آپ کو "مفتیٔ اعظم" کا خطاب بخشا۔" (مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۶)

تحریکِ نسبندی اور مفتیٔ اعظم کا فتویٰ

۱۹۷۶۔۷۷ء میں حکومت ہند نے نسبندی کے جواز کے لئے مفتیان کرام کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی، کانگریسی مفتیان نے اس کے جواز کا فتویٰ جاری کردیا، ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ ان فتاوی کی خوب تشہیر کی، پاسبان ناموس رسالت، تاجدار اہلسنت حضرت مفتیٔ اعظم اپنے علمی و روحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے سینہ سپر ہوگئے آپ نے بیباکی وحق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا:

" نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے"۔ اس کے عدم جواز وحرمت کا کھلم کھلا حکم صادر فرماکر "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کا تمغہ ایمانی بارگاہِ رسالت سے حاصل کرلیا۔

آپ نے عدم جواز نسبندی کو سائیکلو اسٹائل کراکے ملک بھر میں پھیلا دیا۔ اندیشۂ سود وزیاں سے بے نیاز ہوکر مفتیٔ اعظم کا جرأتمندانہ اقدام دین مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا اور ظالم وجابر حاکم ایمرجنسی کے دور میں آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہوکر رہ گیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہ حکومت خود بخود ختم ہوگئی۔

(ماہنامہ استقامت کانپور (مفتیٔ اعظم نمبر) ص ۱۰۶)

مفتیٔ اعظم منصبِ افتاء و قضا پر

رجب ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے متحدہ ہندوستان کے لئے "دار القضاۃ شرعی" قائم کیا اور بعض علماء کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ اور مفتیٔ اعظم علیہما الرحمۃ والرضوان کو منصب افتاء پر مامور فرماتے ہوئے فرمایا:

"اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیارات مجھے عطا فرمایا ہے اس کی بنا پر ان دونوں (صدر الشریعہ و مفتئ اعظم) کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضئ اسلام کی ہوتی ہے۔"

پھر اپنے سامنے تخت پر بیٹھا کر اس کام کے لئے قلم، دوات سپرد فرمایا اور مقدمات کے فیصلے کروائے۔ (مفتئ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۴)

مفتئ اعظم کا علمی استحضار

حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ ایک روز بند کتاب سامنے رکھے ہوئے بغور اسے دیکھ رہے تھے اچانک حضرت مولانا سید بشیر احمد علیگڑھی قدس سرہٗ وہاں پہونچ گئے اور مفتئ اعظم کے اس اندازِ مطالعہ کو دیکھ کر دریافت کیا:

بند کتاب کو دیکھنے سے کیا فائدہ حاصل کر رہے ہو؟ حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا: اس امکان کا جائزہ لے رہا تھا کہ بند کتاب بھی پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں،

حضرت مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی قدس سرہٗ نے دوبارہ فرمایا:

" پھر آپ کس نتیجے پر پہونچے، حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ نے بڑی سادگی سے جواب دیا:

" بند کتاب بھی کھلی کتاب کی طرح پڑھی جاسکتی ہے۔"

مولانا سید بشیر احمد علیگڑھی قدس سرہٗ نے اس جواب سے لطف اٹھاتے ہوئے فرمایا:

" آپ میں یہ صلاحیت ہونی ہی چاہئے، آپ پر غوث اعظم کا سایۂ رحمت ہے۔

(ماہنامہ استقامت کانپور (مفتئ اعظم نمبر) ص ۱۹۹-۱۹۸)

مفتئ اعظم کی فقاہت و ثقاہت

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اپنے فرزند اصغر حضرت مفتئ اعظم کی فقاہت و ثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاویٰ پر ان کے تائیدی دستخط کروائے تھے۔

(مفتئ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۸۳)

حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات:

ایک روز مولانا عبد الخالق صاحب نوری، مولانا بلال احمد صاحب اور مولانا محمد ھاشم صاحب

حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ سے بخاری شریف تبرکاً پڑھنے کے لئے رضوی دارالافتاء حاضر ہوئے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث "إنما الاعمال بالنیات"، پڑھی، عبارت پڑھتے وقت حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ کا رعب علمی کچھ اس طرح غالب آیا کہ زبان سے إنما کے بجائے أنما نکل گیا، حضرت مفتئ اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا:

أنما نہیں ہے إنّ متعدد مقامات پر آتا ہے

(۱) القول مصدر سے جتنے افعال مشتق ہوں جیسے قال إنها بقرة

(۲) اسم موصول کے بعد جیسے جاء رجل الذی إنّه قائم

(۳) ابتداء کلام میں جیسے إنّ اللّٰہ غفورٌ رحیم

(۴) جس کی خبر میں لام تاکید آئے جیسے إنك لمن المرسلین

(۵) جوابات قسم میں جیسے والعصر إنّ الانسان لفی خسر۔

(حاشیہ مفتئ اعظم اور ان کے خلفاء ص ۶۲، ۶۳)

سرکار تو بس ایک ہی ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت نے ان کو ایسا مست وبیخود کر دیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ وحشمت نظروں میں جچتی اور نہ کسی سے مرعوب ہوئے۔

کوٹہ کے ایک صاحب بڑے گھن گرج کے ساتھ تقریر کر رہے تھے دوران تقریر انڈیا گورنمنٹ کی تعریف میں کہنے لگے ہماری سرکار! حضرت مفتئ اعظم اسٹیج پر موجود تھے فوراً ٹوکتے ہوئے فرمایا! "گورنمنٹ کہو سرکار تو بس ایک ہی ہے، مدینے کی سرکار۔"

(ماہنامہ حجاز (مفتئ اعظم نمبر) ص ۱۱۴ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مسلمان بدنصیب نہیں ہوتا

بحر العلوم حضرت علامہ عبد المنان صاحب قبلہ مبارک پوری شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی ایک روئداد نقل فرماتے ہیں کہ۔ مغربی یوپی کے کسی علاقے میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا: "بدنصیب مسلمان آج کل رات میں بارہ بجے تک سنیما دیکھتے ہیں اور دن میں دس بجے تک سوتے ہیں"۔ یک بیک بازو سے میری طرف پوری طرف مخاطب ہو کر کہا نہایت بلند آواز سے بیحد بیزاری کے ساتھ گویا کہ مجھ پر پھٹ پڑے: "مولانا! میں اس کو نہیں مان سکتا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی امت بدنصیب ہو، آپ اس کو بدنصیب نہ کہئے کچھ اور کہہ لیجئے، حق یہ ہے کہ جس امت کے نگہبان رسول عربی ہوں وہ بدقسمت کیسے ہوسکتی ہے ۔

(ماہنامہ حجاز (مفتی اعظم نمبر) ص ۳۲ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عمل" کا استعمال

حضرت مفتی بحر العلوم صاحب قبلہ ہی سے روایت ہیکہ ضلع گیا (بہار) کے جلسہ میں ایک بار مفتی اعظم کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، رات میں تقریر کے دوران میں نے کہا کہ " اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ "منو" کا استعمال فرمایا ہے، تقریر ختم ہوئی (کچھ سطر کے بعد) دوسرے دن ساتھ ہی گھوسی کے لئے واپسی ہوئی راستہ میں بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران آپ نے فرمایا :

رات آپ نے تقریر میں اللہ تعالیٰ کے لئے "عمل" کا لفظ استعمال فرمایا، اگر کہیں قرآن وحدیث میں یہ لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے آیا ہو تب تو اس کا بولنا صحیح ہوگا ورنہ نہیں اس امر کی تحقیق کر لیجئے گا۔ آج پندرہ بیس سال ہو گئے اور میں اس سلسلے میں غور کرتا رہتا ہوں مجھے تو کوئی ایسا محل استعمال نہ ملا۔ (ماہنامہ حجاز (مفتی اعظم نمبر ص ۳۲ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مفتی اعظم کی وہ خصوصیات جو ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہیں

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری اپنے ایک قلمی بیان میں تحریر فرماتے ہیں :

"سیدی مفتی اعظم احتیاط اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ان کا وہ مقام تھا جو دوسرے حضرات میں نہیں پایا جاتا تھا، قدم قدم پر لوگوں کو برائی سے باز رکھنا، نیکی کی تلقین کرنا اور بلا جھجک غیر شرعی حرکت پر ٹوک دینا یہ وہ خوبیاں ہیں جو سیدی مفتی اعظم میں ان کے ہمعصروں سے زیادہ پائی جاتی تھیں۔" (ماہنامہ استقامت مفتی اعظم ہند نمبر ص ۱۹۴ مئی ۱۹۸۳ء)

اور وہ چلے گئے

رئیس القلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ "حجاز" بانی ومہتمم "دار القلم" دہلی تحریر فرماتے ہیں :

مولانا سید شمیم گوہر سابق ایڈیٹر ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور نے مجھ سے بیان کیا کہ :

وو سہ شنبہ کی صبح کو تقریباً ۴ بجے جب کہ میں گہری نیند سو رہا تھا یہ خواب نظر آیا کہ "حضرت صدر الشریعہ (مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت) علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا ہے، بہت مجمع ہے، جس میں علماء وطلبہ اور ہر طرح کے عوام وخواص شریک ہیں، نماز جنازہ کے بعد جنازہ قبر میں رکھا گیا اور مٹی دی گئی اور اس کے بعد میں نے اذان دینا شروع کیا اور خواب ہی میں آواز اتنی بلند ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد میں اُٹھ بیٹھا فوراً ہی کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں دیکھا کہ کسی نے میری آواز تو نہیں سنی، اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، اس کے بعد میں چارپائی پر آکر بیٹھا، کچھ دیر کے بعد موذن نے فجر کی اذان دی میں نے کہا اس کی تعبیر یہی المناک حادثہ ہے جس سے آج ہم دوچار ہو رہے ہیں۔ یعنی حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بعد فقہ وافتاء کے میدان میں بے مثال شخصیت اور جلیل القدر حیثیت کے مالک تھے آج ہم ان کے وجود مسعود اور ظاہری فیض سے محروم ہو گئے۔"

(ماہنامہ حجاز "مفتیٔ اعظم نمبر" ص ۱۱۵ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء)

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ" کے تحت جو وقت آنا ہے وہ تو آنا ہی ہے، ہاں وہ وقت آگیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منھ کو آتا ہے ؎

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز واقارب حاضر خدمت ہیں، جانکنی کا عالم ہے، اچانک ارشاد ہوتا ہے :
پڑھو، پڑھو،

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل

پڑھو، پڑھو سب پڑھو : بے شک اپنے بندوں کے لئے وہی کافی ہے ؎

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے
اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین بلند آواز سے "حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل" پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں، پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہو گئے اور جانِ عزیز جان آفریں کو سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جان، جا، خدا حافظ

اھل محبت اور ارباب وفا کے لئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی، کچھ نہ پوچھئے

ہاں
زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے
اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ بنے

۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ۱ بج کر ۴۰ منٹ پر وصال ہوا، ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی خبر ملتے ہی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا ایک سیلاب امنڈ پڑا، دیکھتے ہی دیکھتے شہر بھر گیا،

۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء کو بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج (بریلی) کے میدان میں نماز جنازہ ہونے والی ہے نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے جو نماز کے لئے حاضر ہے، اشکبار آنکھوں کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی جلوس کوچۂ جاناں کی طرف چلا۔ اور پھر اس جسم نازنین کو والد ماجد امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

ہاں
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

(ماہنامہ حجاز ص ۳، ۴، اگست ۱۹۹۰ء)

وہ اللہ والا ہوا مفتی اعظم
جو دامن سے تیرے لگا مفتی اعظم
نگاہِ کرم کا ہے مشتاق نوری
ہو اس پر بھی لطف و عطا مفتی اعظم

نظام نوری بستوی

آیۃ الکرسی شریف
* کنز العمال میں ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں میں سب سے عظمت والی آیت آیۃ الکرسی ہے سوتے وقت تلاوت کرنے سے رات بھر شیاطین قریب نہیں آتے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگہبانی ہوتی ہے۔
* طبرانی میں ہے ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔
* جو شخص جمعہ کے دن بعد نماز عصر ۳۱۳ بار آیۃ الکرسی پڑھے تو ایسی خیر و برکت حاصل ہو جو قیاس میں نہ آوے۔ (وظائف رضویہ)
بسم اللہ شریف
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص دوزخ کے فرشتوں سے نجات چاہے جو تعداد میں انیس ۱۹ ہیں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کیونکہ بسم اللہ الخ کے انیس حروف ہیں اور ہر حرف ان فرشتوں سے بچنے کیلئے ڈھال۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے لئے بسم اللہ شریف ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ روحوں کی راحت اور جسموں کے لئے سب بلاؤں سے نجات کا باعث، تمام کام اس کی برکت سے انجام پاتے ہیں (غنیۃ الطالبین)
اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم
اللہ
اے اللہ رحمٰن و رحیم
آیۃ الکرسی کے وظیفے کا ثواب میری والدہ مرحومہ بشیر النساء کو عطا فرما اور ان کی مغفرت فرما، نیز میرے کاروبار میں وسعت عطا فرما۔ (آمین)
طالب کرم
اختر عالم
بھارت سائیکل کمپنی
ریتی روڈ گورکھپور
الٰہ العالمین! بسم اللہ شریف کا ثواب حضور مفتئ اعظم ہند کو عنایت فرما اور ان کے صدقے میں صحت و سلامتی و کاروبار میں ترقی عطا فرما۔ (آمین)
منجانب محمد نظام الدین قریشی
سستا جنرل اسٹور
جلال پور

اللہ رحمٰن ورحیم کا بے شمار شکر واحسان ھے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بے پایاں کرم ھیکہ آج ھم سیدی مرشدی عارف باللہ مفتئ اعظم ھند **مصطفٰے رضا خاں نوری** رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا تذکرہ کرنے جارھے ھیں۔ ویسے حضور مفتئ اعظم کے فیضان کو قلم بند کرنا مجھ جیسے نافہم کے بس کی بات نھیں لیکن

فراست عارف کہ فیض نورِ خدا است
کہ رہ برد کہ بیک دم چہ فیضہا راند

یعنی عارف کے دل کی دانائی جو در اصل نورِ الٰہی کا فیضان ہے اسے کون جان سکتا ہے کہ وہ چند لمحے میں کتنا فیض پہونچاتی ہے اور پیر و مرشد کا یہ فیضان ہی تو ہے کہ مجھ جیسا کم علم وکم حیثیت انسان بھی چند جملے چند اقتباسات لکھ کر دیگر مضامین کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

فیضان کے لغوی معنی فائدہ پہونچانے کے ہیں اب کوئی صاحب سوال کریں کہ فائدہ کس کو پہونچا تو جواب سنیں کہ اگر فیضان مفتئ اعظم مارہرہ شریف میں دیکھنا ہو تو شہزادۂ برکات پروفیسر علامہ محمد امین میاں قادری دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین آستانۂ برکاتیہ کو دیکھیں بریلی شریف

ہیں، دیکھنا ہو تو جانشین حضور مفتیٔ اعظم علامہ **اختر رضا** ازہری میاں کو دیکھیں منّانی میاں کو دیکھیں خالد میاں کو دیکھیں اور خانقاہ رضویہ نوریہ کے سجادہ نشین سبحانی میاں کو دیکھیں۔ ہیلی بھیت میں دیکھنا ہو تو قاری امانت رسول کو دیکھیں۔ اعظم گڑھ کی جانب دیکھنا ہو تو نائب مفتیٔ اعظم فقیہ عصر مفتی **محمد شریف الحق امجدی** کو دیکھیں۔ چریا کوٹ میں دیکھنا ہو تو مولانا عبدالمبین نعمانی کو دیکھیں الٰہ آباد میں دیکھنا ہو تو مفتی محمد شفیق احمد شریفی کو دیکھیں بیرون ملک دیکھنا ہو تو علامہ بدرالقادری کو دیکھیں بیرون ملک پاکستان میں دیکھنا ہو تو جامعہ رضویہ منظر اسلام کو دیکھیں ملک کی راجدھانی دہلی میں دیکھنا ہو تو علامہ یٰسین اختر مصباحی کو دیکھیں، حافظ قمرالدین رضوی کتاب گھر کو دیکھیں اور اگر بمبئی میں دیکھنا ہو تو مولانا منصور احمد قادری نوری خطیب بڑی مسجد مدنپورہ کو دیکھیں اور رضا اکیڈمی کو دیکھیں ہمارے ضلع میں دیکھنا ہو تو علامہ نسیم بستوی کو دیکھیں اے صاحب کہاں کہاں کس کس حضرت کا نام شمار کروں آپ بستی، بنارس، کانپور، ناگپور جہاں چاہیں وہاں فیضان مفتیٔ اعظم دیکھیں۔

مریدوں کو خبر ہے ایوانِ مفتیٔ اعظم
جدھر دیکھو ادھر ہے فیضانِ مفتیٔ اعظم (نظام نوری)

فیضانِ کی بشارت

مارہرہ شریف میں تشریف فرما تھے احمد رضا، بریلی شریف میں پیدا ہوئے ابن رضا، جنہیں ہم آپ کہتے ہیں مصطفےٰ رضا، ۲۲، ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ دن پیر جلوہ افروز ہوئے میرے مرشد کبیر جنھوں نے نام سے پہلے ہمیشہ لکھا فقیر، پیدائش کے چھ ماہ بعد قطب زماں حضور سید ابوالحسین نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بریلی شریف تشریف لائے تو یہ بشارت دی۔

”یہ بچہ ولی ہے اس سے مخلوق خدا کو بہت فیض پہنچے گا اور چھ ماہ کی عمر میں مذکورہ بچّہ کو قطب زماں نے مرید کر کے تمامی سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمادی چنانچہ یہی بچّہ آگے چل کر مفتیٔ اعظم ھند کے لقب سے مشھور و معروف ھوا ————— “

——— ملاحظہ فرمائیے ←

نامِ مفتی کا سکہ چلا کر چلے | جامِ نوری کا دریا بہا کر چلے
غوثِ اعظم کا جلوہ دکھا کر چلے | اعلیٰ حضرت کا نقشہ جما کر چلے
مرشدِ حق بیاں شاہ نوری میاں | اپنے نوری کو نوری بنا کر چلے (نظام نوری)

فیضانِ افتاء

حضور مفتیٔ اعظم ہند کے دو فتوے اتنے وزنی ہیں جنھیں تولنے کی حاجت نہیں۔ ایک رویتِ ہلال کا دوسرا نسبندی کا۔ تقریباً ۷۰ برس تک مسند افتاء پر فائز رہ کر آپ نے لگ بھگ ایک لاکھ مسائل حل فرمائے۔ مفتیٔ اعظم درحقیقت مفتیٔ اعظم تھے۔

نائب مفتیٔ اعظم ہند مفتی شریف الحق صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بریلی شریف کے ایام قیام میں ۲۵ ہزار مسائل لکھے جس میں دس ہزار کے لگ بھگ وہ مسائل ہیں جن پر حضرت کی اصلاح ہے کاش! وہ سب محفوظ ہوتے تو ایک اہم خزانہ محفوظ ہوتا۔ پھر دنیا دیکھ لیتی کہ حضرت مفتیٔ اعظم کا تبحر علمی وقت نظر اور نکتہ رسی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی (انوار مفتیٔ اعظم)

فیضان افتاء علامہ محمد مدنی میاں جانشین حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل تحریر سے بھی بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ کی تصدیق فرماتے ہوئے ایک مرتبہ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند نے ایک جملہ تحریر فرمایا تھا اور وہ یہ ہے: هٰذا قَوْلُ العَالِمِ المُطَاعِ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الاتِّبَاعِ۔

یہ ایک عالم مطاع کا حکم ہے اور ہمارے لئے اتباع کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ کلام کی عظمت متکلم کی عظمت سے پہچانی جاتی ہے۔ ہم اس عظیم فرد کے فضل و کمال کا کیا تعارف کرا سکیں گے جسے محدث اعظم ہند جیسی شخصیت کی زبان بھی عالم مطاع واجب الاتباع قرار دے (استقامت مفتیٔ اعظم نمبر)

فیضانِ درس و تدریس

اپنے عہد میں حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ جس طرح افتاء میں اپنی مثال آپ ہیں اسی طرح فن تدریس میں بھی باکمال ہیں اس سلسلے میں فقط یہ لکھ دینا کافی ہے کہ آپ کے ابتدائی تلامذہ میں استاذ الاساتذہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیر بیشۂ اہلسنت ابو الفتح محمد حشمت علی خاں علیہ الرحمہ جیسے اکابر ملت شامل ہیں اور جن کے شاگردوں میں تھے جنات بھی وہ رضائے مصطفیٰ ہیں مصطفیٰ رضا۔

فیضانِ تصنیف و تالیف

سیدی مفتیٔ اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہترین معلم، بہترین شاعر، پرخلوص داعی، مرشد کبیر کے علاوہ قابل فہم مصنف و مولف بھی تھے آپ کی مطبوعہ تصانیف چالیس سے زائد نہیں لیکن ان سے آپ کے تبحر علمی و دوراندیشی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اگر فیضان تصانیف دیکھنے کا ذوق، ہو تو حضور مفتیٔ اعظم کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ یہاں ہم علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کے مضمون کا اقتباس پیش کرتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ "الملفوظ" بھی ہے جو ان کے ارشادات و کلمات پر مشتمل ہے اگرچہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پاروں اور ذخائر علم و حکمت کا ایک گنج گرانمایہ ہے اور یہ احسان ہے حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے علمی مجالس کے ان خزائن و ذخائر کو قلمبند فرمایا اور ملفوظ کے نام سے چار جلدوں میں انھیں شائع کر دیا۔ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو حضور مفتیٔ اعظم نے رشتۂ تحریر میں منسلک نہ کیا ہوتا تو آج ہم علم و حکمت اور دین و سنت کے ان نادرۂ روزگار ذخائر سے محروم ہو جاتے جن کی چمک سے دلوں کے آفاق پر اجالا پھیلتا ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

فیضانِ مفتیٔ اعظم اور الجامعۃ الاشرفیہ

اس عنوان کے تحت دو اقتباس پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک موقع کا میں عینی شاہد ہوں کہ جب مبارکپور کی سرزمین پر الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضور مفتیٔ اعظم ہند مبارکپور تشریف لے گئے۔ بنیاد رکھنے کے بعد جب انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو سارے مجمع پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری ہو گئی حضور مفتیٔ اعظم کس عالم میں تھے اور وہ دعا کرتے ہوئے کہاں پہنچ گئے تھے یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے۔ لیکن ہم نے اتنا ضرور دیکھا کہ آنکھیں اشکبار تھیں، ہونٹ شدتِ کیف سے لرز رہے تھے اور چہرہ پر عقدہ کشائی اور نیاز بندگی کی کیفیت کے آثار نمایاں تھے آمین پر دعا تمام ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور ہم کھلے آسمان کے نیچے نہیں بلکہ اس کے سائے میں کھڑے ہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ پر تو عجیب وجدانی کیفیت طاری تھی۔ فرطِ مسرت سے ان کی آنکھوں کے آنسو نہیں تھم رہے تھے آج ان کی زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہو گیا تھا، اہل سنت کی بہبود کے لئے اس صدی کے سب سے بڑے کام کی انھوں نے بنیاد رکھ دی تھی۔

مدیر ماہنامہ اشرفیہ لکھتے ہیں کہ وصال حضور حافظ ملت حضرت شاہ عبدالعزیز قدس العزیز کے کچھ دنوں بعد حضور مفتیٔ اعظم نے شہزادۂ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کو کرم خاص سے نوازا اور اپنے سلسلہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔ اور دعا فرمائی کہ سلسلۂ عزیزی کا سرسبز وشاداب چمن بزرگان سلاسل اور اولیاء اکابر کے طفیل اپنی بہاروں سے ہمیشہ عالم روحانیت کو معطر ومعنبر بنائے (آمین)

الجامعۃ الاشرفیہ آج بھی آپ کے خلیفہ حضرت عزیز ملت کی سربراہی اور پرعزم قیادت میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور حضور مفتیٔ اعظم ہند کا روحانی تصرف وتعلق آج بھی کارفرما ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک رہے گا۔ (انوار مفتیٔ اعظم، مطبوعہ رضا اکیڈمی)

فیضانِ مفتیٔ اعظم اور ہم آپ

شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہستی ایسی مایۂ ناز تھی کہ آپ کی زندگی ہی میں نہ جانے کتنی کتابیں آپ کے سلسلے میں لکھی گئیں، نہ جانے کتنے مضامین لکھے گئے اور نہ جانے کتنے مصنفوں نے اپنی کتابوں کا انتساب آپ کے نام منسوب کیا۔ مثلاً مجموعۂ اعمال رضا، سوانح اعلیٰحضرت، خون کے آنسو، التلخیص، شان خطابت، برکات بسم اللہ، احکام نیت اور شبستان نوری وغیرہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی شخصیت بڑی پرشکوہ تھی، آپ اپنے عہد کے غزالی ورازی تھے، فقر وتصوف میں آپ کا پایہ پائیدار تھا، علم وعمل کے آپ انوار تھے، خدمت خلق بھی آپ کا اظہر من الشمس ہے آپ سے اپنے تو اپنے غیر بھی فائدہ اٹھاتے تھے۔ آپ کے فیضان کی روشن کرنیں آج بھی دیار اہلسنت میں جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ آپ کے فیضان کو تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ فیضان مفتیٔ اعظم کے متعلق متعدد واقعات شاہد عادل ہیں مگر چند واقعات پر ہی اکتفا کرتے ہوئے چند باتیں اور پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

✺ شہزادۂ برکات حضرت علامہ سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے شرف بیعت اپنے دادا حضرت اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہے حضور مفتیٔ اعظم نے ۱۹۷۴ء کے جلسۂ دستار فضیلت میں مجھے زبانی خلافت سلسلۂ قادریہ کا لپویہ عطا فرمائی اور تحریری خلافت نامہ ۱۹۷۵ء کے عرس شریف رضوی میں عنایت فرمایا۔ اس خلافت کے بعد بہت سے ایسے واقعات ہوئے جو حضرت کے باطنی فیض پر مبنی ہیں مگر اظہار کرنے سے قاصر ہوں۔

★ درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔
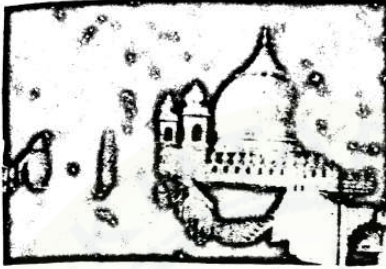
۱۹۷۳ء میں مجھے ایک ایسا مرض لاحق ہوا جس کا بڑے بڑے ڈاکٹر علاج نہیں کر سکے۔ والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت مفتیٔ اعظم سے نقش منگاؤ، چنانچہ یہی کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفائے کلی حاصل ہو گئی۔" (استقامت مفتیٔ اعظم نمبر ۱۹۸۳ء)

جانشین حضور مفتیٔ اعظم تاج الشریعہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔ "جدی الکریم مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان میرے مربی بھی تھے، استاذ بھی اور شیخ طریقت بھی اور ایسے شیخ جو حقیقی معنوں میں آقائے نعمت اور دریائے رحمت تھے، ان کا فیض اپنے مریدین ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر سُنّی کے لئے عام تھا، اس سورج کی روشنی میں جو آیا اسے روشنی ملی، توانائی ملی اور ذروں کو بھی وہ تابانی ملی کہ وہ بھی چمکنے لگے۔ (جیسے حقیر نظام نوری) مفتیٔ اعظم کی عظمت، ان کی علمی جلالت ان کی ولایت وکرامت اور دوسرے محاسن کا میں کہاں تک ذکر کروں میں کچھ بھی کہوں گا تو کہنے والے کہیں گے کہ اپنے بزرگوں کی تعریف تو سبھی کرتے ہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ بڑا وہ ہے جس کی بڑائی ...... نہ صرف عقیدت مند اور اپنے تسلیم کریں بلکہ غیر بھی تسلیم کریں۔ جدی الکریم مفتیٔ اعظم اس معیار پر پورے اترتے ہیں وہ ظاہری حیات میں تھے تب بھی خاموش رہے اور لوگ ان کے بارے میں بولتے رہے لکھتے رہے اور چہرہ کو ہی دیکھ کر جانے کتنے بھٹکے اور بگڑے ہوئے لوگ منزل پا گئے۔ آج بھی جب وہ بظاہر اس دُنیا میں ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں تب بھی دنیا ان کی بات کرتی ہے ان کی یاد کی محفل سجاتی ہے ان کا عرس مناتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔" (استقامت مفتیٔ اعظم نمبر)

جنابِ مفتیٔ اعظم کے فیضانِ تجلّی سے
شبستانِ رضا میں خیر سے اخترؔ رضا تم ہو (اختر رضا)

علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب قبلہ لکھتے ہیں کہ "چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جو دینی وعلمی شخصیات ہندوستان کی مذہبی فضا پر چھائی ہوئی تھیں اور جن کی زیارت وملاقات کا

شرف اور استفادہ واکتساب فیض کا قیمتی موقع راقم السطور کو بارہا حاصل ہوا، ان میں یہ تین اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

۱۔ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی قدس سرہٗ متوفی ۱۹۸۱ء۔

۲۔ حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) متوفی ۱۹۷۶ء۔

۳۔ مجاہد ملت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) متوفی ۱۹۸۱ء۔

موصوف آگے لکھتے ہیں کہ عزیزم مولانا احمد القادری نے مجھ سے کہا کہ بریلی شریف کی اس حاضری میں حضور مفتیٔ اعظم ہند سے بیعت کا شرف آپ بھی حاصل کر لیجئے، دل کی بات تھی۔ دل سے نکلی اور دل نے لبیک کہا۔ بلا تاخیر میں نے دامن تھاما اور وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی صف نعال میں شامل ہوگیا۔ (تین برگزیدہ شخصیتیں)

✷ مبلغ اسلام علامہ بدرالقادری صاحب قبلہ کی تحریر شامل کتاب ہے اسے پڑھ کر معلوم کر لیجئے کہ انھیں "فیضان مفتیٔ اعظم" کتنا حاصل ہے۔

✷ مفتی شفیق احمد شریفی قادری نوری اپنے انتساب میں یوں رقمطراز ہیں:

"عصر حاضر کی ممتاز ومقدس ترین شخصیت جو بیک وقت علم شریعت وطریقت کے سنگم، دنیائے اسلام وسنیت کے مسلم مقتدا اور ملت کے روحانی تاجدار تھے جنہیں دنیا حضور مفتیٔ اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے یاد کرتی ہے جن کے روبرو بڑے بڑے علماء کرام ومشائخ عظام زانوئے ادب تہ کرنا فیروزبختی اور اپنی خوش نصیبی تصور کرتے تھے جن کی غلامی اپنے حق میں سعادت دارین سمجھتا ہوں انھیں کی سرکار میں اپنی حقیر نذر گذارتے ہوئے فخر وسعادت محسوس کرتا ہوں کیا عجب کہ ان کی نگاہ کرم میری خراب وخستہ زندگی کی کایا پلٹ دے۔ (شفیق احمد شریفی۔ پرنسپل دارالعلوم غریب نواز الہ آباد)

✷ علامہ نعمانی قادری صاحب لکھتے ہیں:

شمع بزم اہل سنت مفتیٔ اعظم کی ذات ۔۔۔ فخر دوراں فخر ملت مفتیٔ اعظم کی ذات
ایک نعمانی ہی کیا سارا جہاں ہے معتقد ۔۔۔ مرکز عشق وعقیدت مفتیٔ اعظم کی ذات

✷ علامہ نسیم بستوی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

چمن خاموش، غمگیں چاند تارے مفتیٔ اعظم ۔۔۔ نہیں اب نور ونکہت کے نظارے مفتیٔ اعظم
رواں آنکھوں سے ہیں اشکوں کے دھارے مفتیٔ اعظم ۔۔۔ کہاں ہو بے سہاروں کے سہارے مفتیٔ اعظم

امیر اہل سنت ابو البلال حضرت محمد الیاس صاحب قبلہ عطار قادری رضوی بانیٔ تحریک دعوت اسلامی "بریلی سے مدینہ" نامی کتابچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کراچی کے علاقہ کھارادر میں واقع سیدنا محمد شاہ بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے مزار شریف سے ملحقہ حیدری مسجد میں تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا متبرک عمامہ شریف سر پر سجا کر نماز فجر پڑھایا کرتا تھا۔ الحمدللہ! ایک ولیٔ کامل کا عمامہ شریف بارہا میرے ہاتھوں اور سر سے مس ہوا ہے۔ انشاءاللہ عزوجل میرے ہاتھوں اور سر کو جہنم کی آگ نہیں چھوسکے گی۔

دراصل بات یہ ہے کہ متذکرہ بالا حیدری مسجد میں اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت عالم شریعت، واقف اسرار حقیقت پیر طریقت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے خلیفۂ مجاز مداح الحبیب حضرت مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حمید الرحمٰن قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامت فرماتے تھے چونکہ مسجد سے آپ کا دولت خانہ تقریباً چھ سات کلومیٹر دور تھا لہٰذا فجر کی امامت کی مجھے سعادت ملتی تھی اور ان کا حضور مفتیٔ اعظم ہند والا عمامہ شریف مجھے نصیب ہوجاتا جس سے میں برکتیں حاصل کیا کرتا۔" محترم ناظرین یہ برکتیں حاصل کرنا فیضان مفتیٔ اعظم نہیں تو اور کیا ہے؟"

محترم حضرات! "فیضان مفتیٔ اعظم" کے متعلق گدائے مفتیٔ اعظم حقیر پرتقصیر نظام نوری سچے نوٹیفکیشن (NOTIFICATION) تحریر کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دراصل یہ نمبر جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء ہی کو منظر عام پر آجانا چاہئے تھا لیکن مالی پریشانی کی وجہ سے نہ آسکا۔ چند احباب نے صلاح دی تھی کہ بمبئی چلے جاؤ سعید نوری حاجی ڈوسا صاحب وغیرہ سے ملاقات کرو وہاں سے کچھ تعاون ہو جائے گا۔ چنانچہ ۱۱، ۱۲ جنوری ۹۸ء کو بمبئی پہونچا تو سوچا سب سے پہلے اسیر مفتیٔ اعظم سے ملاقات کروں وہ نمبر مرشد سنتے ہی کچھ نہ کچھ ہماری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے۔ یہی سوچ کر حقیر دفتر رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ پہنچا تو دیکھا اسیر مفتیٔ اعظم محمد سعید نوری آئینہ کی آڑ میں براجمان ہیں۔ بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ اتنے میں ایک جنٹلمین (GENTLEMAN) آیا اور کہنے لگا کیا کام ہے؟ حقیر نے کہا "نوری صاحب سے ملنا ہے" جنٹلمین نے کہا "تراویح کے بعد ملیں گے"۔ حقیر راقم السطور نے کہا "میں بہت دور سے آیا ہوں نوری صاحب سے بہت ضروری

بات کرلی ہے " تراویح تک نہیں رک پاؤں گا" شخص مذکور نے غصّے سے کہا "کہہ دینا " تراویح سے پہلے نہیں ملیں گے (عذر کی وجہ شاید میرا لباس غربت تھا) آئینہ کی آڑ سے اسیر مفتئ اعظم دیکھ رہے تھے مگر انھیں اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ خود آکر حقیر غریب سے دو ٹوک بات کرلیں۔ ویسے وہ بیچارے کیسے آکر بات کرتے جبکہ وہ خود قید ہو چکے ہیں۔ ـــــــــــــــــــ بہر کیف

"بڑا مایوس ہو کر دفتر رضا اکیڈمی سے گدائے مفتئ اعظم نکلا"

گدائے مفتئ اعظم سیدھے باندرہ پہونچا وہاں ایک صاحب نے بتایا کہ آپ حور منزل چلے جائیں اور سیٹھ جی سے بات کریں کتابت کی کاپی ان کے سامنے پیش کریں وہ ضرور تعاون کریں گے۔ حور منزل پہونچا تو پتہ چلا سیٹھ آفس پر ملیں گے۔ آفس پہنچا لیکن محترم عالیجناب فاروق درویش صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ سیٹھ عبد المجید سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے رسمًا تسلی کا اسٹیچو (STATUE) دے کر حقیر کو رخصت کیا۔

حقیر کا دل اب الحاج احمد عمر ڈوسا صاحب حشمتی سے ملنے کا متمنّی بالکل نہیں تھا کیونکہ بمبئی کا اسٹائل (STYLE) حقیر کی سمجھ میں آگیا کہ یہاں گمنام کے سامنے گھاس نہیں ڈالا جاتا ہے سنبھلے ہوئے کو سنبھالا جاتا ہے یہ امیروں کا چمن ہے یہاں چاپلوسی کا چلن ہے۔ خیر خیر باشد۔

بمبئی میں ایک ہفتہ خاک چھاننے کے بعد واپس اپنی بستی میں آیا تو اپنی ہستی کو بڑا مایوس پایا عالم مایوسی میں یاد مرشد کو سینے سے لگایا تب جاکے قرار آیا پھر سوچنا شروع کیا کہ نوری تو غریب حقیر ہے، نمبر کا شائع ہونا ٹیڑھی کھیر ہے، کاہے کو چلاتا تیر ہے۔ یہی سب سوچتے سوچتے اچانک خیال آیا ـــ کہ ـــ مسبب الاسباب رحمٰن ہے، نوری ہو کے اتنا کیوں پریشان ہے امید ہرگز نہ رکھ غیر انسان سے، نمبر شائع ہو گا مرشدی فیضان سے ـــ اور ـــ یہ مفتئ اعظم کا فیضان ساتھ ہے کہ نمبر آپ کے ہاتھ ہے۔

فیضان سب پر

ہمارے شہر میں ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ایک شاندار نعتیہ مشاعرہ ہوا تھا جس میں مختلف نامور شعراء کے علاوہ خلیفہ مفتئ اعظم ہند حضرت راز الٰہ آبادی بھی تشریف لائے تھے ان کی خدمت میں جب حقیر نے "نوری نکات" کا خصوصی شمارہ • امام اعظم نمبر • پیش کیا تو موصوف نے فرمایا کہ آپ نے اس سے پہلے میرے پاس کوئی شمارہ کیوں نہیں بھیجا؟ حقیر نے کہا کہ تن تنہا کتابت و طباعت کا بوجھ میرے سر ہے اور میں کوئی امیر نہیں رسالہ

محدود پیمانے پر غیر معیاری شائع ہوتا ہے اس لئے بڑے لوگوں سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ آپ سمجھ لیجئے پیر و مرشد کا فیضان ہے جو طبع ہو جاتا ہے۔ اتنا سنتے ہی موصوف نے جھومتے ہوئے فرمایا کہ بعد وصال بھی آقائے نعمت سیدی مرشدی کا روحانی فیضان ہم پر تم پر سب پر جاری ہے ـــــ سبحان اللہ۔

فیضان نظر آئے گا

ماسٹر ابوبکر صاحب نے راقم السطور کو بتایا کہ حضور مفتئ اعظم ہند کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا لیکن فاتحہ و چہلم میں شرکت کے لئے مستعد تھا کہ عبدالرزاق اور پیر محمد (مرحوم) ساکن پٹھان ٹولہ بستی بھی چلنے کو تیار ہو گئے۔ پیر محمد صاحب (جب وہ باحیات تھے) بلغم کے مریض تھے اس لئے ایک اُگلدان یعنی سوداگر کی دکان سے لے لیا تاکہ پیر محمد صاحب اسی میں تھوکتے ہوئے جائیں اور آئیں چنانچہ ہم تینوں سواری پر سوار ہو کر چل دیئے۔

الحمد للہ! مبالغہ بالکل نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ بریلی شریف جاتے ہوئے رہتے ہوئے اور آتے ہوئے کہیں بھی پیر محمد صاحب کو بلغم نکالنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن گھر پہنچتے ہی بیماری حسب سابق تھی۔ اگلدان سوداگر صاحب کو واپس کر دیا تھا یقین نہ ہو تو جا کر ان سے پوچھ لیں۔ حقیر سوداگر صاحب سے تو نہیں البتہ عبدالرزاق صاحب سے معلوم کیا تو وہ کہنے لگے صحیح بات ہے غلط ہرگز نہیں۔ ہم حضور مفتئ اعظم ہند سے دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی میں مرید ہوئے تھے۔ نماز جنازہ میں نہ جا سکے اس لئے چہلم میں گئے تھے۔"

مرشدی کے فیضان سے متعلق ایک واقعہ جواہر علی راعینی ناظم مسجد دکھن دروازہ نے بھی بتایا تھا جو صحیح یاد نہیں بہرکیف عینک صاف کر کے اگر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا واقعہ میں بھی فیضان نظر آئے گا۔

فیضان شامل حال

شیدائے مفتئ اعظم بلبل ہند حضرت مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کے علاقہ کے رہنے والے مولانا قمر الدین قادری نے گذشتہ سال راقم سے کہا کہ فلاں مدرسہ کے سکریٹری سے چند وجوہات کی وجہ سے نوک جھونک ہوئی تو ناظم نے کہا کہ صبح اپنا بوریہ بستر اٹھاؤ اور یہاں سے جاؤ۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے گھر گئے۔ ادھر میں نے دربار مفتئ اعظم میں رو رو کر اپنا استغاثہ پیش کرنا شروع کیا ادھر عوام کا رجحان سکریٹری ہی کو ہٹانے پر آمادہ ہوا

یہاں تک کہ صبح میٹنگ ہوئی اور ناظم صاحب نے جھلا کر خود ہی استعفیٰ پیش کر دیا۔ نوری صاحب (یعنی حقیر) آپ یقین کیجئے جب بھی میں نے دربار مرشد میں درخواست پیش کی ہے خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مرتے دم تک پیر و مرشد کا فیضان شامل حال رہے گا۔"

دامنِ مفتیٔ اعظم دستیاب

ہمارے شہر کے استاذ الحفاظ پیر محمد عرف حافظ جھگر ٹانڈوی ثم بستوی علیہ الرحمہ کے درجنوں شاگرد حافظ قرآن تھے مگر ان میں حافظ ثابت علی انصاری علیہ الرحمہ ہی لائق تحسین ثابت ہوئے اور کیوں نہ ہوتے جب انھیں دامن مفتیٔ اعظم دستیاب تھا۔ حافظ صاحب کے بیعت ہونے کی جانکاری مجھے حافظ صاحب کے شاگرد عظیم حافظ و قاری جلال الدین وارثی خطیب و امام جامع مسجد و عیدگاہ شہر پرانی بستی نے دی اور یہ فیضان مرشد ہی ہے کہ حافظ صاحب کے سیکڑوں شاگرد آج بھی درس قرآن میں مشغول ہیں۔

درحقیقت کام کرجاتی ہے ساقی کی نگاہ
میکدہ میں گردشِ مینا برائے نام ہے (نامعلوم)

محترم حضرات! میں دو مرتبہ مرتے مرتے بچا اور کئی مرتبہ میری آبرو جاتے جاتے بچی۔ اب آپ یہ بات یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ کیسے بچا؟ کیسے بچی؟ لیجئے سنئے: فیضانِ مفتیٔ اعظم سے بچا، بچی۔

فیضان مفتیٔ اعظم کے متعلق حقیر کم علم کہاں تک لکھے اگر کوئی لکھنے والا ہو تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے کیونکہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدین ایک کروڑ سے زائد ہیں جن میں علماء و مشائخ اہل غربت و اہل ثروت سبھی شامل ہیں اور حقیر کو کہنے دیجئے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کا فیضان سب پر عام تھا یہ اور بات ہے کہ لوگ اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہوئے۔

ناظرین کرام! جو علوم و فنون کے فاضل رشید تھے فرائض و واجبات کے عامل شدید تھے میدان عمل میں قابل تقلید تھے اور جن کا دست حق پرست میرے پیٹھ پر پڑا ہے ان کے دربار میں قبولیت کی تمنا لئے ہوئے اپنی علمی صلاحیت کے مطابق چند سطور لکھ دیا ہوں اب آخر میں مضمون کا خاتمہ حضور برہان الملت کے اس تحریر سے کر رہا ہوں جس میں پیر و مرشد کے خاتمہ بالخیر کا تذکرہ بدرجۂ اتم درپیش ہے۔ حضور مفتی برہان الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند

کے جشنِ صحت کا ایک عظیم الشان جلسہ مسلمانانِ جبل پور نے کیا جس میں بمبئی کے ایک شاعر جناب مرتضیٰ حسن صاحب جو رضوی تخلص فرماتے ہیں ایک قصیدۂ تہنیت جو دعائیہ کلمات پر مشتمل تھا پیش کیا، جس کا مطلع تھا:

یا الٰہی ترے فضل کے سائے میں مفتیٔ اعظم دین و ملت ہے
میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا پیرِ طریقت سلامت رہے

شاعر نے اپنے جذبات بھرے والہانہ انداز میں مطلع کے شعر کو ابھی دو ہی بار پڑھا تھا اور تیسری بار اس شعر کی تکرار کی اور ابھی پہلا ہی مصرع پڑھا تھا اور مصرعۂ ثانی جیسے ہی پڑھنے کا ارادہ کیا حضور مفتیٔ اعظم ہند جو تکیہ سے سہارا لئے بیٹھے تھے اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور مطلع کے مصرعۂ ثانی میں اس طرح اصلاح دی یا یوں کہئے کہ مصرع کو تبدیل فرما کر مطلع کے مفہوم کو بالکل ہی بدل دیا حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مجھ فقیر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا:

"میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا برہانِ ملت سلامت رہے"

حضور نے یہ مصرعہ جس انداز سے تبدیل فرما کر جوشِ محبت اور خلوصِ قلب سے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا دیکھنے اور سننے والے ہی اس کی لذت اور حقیقی تاثرات سے آشنا ہیں۔

جشنِ صحت کے تیسرے دن حضور اقدس یہاں سے بریلی شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ بریلی شریف پہنچنے پر حضور کی طبیعت پھر ناساز ہوئی ضعف بڑھتا گیا اور پھر جبل پور تشریف نہ لاسکے۔ اور بمشیت الٰہی شب ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک فرماتے ہوئے "مصطفےٰ رضا محبِ معبود" ہوگئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت اقدس علیہ الرحمہ کے وسیلے سے ہم تمام خادمانِ مفتیٔ اعظم ہند کو ثبات و استقامت کے ساتھ مجدد دین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک پر قائم رکھے اور ایمان پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

(آمین)

میرے مرشد کی تُربت پہ برسے کرم
نوری ہم بھی یہ نوری دُعا کر چلے (نظامؔ نوری)

بیادگار حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ

ادارہ نوریہ رضائے مصطفےٰ

اغراض و مقاصد

- عقائد اہلسنت کی ترویج و اشاعت
- حضور مفتی اعظم ہند کی دینی و ملی خدمات کو اجاگر کرنا
- سُنّی لائبریری کا قیام
- غریب یتیم بچّوں کو مذہبی و عصری تعلیم سے آراستہ کرنا
- بدعقیدگی کے جراثیم کو ختم کرنے کی جہدِ مسلسل

برادرانِ اہلسنّت!

ادارہ نوریہ رضائے مصطفےٰ کا آپ حضرات کے دامے درمے قدمے سخنے تعاون پر انحصار ہے۔

اس لئے اہلسنت کے مخلص مخیر حضرات سے تعاون کی پرخلوص درخواست ہے۔ سنی عقائد کی اردو مترجم کتابیں لائبریری کی خاطر و مذکورہ بالا مقاصد کیلئے مالی تعاون پیش فرماکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

ناظم و مہتمم نظام الدین نوری

ادارہ نوریہ رضائے مصطفےٰ متصل پوسٹ آفس دکھن دروازہ
پرانی بستی ضلع بستی یوپی

مفتی اعظم ہند اور شدھی تحریک

علامہ عبد الرحمن خاں
مدیر ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی شریف

ابھی اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو اس دار فانی سے کوچ کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ سرزمین ہند پر ایک نئے "ایمان سوز" فتنے نے سر ابھارا اور اس فتنے کی آگ نے درجنوں اضلاع اور ان کے مواضعات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ فتنہ تھا۔

شدھی تحریک: کا فتنہ جسکا طوفان بلاخیز "شردھانند" نامی آریہ کی قیادت میں شہر آگرہ سے اٹھا اور متھرا، میرٹھ، بلند شہر، بھرت پور، بندرابن، علی گڑھ، ہاتھرس، ایٹہ، بہرائچ گڑ گانواں، اٹاوہ جسونت نگر مین پوری، اودے پور میواڑ، بڑودہ، بنارس، کانگڑہ فیروز پور، فرید کوٹ پنجاب، چھپرہ، سیوان اور جے پور جیسے بہت سے اضلاع نیز اڑیسہ بنگال کے کئی شہروں اور ان کے مواضعات پر چھاتا چلا گیا۔

شدھی تحریک کیا ہے؟ یہ مسلمانوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کرنے کی ایک مشرکانہ مہم ہے۔ مسلم راجپوتوں کو ہندو بنانے کا منصوبہ بند پروگرام ہے اس فتنۂ ارتداد "شدھی تحریک کی مہم میں تمام راجہ مہاراجہ شریک تھے، راجہ دھراج ناہر سنگھ شاہ پور، بھیلواڑہ، راؤ گوپال سنگھ رئیس اعظم

کھرواا جمیر، راجہ صاحب سنؤ، سیتارام سنگھ رئیس اعظم بکائن علی گڈھ عملاً سرفہرست تھے اور ہر طرح سے مسلم راجپوتوں کو ہندو دھرم میں لانے کی انتھک کوشش کر رہے تھے۔ کبھی مسلمانوں کو دولت و ثروت کا لالچ دیا جاتا، کبھی اسلام کے خلاف جھوٹی کہانیاں گڑھ کر مسلمانوں کو سنائی جاتیں۔ کبھی انھیں خوفزدہ کر کے ڈرا دھمکا کر ہندو دھرم قبول کرنے پر آمادہ کیا جاتا۔ کبھی بیمار مسلمانوں کا مفت علاج کر کے انھیں اپنی طرف مائل کیا جاتا۔ کبھی ان کے ساتھ کھان پان روا رکھ کر متاثر کیا جاتا۔ غرضیکہ ہر طرح سے انھیں اسلام چھوڑنے کی ترغیب دی جاتی اور کسی طرح سے وہ راضی نہ ہوتے تو پھر یہ آریہ سماجی رہنما لاٹھیاں، بندوقیں تلواریں لے کر آتے اور ان پر ظلم و تشدد کرتے۔ بے جا دباؤ ڈالتے اور شدید جرمانہ ڈال کر انھیں مرتد ہونے پر مجبور کرتے۔ اسی طرح کی کئی سالہ مسلسل کوششوں کا یہ روح فرسا غم انگیز اور جانگسل نتیجہ سامنے آیا کہ تقریباً ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان ہندو مذہب اختیار کرنے پر آمادہ ہوگئے

عظیم مجاہد، عظیم کارنامہ اس دور بلاخیز میں ضرورت تھی اسلام کو کسی ایسے عظیم مجاھد کی جو فاروق اعظم کا مظہر بن کر باطل کے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ جو سرکار حسین کا نائب صادق بن کر "تحفظ اسلام" اور بقائے مذہب کے لئے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ دینے کیلئے تیار ہو جائے۔ جو محمود غزنوی کا عزم و حوصلہ اور ہمت مردانہ لیکر اٹھے اور یہ آریہ کے کفری سومناتھ کو توڑ کر عظمت اسلام کا پرچم لہرا دے۔ سارے ہندوستان میں خاموشی تھی کہیں سے کوئی بھی ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ارتداد کا ردلے کر اٹھتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔

خانقاہوں کے ذمہ داران محو خواب غفلت تھے۔ کہیں "بیداریٔ احساس"، کی کوئی لہر نظر نہیں آرہی تھی۔ سارے مدارس ساکت تھے کہیں سے اس فتنۂ ارتداد (شدھی تحریک) کے خلاف صدائے حق بلند نہیں ہورہی تھی۔ دیوبند اور ندوہ کے تمام نام نہاد علماء اپنے اپنے منھ پر خموشی کا "قفل"، چڑھائے ہوئے گوشہ نشین تھے"۔ ہاں وہ بریلی شریف کا عظیم رہنما ورہبر تھا۔ جس کے سینے میں قوم کا درد تھا، ملت کا احساس تھا، دین کا پاس تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں "عزم وہمت"، کی تلوار اور حق وصداقت کا آفتاب لیکر اٹھا۔ جو باطل کی ظلمتوں کو قتل کرتا ہوا اور متاثرہ شہروں کے راجپوتوں کو نورِ صداقت کی بھیک بانٹتا ہوا گزر گیا ؎

جمالِ روئے منور کی تابشوں سے حضور
تجلیات کا سورج اگا دیا تم نے

سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنی تحریک "تحریک انسداد"، کا آغاز ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو کیا۔ چنانچہ آپ نے دس نامور علماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان (جن میں شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد حشمت علی خانصاحب ابوالبرکات حضرت مولانا سید احمد صاحب قادری الموڑی، صدرالافاضل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری کے اسماء گرامی شامل ہیں) کی ایک نورانی جماعت لے کر بلند شہر آگرہ، میرٹھ اور دیگر متاثرہ اضلاع کا دورہ کیا۔ ہیڈ کوارٹر آگرہ کو بنایا حضور مفتی اعظم ہند نے اس دورۂ تبلیغ میں عبادتِ خدائے واحد کی ترغیب وترہیب کے لئے مختلف علاقوں میں وفود روانہ کئے۔ ان وفود کی ذمہ داری مسلم راجپوتوں کو اسلام سے قریب کرکے احکام دین کا پابند بنانا

تھا اور مجمع عام میں آریہ سماجیوں سے مناظرہ کرکے اسلام کی صداقت اور ہندو دھرم کا بطلان واضح کرنا تھا۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند نے مسلم راجپوتوں کے علاقوں میں اپنی ذاتی رقم سے دینی مدارس قائم کئے مدرسین کی تنخواہیں طلباء کی کتابیں اپنی جیب خاص سے عطا فرمائیں۔

ہندی رسم الخط میں لٹریچر شائع کیا اور مفت تقسیم فرمایا نمازیوں کے لئے کپڑوں کا مسجدوں کے مصلوں، فرشوں اور دیگر اشیاء ضروریہ کا بغیر چندہ کے اپنی جیب خاص سے انتظام فرمایا، غرباء و مفلسین میں روپیہ پیسہ سبزی دال، غلہ وغیرہ انتہائی فراوانی کے ساتھ تقسیم فرمایا۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے خلاف دشنام طرازیوں کا جواب دینے کے لئے شردھانند اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا اور عام اجتماعات میں ان کو مسکت و دندان شکن جواب دیکر رسوا و خوار کیا۔ جگہ جگہ آریہ سماجیوں کو مناظرہ کیلئے چیلنج کیا گیا۔ چونکہ آریہ سماجی کئی کئی بار مناظرہ میں شکست سے دوچار ہوچکے تھے اس لئے اب وہ مناظرہ سے کترانے لگے تو اس کا اثر مسلم راجپوتوں پر بہت اچھا مرتب ہوتا۔ اِدھر مسلسل شکست کا منھ دیکھتے دیکھتے آریہ سماجیوں کی ہمت بھی جواب دینے لگی تھی۔ وہ مایوس ہونے لگے۔ سرکار مفتیٔ اعظم ہند اور ان کے انصار و معاونین کی پرخلوص تبلیغ اسلام نے باطل کو سرنگوں کردیا اور اسلام کی حقانیت مسلم راجپوتوں پر سورج کیطرح آشکارا کردی (حیات مفتیٔ اعظم)

صعوبتوں کا سامنا اس تحریک کے دوران فتنۂ ارتداد شدھی تحریک کے طوفانی سیلاب کو روکنے کے لئے آپکو بے پناہ صعوبتوں کا بھی سامنا

کرنا پڑا۔ دور دراز راجستھانی مواضعات میں جہاں سڑکیں اور سواریاں تو درکنار، ہموار راستے تک نہیں تھے۔ وہاں آپ نے تبلیغی سفر کئے۔ مئی جون کی شدید گرمیوں میں لوہے کیطرح تپتے ہوئے صحرا پر نوکیلے ریگزاروں سے آپ کو تبلیغ اسلام اور حفاظت دین کے لئے کئی کئی میل تک پیدل بھی چلنا پڑا۔ تازونعم کے پروردہ تیس سال کی جوان العمری میں ڈھوپ کی تمازت سے جلتے ہوئے کہ اوپر سے سورج آگ برسا رہا ہے اور نیچے سے ریگستانی صحرا پیروں کو جلا رہا ہے، پتھر انگاروں کی طرح تپ رہے ہیں۔ ریت کے ذرّے گرمی کی شدت سے سرخ ہو گئے ہیں۔ پورا صحرا آگ میں جل رہا ہے دور، دور تک سایہ کا نام و نشان تک نہیں۔ چرند پرند اپنے آشیانوں میں منھ چھپائے بیٹھے ہیں۔ مگر "امام احمد رضا" کا یہ ۳۰ سالہ نوجوان سینے میں ملّت کا درد لئے ہوئے اپنے خدا و رسول (جلّ جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا و خوشنودی کے لئے سفر کر رہا ہے۔ ہوا کے تیز تند تھپیڑے ریت کے ذروں کو اڑا اڑا کر آنکھوں میں داخل کر رہے ہیں۔ مگر آپ مصروف سفر ہیں۔ پیدل چلتے چلتے آپ کے مبارک پیروں میں ورم بھی آیا جسے آپ نے اپنے مذہب کے لئے نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اور یہیں تک نہیں بلکہ چلتے چلتے آپ کے تلووں میں چھالے بھی پڑے جو ٹوٹ ٹوٹ کر بہنے لگے۔ مسلسل سفر کے باعث راجستھانی صحرا کے "ذراتِ ریگ"، چھالوں کے زخموں میں نمک کیطرح لگ لگ کر تکلیف میں اضافہ کرتے رہے۔ مگر "پیروں کا ورم"، تلووں کے چھالے آپ کو فریضۂ تبلیغ سے نہ روک سکے ؎

سنگ ریزوں کی چبھن کا مجھے احساس کہاں ٭ میں تو منزل کے منارے پہ نظر رکھتا ہوں

دھوپ کی تمازت سے پھول جیسا چہرہ کمھلا جاتا مگر پھر بھی آپ خنداں و تبسم کناں رہتے۔ دیگر ارکان تحریک کو اسکا احساس تک نہ ہونے دیتے۔ آپ اپنے پیروں کا ورم اور زخم دیکھتے تو آپ کو اپنے آقا و مولیٰ، سرور کون و مکاں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا "سفر طائف" یاد آجاتا جس کے تصور سے آپ کے مقدس پیروں کا درد رفع ہو جاتا آپ اپنے محبوب کی یادوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہو جاتے اور کمال عشق و عقیدت کے ساتھ عرض کرتے ؎

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پہ سب کو وارا کروں میں
(سامان بخشش)

کروں تیرے نام پہ جاں فدا ۔ نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا ۔ کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
(حدائق بخشش)

بیمثال کامیابی

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریباً ڈھائی سالہ "جہد مسلسل" اور سعی پیہم نے وہ عظیم و بے مثال کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر تلاش بسیار کے باوجود بھی نظر نہیں آتی۔ جو کام دنیا کی تمام انجمنیں متحدہ طور پر عرصۂ دراز میں بھی انجام نہیں دے سکتی تھیں۔ وہ آپ نے مختصری مدت میں چند حضرات کے تعاون و اشتراک سے انجام دے دیا ؎

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آپ کی پر خلوص تبلیغ سے مسلم راجپوتوں میں اسلام کا غلبہ ہوا۔ آریوں کو پئے در پے ناکامیوں کا شکار ہونا پڑا۔ ساڑھے چار لاکھ وہ

مرتد (جو اسلام سے پھر گئے تھے) دوبارہ داخل اسلام ہوئے۔ مزید برآں خاصی تعداد میں ہندو بھی تعلیمات اسلام سے متاثر ہو کر آپکے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (دیدبۂ سکندری رامپور، ۱۱ جون ۱۹۲۳ء)

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اپنے مولیٰ کی عنایت و تائید کے طفیل فتنۂ ارتداد شدھی تحریک کی سرکوبی کرنے میں ایسی عظیم کامیابی حاصل کی کہ فتنہ آپ کے دم قدم کی برکتوں کے اثر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گیا اور اسلام کا پرچم صداقت مسلم راجپوتوں کے گھروں پر لہرانے لگا۔

اس عظیم کامیابی پر دنیا حیرت زدہ تھی لوگوں نے جس کام کو ناممکن سمجھا تھا حضور مفتی اعظم ہند نے اسے ممکن تر کر دکھایا ؎

متاع زندگی جس نے لٹا دی عشق احمد میں
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں انکی تربت پر

بشکریہ (ماہنامہ اعلیحضرت، بریلی شریف)

ملنے کے پتے

- کتب خانہ امجدیہ متصل ٹاؤن کلب پکا بازار گاندھی نگر بستی ۲۷۲۰۰۱
- رضوی کتاب گھر ۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶
- مکتبہ جام نور مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶
- مکتبہ نعیمیہ " " "
- فاروقیہ بکڈپو ۴۲۲ " " "
- ادارہ نوریہ متصل ڈاکخانہ دکھن دروازہ پرانی بستی بستی۔

3 rd. MONTHLY
NOORI NIKAT (URDU)
NEAR- P.O.DAKKHIN DARWAZA POST. PURANI BASTI- 272002
DISTT. BASTI (U.P.) INDIA

PHONE- 85230
R.N.No- 66735(94)
JAN TO MAR 1999